بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اعلان

اس کتاب کو صاحب ذوق حضرات مصنف سے اجازت لے کر چھپوا سکتے ہیں لیکن بغیر اجازت طبع نہ فرمادیں

جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقاً۔

تاریخ کا روشن پہلو

خلافتِ

رشید ابنِ رشید

امیر المومنین سیدنا یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

قرآن، حدیث، صحابہ کرام کے مسلک اور تاریخ کی روشنی میں

وصلی اللہ امیر المومنین (یزیدؓ) واحسن الجزاء

(ارشاد گرامی سیدنا علیؒ زین العابدین)

بغرضِ مطالعہ، محبان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

مولف وناشر

ابو یزید محمد دین بٹ

آئرن مرچنٹ، چوک شہید گنج۔ لنڈا بازار لاہور پاکستان

اور یہ واقعہ ہے بھی حادثہ کربلا کے تین سال بعد کا اسلئے اہل حق کو خاص طور پر اس شہادت پر غور کرنا چاہتے کیوں کہ یہ شہادت سیدنا حسین رض کے نے سگے بھائی کی ہے، دیکھنا چاہیئے کہ آخر کیا بات ہے کہ سیدنا علی رض کے بہادر زہد و تقویٰ اور پرہیزگاری میں ممتاز فرزند جن کو سیدنا حسین رض کی موت کا سب سے زیادہ رنج تھا، کیوں امیر المومنین یزید رض کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔

سیدنا علیؓ بن حسینؓ نے امیر المومنین یزیدؓ کی بیعت کی

جناب زین العابدین حادثہ کربلا میں موجود تھے، اس وقت آپ کی عمر تقریباً ۲۳ سال تھی۔ آپ شادی شدہ اور دو بچوں کے باپ تھے۔ کربلا کا سارا واقعہ آپ کا چشم دید تھا۔ پھر شام میں آپ کے ساتھ امیر المومنین نے جو برتاؤ کیا وہ بھی آپ کے سامنے تھا۔ آپ اگر امیر یزید رض کو اپنے باپ کے قتل میں شریک سمجھتے تو آپ کسی صورت میں بھی امیر یزید رض سے تعاون نہ کرتے کیوں کہ آپ کی غیرت و حمیت کے بالکل خلاف تھا۔ کہ آپ وقتی فائدے یا جان بچانے کی خاطر کسی ظالم یا قاتل سے تعاون فرمائے۔ آپ نے امیر المومنین یزید رض کے حسن سلوک کے علاوہ یہ دیکھتے ہوئے کہ امیر یزید رض رحم دل نیک اور مخلص انسان ہیں اور ان کے باپ کے قتل سے بری الذمہ ہیں۔ امیر المومنین یزید رض سے خلافت کی بیعت کرتے ہیں۔ بلکہ امیر المومنین یزید رض کا حسن سلوک اور پدرانہ برتاؤ دیکھتے ہوئے امیر کے حق میں عمر بھر دعائیں کرتے رہے۔ شیعہ حضرات آپ کی اسی بیعت کو دوسرے رنگ میں پیش کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ۔ "ایک دفعہ یزید رض بن معاویہ نے حج کو جاتے ہوئے مدینہ میں ایک قریشی ملکر کہا کہ تو اس بات پر میری بیعت کر کہ اگر میں چاہوں

ابن حنفیہ نے کہا۔ کیوں یزید کی بیعت توڑ دوں اور اسکے خلاف لڑتے نکلوں۔

وفد۔ وہ کافروں کی طرح کام کرتا ہے فاجر ہے شراب پیتا ہے، اسلام سے خارج ہو گیا ہے

ابن حنفیہ۔ تم خدا سے کیوں نہیں ڈرتے کیا تم میں سے کسی نے اس کو یہ کام کرتے ہوئے دیکھا ہے، میں تم سے زیادہ انکے پاس مقیم رہتا ہوں۔ میں نے تو انکو یہ کام کرتے نہیں دیکھا

وفد۔ کیا وہ تمہارے سامنے ایسے برے کام کرتا۔

ابن حنفیہ۔ تو کیا تم لوگوں کو اس نے اپنے برے کاموں سے آگاہ کر دیا ہے، اگر اس نے یہ برائیاں تمہارے سامنے کی ہیں تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ تم بھی ان میں برابر کے شریک ہو، اگر تمہارے سامنے نہیں کئے تو تم ایسی بات کہتے ہی کیوں ہو جسکا تمہیں علم نہیں

ابن حنفیہ رض کی یہ صاف باتیں سن کر اراکان وفد ڈرے کہ کہیں لوگ ان کے عدم تعاون سے یزید رض نے خلاف جنگ میں شریک ہونے سے انکار نہ کر دیں۔ اس لئے انہوں نے پینترہ بدلا۔ اور کہا کہ ہم آپ کو اپنا خلیفہ بنانے کو تیار ہیں، آپکی بیعت کرتے ہیں۔

ابن حنفیہ نے کہا میں تو ہرگز نہ لڑوں گا نہ ہی اپنی خلافت کے لیئے اور نہ ہی کسی دوسرے کی خلافت کے لئے اس کے بعد جو جواب ارکان وفد کو محمد بن علی رض نے دیا۔ حافظ ابن کثیر کی زبان سنیں۔

امیر المومنین یزیدِ شعائرِ اسلامی کے پابند تھے

ابن حنفیہ رح نے کہا! میں ان کے پاس جاتا ہوں اور ان کے پاس مقیم رہتا ہوں (یعنی امیر المومنین یزید رض کے پاس) میں نے انہیں نماز کی پابندی کرنے والا اور نیک کاموں میں سرگرم۔ مسائل فقہ پر گفتگو کرنے والا اور سنت نبوی صلعم کی پیروی کرنے والا پایا ہے۔ (صہ ۲۳۳۔ جلد۔ البطریہ و النہایہ)

تو تجھے بیچ دوں اور اگر چاہوں تو اپنی خدمت کے لئے رکھ لوں۔ قریشی نے انکار کر دیا اور یزید رض نے اسے قتل کرا دیا۔ پھر علی بن حسین رض کو بلایا اور وہی کچھ کہا جو قریشی کو کہا تھا۔ زین العابدینؒ نے کہا کہ اگر میں تیری بیعت نہ کروں تو کیا تو میرے ساتھ بھی وہی سلوک کرے گا جو قریشی کے ساتھ کیا ہے یعنی قتل کرا دے گا۔ یزید رض نے کہا ہاں۔ تو امام نے کہا جو تو طلب کرتا ہے میں اس کا اقرار کرتا ہوں۔ میں آپ کا بے دام غلام ہوں آپ اگر چاہیں اپنی خدمت میں رکھیں اگر چاہیں تو بیچ دیں (ص۱۱ کتاب الروضہ بحوالہ تحفہ شیعہ لعنت اللہ الکاذبین۔

قارئین کرام! اگر اس استدلال کو صحیح مان لیا جائے تو ثابت ہوا کہ علی بن حسین اول درجہ کے بزدل اور ڈرپوک تھے اور دوسرے عام مسلمان سے بھی گئے گذرے ہوئے تھے۔ کیوں کہ ایک عام آدمی تو جان دے دیتا ہے مگر غلامی اختیار کرنے کو تیار نہیں ہوتا۔ مگر آپ ایک امام ہوتے ہوئے ڈرتے ہیں اور غلامی کی بیعت کر لیتے ہیں۔ اگر شیعوں کے اس نظریہ کو تسلیم کر لیا جائے تو سیدنا زین العابدینؒ کی منزلت ہی کیا باقی رہ جاتی ہے، بلکہ اس عمل سے تو ایک طرح سے آپ اپنے عالی خاندان اور اپنے بہادر بزرگوں کے نام کو بٹہ لگانے والے ثابت ہوتے ہیں۔ ساتھ ہی اسلامی شجاعت اور ملکی و ملی قدروں کو بھی خاک میں ملانے والوں میں شامل ہو جاتے ہیں۔ اہل بصیرت جانتے ہیں کہ امیر المومنین یزید رض سے خدا واسطے کی مخالفت کے جوش میں سبائیوں نے سیدنا زین العابدینؒ کو بھی بدنام کر دیا ہے اور آپ سے جھوٹی باتیں منسوب کر دی ہیں۔ اصل میں حقیقت یہ ہے کہ آپ نے امیر المومنین یزید رض کی اہلیت و صلاحیت اور ان کے حسن سلوک و پدرانہ شفقت اور ملی ضروریات

کو مدنظر رکھتے ہوئے بیعتِ خلافت کی تھی۔ کوفیوں کا کردار آپ کے سامنے تھا۔ اسلئے آپ نے انہیں ساری عمر منہ تک نہیں لگایا۔ حالانکہ کوفی جناب زین العابدینؒ کو اپنے دام فریب میں پھنسانے کے لئے حد سے زیادہ زور صرف کرتے رہے۔ یہ سب باتیں تاریخ اسلام سے اچھی طرح ثابت ہیں۔ اگر غور سے علی بن حسین رض کے کردار کا مطالعہ کیا جائے تو ثابت ہو گا کہ آپ نے قوم پر بہت بڑا احسان کیا ہے کیوں کہ آپ ساری زندگی جماعت المسلمین کے ساتھ رہے آپ نے کوفی سبائیوں کو دین میں تفرقہ ڈالنے والے سمجھتے ہوئے اپنے نزدیک نہیں آنے دیا۔ آپ نے امیر المومنین یزید رض سے خلافت کی بیعت کر کے ہر طرح سے تعاون فرمایا اور واقعہ حرہ میں بلوائیوں سے علیحدہ رہے۔ اور بغاوت سے پہلے امیر المومنین کو ہر بات سے باخبر رکھا اور اپنے آپ کو باغیوں سے ہر طرح علیحدہ رکھا اور امیر یزید رض کو اس بارے میں بھی آگاہ کیا۔ اور جب بغاوت مدینہ سے ختم کر دی تو امیر المومنین یزید رض کے جرنیل مسلم بن عقبہ رض نے مدینہ سے روانگی سے قبل آپ کے متعلق دریافت کیا کہ آپ مدینہ میں ہیں کیا وجہ سے وہ مجھے نظر نہیں آئے۔ جب آپ کو علم ہوا کہ مسلم یاد کرتے ہیں تو آپ آئے۔ مسلم بن عقبہ رض آپکے ساتھ عزت سے پیش آئے اور کہا کہ امیر المومنین نے آپ کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا تھا۔ تو جناب زین العابدینؒ نے امیر کو دعائیں دیں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جناب علی ابن حسینؓ امیر یزید رض سے نہایت ہی تعظیم اور عزت سے پیش آیا کرتے تھے۔ طبقات ابن سعد میں جناب محمد باقرؒ سے روایت اس طرح بیان کی گئی ہے "یحییٰ ابن شبل نے جناب محمد باقرؒ سے واقعہ حرہ کے متعلق پوچھا کہ کیا آپ کے خاندان کا کوئی آدمی اس لڑائی میں لڑنے نکلا تھا تو ابو جعفرؒ

نے فرمایا کہ نہ کوئی شخص ابو طالب کے گھرانے کا لڑنے کو نکلا تھا اور نہ ہی کوئی عبد المطلب (یعنی بنی ہاشم) کے خاندان سے۔ سب اپنے اپنے گھروں میں بیٹھے رہے۔ جب مسلم بن عقبہ اقبال کر کے وادی عتیق میں ٹھہرا تو اس نے میرے والد علی بن حسین رضؓ کے متعلق دریافت کیا کہ وہ مدینہ میں موجود ہیں۔ تو اس سے کہا گیا کہ ہاں ہیں۔ تو اس نے کہا کہ کیا بات ہے وہ مجھ سے نہیں ملے۔ اس کے دریافت کرنے کی خبر جب میرے والد کو ملی تو وہ اس کے پاس آئے۔ ان کے ساتھ ابو ہاشم عبد اللہ اور حسن پسران محمد بن علی رضؓ (محمد بن حنفیہ) بھی تھے۔ مسلم نے میرے والد کو دیکھا تو اس نے آپ کو خوش آمدید کہی اور تخت پر اپنے پاس بٹھایا۔ اور میرے والد سے کو دریافت کیا کہ آپ میرے بعد کیسے رہے میرے والد نے اللہ کی حمد و ثنا اور شکر ادا کیا۔ مسلم نے کہا کہ امیر المومنین نے آپ کیساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔ تو میرے والد (یعنی علی بن زین العابدین) نے فرمایا دیا صلی اللہ امیر المومنین (یعنی امیر المومنین یزید کو اللہ اپنی رحمت ڈھانپے۔ (طبقات ابن سعد)

شیعہ مورخ اسکی تائید کرتے ہیں

جناب محمد باقرؒ کی اس روایت کو الامامۃ والسیاسۃ کے شیعہ مورخ نے۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں ڈھانپے کیساتھ اچھی جزاء کے الفاظ بھی بڑھائے ہیں۔

لکھا ہے "مسلم بن عقبہ نے مدینہ سے روانگی سے پہلے جب علی بن حسین رضؓ کے متعلق دریافت کیا کہ کیا وہ یہاں ہی ہیں۔ اس سے کہا گیا کہ ہاں وہ ہیں۔ علی ابن حسین نے جب سنا تو اسکے پاس آئے ان کی ساتھ ان کے فرزند بھی تھے مسلم نے آپکا استقبال کیا اور خوش آمدید کہی۔ اور آپ کو اپنے پاس بٹھایا اور کہا کہ امیر المومنین نے آپ کے بارے میں مجھے وصیت فرمائی تھی کہ میں آپ کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤں یہ سن

کر جناب علی بن حسین (زین العابدین) نے کہا صلی اللہ امیر المومنین واحسن جزاء (یعنی اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں ڈھانپے امیر المومنین یزید رضؓ کو اور جزاء خیر عنایت فرمائے (ص ۲۳۹ جلد ۱ الامامۃ والسیاسۃ)

اہل حق غور فرمادیں کہ یہ ایک شیعہ بیان کرتا ہے جس کا دعویٰ ہے کہ قتل حسین رضؓ کا صدمہ ان سے زیادہ شاید ہی کسی شخص کو ہوا ہوگا۔ اور بیان ہے سیدنا حسین رضؓ کے حقیقی پوتے کا جو کربلا میں موجود تھے اور جن کو اس قتل سے از حد صدمہ ہوا تھا۔ اگر دیانتداری سے مندرجہ بالا حوالوں پر غور کیا جائے تو حقیقت روز روشن کی طرح سامنے آجاتی ہے اگر امیر المومنین یزید رضؓ کا قتل حسین رضؓ میں کسی طرح کا بھی واسطہ ہوتا، یا آپ میں کسی قسم کا کوئی بھی عیب ہوتا تو ہمارے یہ بزرگ شیعوں کے امام اور سیدنا حسین رضؓ کے تمام لوگوں سے زیادہ ہمدرد آپ کے بھائی محمد بن علی رضؓ آپ کے لائق اور ہونہار فرشتہ خصلت فرزند جناب زین العابدینؒ اور محمد باقرؒ شیعوں کے چوتھے اور پانچویں امام جن پر شیعہ مذہب کی بنیاد ہے۔ کسی طور بھی امیر کی تعریفیں اور ان کے لئے اس طرح کی دعائیں نہ کرتے۔ اگر عقل سلیم سے کام لیا جائے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جو لوگ کوفی اور سبائی پروپیگنڈے سے بہک کر امیر المومنین یزید رضؓ کو برا کہتے ہیں وہ ان بزرگ ہستیوں کے ایمان اور مسلک پر ناروا حملے کر رہے ہیں۔

حجۃ الاسلام حضرت امام غزالیؒ امیر المومنین یزید رضؓ کے لئے رحمت کی دعا کرتے ہیں

حضرت امام غزالیؒ نے امیر المومنین یزید رضؓ کے متعلق صحیح العقیدہ مسلمان ہونے اور ایک مومن کی حیثیت سے ان پر رحمۃ اللہ علیہ کہنے کو جائز ہی نہیں بلکہ مستحب قرار دیا ہے

فرماتے ہیں :۔ اور یزیدؓ صحیح الاسلام تھا۔ اور یہ صحیح نہیں کہ اس نے حسینؓ کو قتل کرایا، یا اس کا حکم دیا، یا اس پر راضی ہوا۔ پس جب یہ قتل اس (یزیدؓ) سے پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتا تو پھر اس کے ساتھ ایسی بدگمانی حرام ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بدگمانی سے بچتے رہو۔ اس لئے کہ بعض بدگمانی سخت گناہ ہوتی ہے۔ اور نبی صلعم نے فرمایا ہے کہ مسلم کا مال اس کی جان اسکی آبروریزی اور اسکے ساتھ بدگمانی کرنے کو حرام ٹھہرایا ہے۔ جو شخص بدگمانی کرتا ہے یا کہتا ہو کہ یزیدؓ نے قتل حسینؓ کا حکم دیا۔ یا اس پر رضامندی کا اظہار کیا۔ تو جاننا چاہئے کہ ایسا شخص پرلے درجے کا احمق ہے۔ اور جب حقیقت تعصب کے پردوں میں روپوش ہے تو پھر مسلمانوں کے ساتھ حسن ظن رکھنا واجب ہے، جہاں حُسنِ ظن کے قرائن موجود ہوں، وہاں ان (یزید) پر رحمۃ اللہ کہنا جائز بلکہ مستحب ہے۔ اور وہ (یعنی یزیدؓ) تو ہماری ہر نماز کے اس قول اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ میں داخل ہیں کیوں کہ وہ مومن تھے۔

(صفحہ ۴۶۵ جلد ۱ وفیات الاعیان لابن خلکان)

حافظ عبد الغنی صاحب مقدسیؒ بھی امیر المومنین یزیدؓ کے مداح تھے

حافظ ابن رجب حنبلیؒ اپنی کتاب "الذیل علیٰ طبقات الحنابلۃ کی جلد دوم ص۳۴ پر حافظ عبد الغنی مقدسی محدث عصر کا ایک فتوٰی درج کرتے ہیں کہ ان سے امیر یزیدؓ بن معاویہؓ کی خلافت کے بارے میں سوال کیا گیا۔ آپ نے جواب دیا۔ "اس کی خلافت صحیح (حق) ہے نیز فرمایا کہ بعض علماء فرماتے ہیں۔ کہ یزیدؓ (رض) سے ستر صحابہ (رض) نے بیعت کی۔ ایک ان میں سے عبد اللہ بن عمرؓ بھی ہیں۔ اور اس کی محبت کے بارے میں فرمایا۔ کہ اس سے محبت کرنے والے کی محبت کا انکار بھی نہ کیا جائیگا۔ اور جو شخص ایسا نہ کرے اس پر بھی

لازم نہیں کہ وہ ایسا کرے۔ کیونکہ وہ آنحضرتؐ کے صحابہؓ میں سے نہیں۔ البتہ صحابہ کرامؓ کی صحبت کی وجہ سے التزام کرنا چاہیئے تاکہ صحابہؓ کی عزت ہو۔ ص۳۴ طبع مصر)

حافظ ابن کثیرؒ امیر المومنین یزیدؓ کو مومنین میں شمار کرتے ہیں

حافظ ابن کثیرؒ نے بھی فقیہ الکیا الہراسی کے استفتاء اور امام غزالیؒ کے فتوٰی کا ذکر کرتے ہوئے یزیدؓ پر سب و شتم کرنے سے منع فرمایا ہے کیوں کہ وہ مسلمان تھے اور یہ ثابت نہیں کہ وہ قتل حسینؓ سے راضی تھے۔ اور امام غزالیؒ نے (امیر یزیدؓ) پر سب و شتم کرنے سے منع کیا ہے۔ کیونکہ وہ مسلمان تھے۔ اور یہ ثابت نہیں کہ وہ قتل حسینؓ سے راضی تھے۔ رہا ان (یزیدؒ) پر رحمۃ اللہ علیہ کہنا سو یہ جائز بلکہ مستحب ہے۔ اور ہم ان پر رحمت کی دعا اپنی نمازوں میں تمام مسلمانوں اور مومنین کے شمول کیساتھ مانگا کرتے ہیں (ص۱۷۳ جلد ۱۲ البدایہ والنہایہ)

امام احمد بن حنبلؒ اور امیر المومنین یزیدؓ

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں۔ کہ امیر المومنین یزیدؓ اپنے خطبوں میں فرمایا کرتے تھے کہ جب کوئی شخص تم میں سے بیمار پڑ جائے اور جب شفایاب ہو تو پھر اسے غور کرنا چاہئے کہ وہ کون سا نیک عمل تھا جس کی وجہ سے اس پر رحم کیا گیا ہے۔ اسے لازم پکڑے اور پھر یہ بھی سوچے کہ وہ کون سا برا عمل تھا جس کی وجہ سے اس پر بل پڑا۔ اسے ہمیشہ کے لئے چھوڑ دے۔ (العواصم من القواصم ص۲۳۲ طبع قاہرہ)

شیعوں کے عالم امیر المومنین یزیدؓ کی مدح کرتے ہیں

شیعوں کے روح رواں جناب میر علی حیدر صاحب

ایڈیٹر رسالہ "اصلاح و الشمس" انڈیا جن کو شیعہ فرقہ کی دینی و دنیوی اصلاح کا دعویٰ ہے اصحاب ثلاثہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شان میں گستاخی اور امیر یزید رض کی مدح سرائی کرتے ہوئے اپنے عقیدہ کا ڈنکے کی چوٹ سے اعلان کرتے ہیں کہ اصحاب رض ثلاثہ رض کی مخالفت کرنا شیعہ کا دینی و ملی فرض ہے۔ اپنا دینی فرض پورا کرتے ہوئے اصحاب رض ثلاثہ سے جو بعد از رسول اسلام میں بزرگ ترین ہستیاں ہیں ان سے امیر یزید رض کا تقابل کرتے ہیں محض سب وشتم کے لئے حالانکہ امیر یزید رض کا ان بزرگوں کے سامنے ایک ادنیٰ خادم ہی کا درجہ ہو سکتا ہے۔ بہر حال یہ خالی شیعہ لکھتا ہے کہ۔

(۱) نسبی حالت اس کی ایسی تھی کہ اس کا دادا ابوسفیان رض تمسخر ابوبکر رض و عمر رض کو اذل بطن قریش کہتا۔ اور ابوبکر رض و عمر رض ابوسفیان کو سید و شیخ قریش کہا کرتے تھے (رسالہ الشمس ص۱۲ جلد ۸)

(۲) شیخین رض کو یہ شرف حاصل نہ ہوا۔ کہ کبھی اپنی وصلت و پیوند خاندان بنو امیہ میں کر سکیں۔ مگر یزید رض ایسا معزز و سربر آوردہ تھا کہ خلیفہ دوم کی پوتی سے عقد کیا۔ تو کیا اسکے بعد بھی کسی کو شرافت نسبی میں یزید رض کے شبہ ہو سکتا ہے۔ (ص۱۲)

(۳) خلافت ابوبکر رض میں اکثر ارتداد عرب ہوئی تھی بجز مکہ و مدینہ۔ اسی طرح عمر رض و عثمان رض دونوں کی خلافتوں میں بھی صدہا، ہزارہا نہیں لاکھوں آدمی مرتد ہوئے تھے اسلام سے خارج ہوئے تھے۔ بخلاف اسکے یزید رض کی خلافت میں ایک متنفس بھی مرتد نہیں ہوا۔ بلکہ اس درجہ اسلام کو ترقی ہوئی کہ عہد خلفائے ثلاثہ میں بھی یہ بات نہ ہوئی تھی ص۱۳)

(۴) خلفائے ثلاثہ کی کونسی علامت یا نشان خلافت کا حقہ ہے جو خلفائے ثلاثہ میں پائی گئی اور یزید رض کی خلافت میں نہ پائی گئی ہو۔ (ص۱۴ رسالہ الشمس جلد ۸ نمبر ۸ و تلک عشرہ کاملہ) بحوالہ تشحیذ اذہان ص۵۶۷ ۱۹۱۲ء لاہور

کاش میر علی حیدر صاحب نے جہاں خلیفہ دوم سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی پوتی کے نکاح امیر المومنین یزید رض سے عوام کو روشناس کرایا ہے۔ وہاں اگر آپ تقیہ کا لباس اتار کر دیانتداری سے کام لیتے ہوئے یہ بھی عوام کو بتا دیتے کہ امیر المومنین یزید رض اپنا پیوند ابی طالب کے گھر بھی جوڑنے میں کامیاب رہے، تو کیا ہی بہتر ہوتا۔ مثلاً سیدنا عبداللہ بن جعفر طیار رض بن ابی طالب آنحضور صلعم کے منہ بولے بیٹے اپنی دختر نیک اختر سیدہ ام محمد کا نکاح امیر المومنین یزید رض سے کرتے ہیں (ص۸۳ کتاب نسب قریش و جمہرۃ الانساب ص۹۲) اور جناب عباس مقتول کربلا کے بیٹے عبداللہ بن عباس بن سیدنا علی رض اپنی بیٹی سیدہ نفیسہ کا نکاح امیر المومنین یزید رض کے پوتے خالد بن یزید رض سے کرتے ہیں۔ (کتاب نسب قریش و جمہرۃ الانساب)

امیر یزید رضی اللہ عنہ اور شیعہ کتاب آیات محکمات

شیعہ مورخ مولف "آیات محکمات" بھی امام غزالی رح اور کچھ دوسرے بزرگوں کے بارے میں تحریر کرتے ہیں کہ یہ بزرگ بھی امیر یزید رض کی شان بیان کرتے ہیں۔

(۱) امام غزالی رح فرماتے ہیں کہ یزید پر رحمت بھیجنا اور اسکے حق میں دعائے مغفرت کرنا مستحب ہے، اس لئے کہ وہ مومن تھے۔ یزید رض کے لئے طلب رحمت کرنا جائز ہے بلکہ وہ مومن ہونیکی وجہ سے ہماری ہر دعا اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ اَلخ میں داخل ہے (تاریخ ابن خلکان ص۴۱۲ جلد ۱)

(۲) ملا علی قاری "ضوء المعانی" کے صفحہ ۵۴ پر یزید رض کے باب میں لکھتے ہیں۔ یعنی حکم دینا قتل حسین رض۔ بلکہ قتل کرنا ان کا موجب لعنت نہیں ہے۔ اسلئے مقتضیٰ مذہب اہل سنت کے

(۳) نواب صدیق حسن رض بھوپالی اپنی کتاب حج الکرامہ میں رقمطراز ہیں کہ۔ ابن عربی کا قول

ہے کہ یزیدؓ نے حسینؓ کو قتل نہیں کیا۔ بلکہ وہ اپنے نانا کی تلوار سے قتل ہوئے یزید کے ہاتھ پر بیعت ہو چکی تھی۔ پس حسینؓ باغی اور بیعت توڑنے والے ٹھہرے اور اس میں شک نہیں کہ اس کا باپ معاویہؓ خلیفہ برحق تھے۔ اور اس کی خلافت پر (یعنی یزید کی) امام حسینؓ کے بعد اجماع ہوگیا تھا (ہو چکا تھا) آیات محکمات ص۵۴۹ تا ۵۵۰

یزید نام سے محبت

زمانہ حال کے مشہور مصری عالم سید محب الدین خطیب اپنی کتاب "شیعہ سنی اتحاد" میں تحریر فرماتے ہیں کہ عبداللہؓ بن جعفر متوفی ۸۰ھ کے ایک لڑکے کا نام ابوبکر اور دوسرے کا معاویہ تھا اور معاویہ ابن عبداللہ بن جعفرؓ نے اپنے بیٹے کا نام یزید رکھا۔ کیوں کہ وہ یزیدؓ کو نیک سیرت اور خوش اطوار سمجھتے تھے۔

محمد بن حنفیہؒ کا اعلان حق

اور محمد بن حنفیہ نے ایک بیان سے اس امر کی تائید ہوتی ہے ابن مطیع محمد بن حنفیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور ان گفتگو کہا کہ یزیدؓ شرابی ہے۔ نماز اور تارک قرآن ہے۔ ابن حنفیہ نے کہا غلط ہے۔ میں خود اس کے پاس جاتا ہوں کئی روز ٹھہرتا ہوں میں نے اسے پابند صلوٰۃ تابع سنت، طالب خیر اور مذہبی مسائل کو دریافت کرتے والا پایا ہے۔ ابن مطیع نے کہا یہ محض اس کا تصنع اور نمود تھا۔ ابن حنفیہ نے کہا۔ اس کا مجھ سے کون سا نفع و نقصان وابستہ تھا کہ اسے نمود و نمائش کی ضرورت لاحق ہوئی۔ یزیدؓ کی مے خوری سے متعلق آپ کو بتاؤں۔ اگر اس نے آپ کو خود بتایا ہے تو لامحالا آپ اس کے ہم نوالا ہم پیالہ ہیں اگر اس نے خود نہیں بتایا تو بلا دانست و علم شہادت درست نہیں (یعنی یہ سب کچھ جھوٹ ہے) ابن مطیع نے کہا گو ہم نے دیکھا نہیں مگر بات درست ہے

تو ابن حنفیہ نے کہا گواہی اور شہادت کے لئے علم و دانست ضروری ہے۔ قرآن پاک میں ہے۔ مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ اور یاد رکھو کہ مجھے تمہارے اس امر سے کوئی سروکار نہیں ہے (البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص۲۳۲)

جب حضرت علیؓ کے فرزند محمد بن حنفیہ یزیدؓ کی صفائی پیش کرتے ہیں اور اس کو عمدہ صفات کا حامل سمجھتے ہیں، تو شیعہ اہل سنت سے یہ توقع کس بنا پر قائم کر سکتے ہیں کہ وہ حضرت معاویہؓ اور دیگر صحابہؓ جو یزیدؓ سے بدرجہا افضل و برتر ہیں کے بارے میں ان کے قبیح موقف کی حمایت کریں گے (ص۶۱ تا ۷۵ کتاب شیعہ سنی اتحاد طبع لاہور ناشر جامع محمدیہ اوکاڑا)

باب چہارم

امیر المومنین یزیدؓ کی مخالفت کے لئے سیدنا حسینؓ سیدنا معاویہؓ کی وفات کے منتظر تھے!

سیدنا حسینؓ جناب معاویہؓ کی زندگی میں خاموش آپ کے عطا کردہ وظائف سے مستفید ہوتے رہے۔ جب سیدنا معاویہؓ اس دار فانی سے کوچ کر گئے، تو دمشق میں امیر المومنین یزیدؓ کی بیعت عام کے بعد مدینہ منورہ میں حاکم مدینہ نے سیدنا حسینؓ کو بلا بھیجا، تو آپ نے جو عہد و پیمان سیدنا حسنؓ کی وفات پر کوفیوں سے کئے تھے۔ کہ امیر معاویہؓ کو مرنے دو بقول نقوی صاحب یہ

آخری فقرہ بڑا دور رس تھا۔ یعنی جب معاویہؓ مر جائیں گے اور جانشین نامزد کر جائیں گے۔ تو وہ وقت ہوگا جب ہماری طرف سے کوئی دوسرا اقدام کیا جائے گا۔ (شہید انسانیت) لہذا اس عہد و پیمان کے مطابق دوسرا قدم اٹھانے کا وقت آپ کو یاد تھا۔ جونہی انہیں سیدنا معاویہؓ کی رحلت کی خبر ملی تو اپنے دلی مقاصد کی برادری کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے، اور اس سلسلہ میں آپ کا پہلا قدم اس طرح اٹھاتے ہیں کہ حاکم مدینہ کی پر امن طلبی پر تیس مسلح جوانوں کو ساتھ لے گئے۔ تاکہ اگر حاکم مدینہ بیعت کرنے پر مجبور کرے تو اس کا جواب طاقت سے دیا جائے۔ اور کسی قیمت پر بھی یزیدؓ کی بیعت نہ کی جائے۔ خواہ جنگ کا آغاز ابھی سے کیوں نہ کرنا پڑے نہیں سوچتے کہ اس کے نتائج کیا بر آمد ہونگے لہذا آپ حاکم مدینہ سے واپس آکر مدینہ سے مکہ اور پھر بعد میں وہاں سے کربلا پہنچ جاتے ہیں امیر کی بیعت سے گریز اور اپنی خلافت کی طلب کے نتائج پیدا ہونے تک آپ نے جو کچھ کیا وہی دراصل اس تمام سلسلہ کی روح رواں ہے جسے سمجھ لینے کے بعد قارئین باآسانی اس نتیجہ پر پہنچ جائیں گے۔ کہ سیدنا حسینؓ نے خود ہی ایسے حالات پیدا کئے تھے جو بالآخر واقعہ کربلا پر منتج ہوئے۔

مجلسی لکھتے ہیں۔ پس حضرت نے تیس آدمیوں کو حکم دیا کہ ہتھیار سج لیں جب سب تیار ہو گئے تو امام حسینؓ اپنے ہمراہ لے گئے اور فرمایا کہ تم کہ تم سب دروازے پر ٹھہرو، جب میری آواز بلند ہو تو اندر چلے آنا جب امام حسینؓ داخل مجلس ولید ہوئے۔ دیکھا کہ مروان ولید کے پاس تنہا بیٹھا ہے۔ ولید نے خبر مرگ معاویہؓ حضرت سے بیان کی۔ حضرت نے فرمایا

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ ولید نے یزیدؓ کا خط پڑھا۔ حضرت نے فرمایا مجھے یہ گمان نہیں ہے کہ مجھ سے پنہاں تم یزیدؓ کی بیعت کرنے پر راضی ہو، ضرور چاہو گے کہ اعلانیہ لوگوں کے سامنے میں بیعت کروں۔ ولید نے کہا۔ ہاں یہی مقصود ہے حضرت نے فرمایا کل صبح اس باب میں جواب دوں گا۔ ولید نے کہا بہت اچھا! حافظ آپ تشریف لے جائیں پھر مجمع مردم میں آپ سے ملاقات ہو گی۔ (صـ۴۲۳ باب ۵ جلاء العیون) دوسرے شیعہ مورخ اور باقی مورخ بھی معمولی تبدیلی الفاظ کے ساتھ یہی کچھ بیان کرتے ہیں مثلاً شہید انسانیت صـ۲۰۷۔ روضۃ الاصفیاء صـ۲۴۸ طبع لاہور۔ طبری صـ۱۲۶ جلد ۲۔ ابن اثیر اور خلدون وغیرہ۔

سیدنا حسینؓ صبح بلانے کے وعدہ کے باوجود رات ہی کو مکہ مکرمہ چلے جاتے ہیں

سیدنا حسینؓ حاکم مدینہ سے بیعت دوسرے روز کرنے یا لوگوں کے سامنے بلانے کا وعدہ کر کے اسی رات کو مدینہ منورہ سے امیر المومنین یزیدؓ کے خلاف خروج کر کے مکہ مکرمہ روانہ ہو گئے تھے جس پر تمام مورخین کا اتفاق ہے۔ مولوی محمد ظفر ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی سرگودھا لکھتے ہیں کہ۔ یزیدؓ کی تجدید بیعت کیلئے حاکم مدینہ نے حسینؓ کو بلایا اور آپ نے جواب دیا کہ اس وقت رات کو بیعت لینے کی بجائے دن میں سب کے سامنے مجھے بھی بلانا، ولید نے منظور کر لیا۔ آپ راتوں رات بیوی بچوں سمیت مکہ مکرمہ روانہ ہو گئے۔ یہ رجب کی ۲۸ تاریخ تھی۔ (صـ۱۶ دو پھول۔ طبری صـ۱۶۶ جلد ۲۔ تاریخ بنی امیہ صـ۳۶)

ابن خلدون لکھتے ہیں کہ۔ | "جوں ہی رات ہوئی امام حسینؓ اپنے لڑکوں

بھائیوں اور بھتیجوں سمیت ابن زبیرؓ کی روانگی کی دوسری شب مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کی طرف نکل کھڑے ہوئے۔" (صفہ کتاب ثانی جلد ۵ تاریخ ابن خلدون) اور علی نقلی لکھتے ہیں " ابھی رات ختم نہ ہوئی تھی کہ آپ مدینہ سے چلے گئے" (شہید انسانیت صفہ ۲۳۹)

علامہ مجلسی لکھتے ہیں " کہ جب ولید نے سنا کہ ابن زبیرؓ مدینہ سے چلے گئے ہیں تو ایک شخص کو معہ چالیس سواروں کے اس کے تعاقب میں روانہ کیا۔ اور جب امام حسینؑ کو گھر میں نہ پایا تو ولید نے کہا، کہ میں خدا کا شکر کرتا ہوں کہ وہ یہاں سے چلے گئے۔

(جلاء العیون باب ۵ صفہ ۲۲۵۔) اور صادق حسین نے یہ الفاظ بڑھائے ہیں۔ جانے دو میں ان کا تعاقب نہ کرونگا۔ ممکن ہے وہ مقابلہ کرنے پر تیار ہو جائیں اور مجھے یہ گوارہ نہیں کہ ان کے خون سے ہاتھ رنگوں۔ (جلد ۲ صفہ ۶ تاریخ اسلام صادق حسین)

اہل بصیرت خوب سمجھتے ہیں کہ سیدنا حسینؓ کا حاکم مدینہ سے دوسرے روز بلانے کا وعدہ فرما کر رات کو ہی مدینہ سے مکہ روانہ ہو جانا بیعت سے حقیقتاً انکار تھا۔ لہٰذا آپ کا بیعت سے انکار کر کے مکہ مکرمہ چلے جانا حقیقت میں امیر المومنین یزیدؓ کے خلاف خروج ہی کا پہلا قدم تھا۔ اس سلسلہ میں اہل نظر کو سابقہ خلفاء جو اس خلافت سے بہت ہی بلند مقام رکھتے تھے۔ ان کا بیعت سے انکار کرنے والوں کے ساتھ سلوک کو مد نظر رکھنا چاہیئے۔ اور پھر اسی شہر مدینہ رسول پاکؐ میں جب سیدنا علیؓ کی بیعت ہوتی ہے تو سیدنا علیؓ کے فوجیوں نے بیعت نہ کرنے والوں سے جو جو سختیاں اور زیادتیاں کی تھیں وہ بھی اہل علم سے پوشیدہ نہیں۔ اور یہ بھی اہل حق جانتے ہیں کہ بعض بیعت سے انکار کرنے والوں کو جان سے ہاتھ دھونے پڑے تھے جب کہ بیعت نہ کرنے والوں کے پاس معقول وجہ

تھی۔ کہ خلیفہ مظلوم و شہید کی بیعت ابھی ہماری گردنوں میں ہے۔ اس لئے پہلے قصاص لیا جائے، پھر دوسری بیعت کا مطالبہ ہونا چاہیئے۔ لیکن مدینہ طیبہ میں لاقانونیت کا دور دورہ تھا۔ عبداللہ بن سبا کے کارندے جو سیدنا علیؓ کے ظاہر امددگار بنے ہوئے تھے۔ وہ بیعت نہ کرنے والوں سے بیدردی اور سختی سے پیش آرہے تھے اور کسی مخالف کی جان و عزت محفوظ نہ تھی۔ بلکہ سیدنا عبداللہ بن عمر فاروق اعظمؓ جیسی ہر دلعزیز ہستی کو بھی سبائی تنگ کرتے ہیں حتیٰ کہ سیدنا علیؓ کو آپ کی ضمانت دینی پڑی کہ ان کو چھوڑ دو ان کا میں خود ضامن ہوں جب یہ چاہیں گے بیعت کرلیں گے تب آپ کو چھوڑ جاتا ہے۔ لیکن یہاں تو امیر المومنین یزیدؓ کی بیعت نہ کرنے والوں کے ساتھ ایک جگہ بھی سختی نہیں کی جاتی بلکہ حاکم مدینہ کو جب سیدنا حسینؓ کے چلے جانیکی خبر ملتی ہے تو وہ کہتا ہے کہ اچھا ہوا وہ چلے گئے ہیں خدا کا شکر کرتا ہوں میں ان کا پیچھا نہ کروں گا۔ لہٰذا سیدنا حسینؓ اور ابن زبیرؓ آزادی سے مکہ مکرمہ تشریف لے جاتے ہیں۔ اور کوئی روک ٹوک نہیں کرتا۔

سیدنا عبداللہ بن عمرؓ اور سیدنا ابن عباسؓ نے سیدنا حسینؓ کو امیر یزیدؓ کی بیعت کا مشورہ دیا

مکہ مکرمہ کے راستہ میں جب حضرت حسینؓ اور ابن زبیرؓ سیدنا عبداللہ بن عمرؓ اور جناب ابن عباسؓ سے ملتے ہیں تو انہوں نے ان کو مدینہ کے حالات سے آگاہ کہ امیر معاویہؓ فوت ہو گئے ہیں اور مدینہ میں یزیدؓ کی بیعت ہو رہی ہے۔ پھر جو کچھ وہ بزرگ ان کو کہتے ہیں وہ تاریخ کی زبان سے ملاحظہ فرما دیں۔

## مشہور شیعہ مورخ طبری کا اعلان حق	واقعہ ہی کہتے ہیں کہ معاویہؓ کی خبر

مرگ اور یزیدؓ کی بیعت کا حکم جب ولید کو پہنچا تو ابن عمرؓ مدینہ میں نہ تھے، اور ابن زبیرؓ و حسینؓ کو جب بیعت کے لئے بلایا تو انہوں نے انکار کر دیا۔ اور اسی رات کو مکہ روانہ ہو گئے۔ ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ مکہ سے آرہے تھے۔ وہ ان کو راستے میں ملے اور پوچھنے لگے کیا خبر ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ موت معاویہؓ اور بیعت یزیدؓ۔ ابن عمرؓ نے کہا تم دونوں خدا سے ڈرو اور جماعت المسلمین میں تفرقہ نہ ڈالو۔ لیکن ابن زبیرؓ اور حسینؓ نہ مڑے۔ پھر ابن عمرؓ مدینہ چلے گئے۔ وہیں ٹھہرے رہے اور ولید بن عقبہ کے پاس آکر انہوں نے بیعت کر لی اور ابن عباسؓ نے بھی (طبری جلد ۲ ص۱۶۶ تا ۱۶۷)

ابن خلدون بھی تصدیق کرتے ہیں

عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ بن عباسؓ امیر معاویہؓ کی وفات کے وقت مکہ میں تھے اور وہاں سے یہ بزرگ واپس آرہے تھے۔ اثنائے راہ امام حسین ما در ابن زبیرؓ سے ملاقات ہو گئی۔ ان دونوں بزرگوں نے امیر معاویہؓ کے مرنے کی اور بیعت یزیدؓ کا حال بتایا۔ ابن عمرؓ نے فرمایا کہ تم دونوں خدا سے ڈرو اور جماعت المسلمین میں تفرقہ مت ڈالو۔ لیکن حسینؓ اور ابن زبیرؓ نہ مڑے اور مکہ چلے گئے۔ عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ بن عباسؓ مدینہ چلے آئے۔ اور بیعت عامہ کے بعد ان دونوں بزرگوں نے بھی بیعت کر لی۔ (ص۱۷ کتاب ثانی جلد ۵ تاریخ ابن خلدون۔ بہ تغییر الفاظ تمام مورخ اس پر متفق ہیں۔ ص۱۰ جلد ۲ تاریخ اسلام صادق حسین ص۳۶ تاریخ بنی امیہ)

جماعت المسلمین میں تفرقہ کا پہلا بیج

هوشتملم المسلمین 22/78

اہل حق یہاں ایک بات اچھی طرح نوٹ فرما لیں کہ سیدنا عبداللہ بن عمرؓ کا یہ ارشاد کہ تم دونوں خدا سے ڈرو اور جماعت المسلمین

میں تفرقہ نہ ڈالو۔ ثابت کرتا ہے کہ یہ دونوں بزرگ ہستیاں یعنی ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ اس بات پر متفق تھیں۔ کہ بیعت سے گریز کر کے امت میں تفرقہ ڈال کر نہ جایئے یہ نبی پاکؐ سے فیض یافتہ ہستیاں اس وقت کے تمام مسلمانوں پر اپنی علمی اور دوسری صلاحیتوں سے امتیاز و تفوق رکھتی تھیں۔ ان کی رائے کو رد کرنا احکام شریعت کی خلاف ورزی کا پیش خیمہ تھا۔ کیونکہ یہ دونوں بزرگ رہبر اعظم محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلیم حاصل کر کے دین حق کا عکس بن چکے تھے۔ اور قیامت تک مسلمانوں کو ان کی رائے اور حکم پر عمل کرنا ضروری اور لازمی ہے۔

امیر المومنین یزیدؓ کی سرتاجی سے ان دونوں بزرگوں کا حضرت حسینؓ اور ابن زبیرؓ کو منع کرنا کہ تم دونوں خدا سے ڈرو اور جماعت المسلمین میں تفرقہ نہ ڈالو ہی کافی تھا۔ سیدنا حسینؓ اور ابن زبیرؓ کو یہ نصیحت کہ تم دونوں خدا سے ڈرو اور تفرقہ ڈال کر نہ جاؤ۔ سیدنا ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ دونوں ہی نے کی تھی۔ اگرچہ الفاظ منسوب ابن عمرؓ ہی سے مورخین نے کئے ہیں۔ لیکن سیدنا حسینؓ کو اگر یہ نصیحت نہ کی گئی ہوتی تو سیدنا ابن عباسؓ اس کی لازماً تردید فرما دیتے کہ حسینؓ اس نصیحت سے مستثنیٰ ہیں۔ مگر آپ نے اسکی تردید نہیں فرمائی بلکہ آخر تک یعنی سیدنا حسینؓ کے کوفہ روانہ ہونے تک سمجھاتے رہے کیوں کہ جناب ابن عباسؓ حسینؓ کے چچا تھے، اور نہیں چاہتے تھے کہ آپ کو کوئی تکلیف ہو۔ بلکہ ہمارا تو یہاں تک خیال ہے کہ اتنے اہم معاملہ پر ضرور سیدنا عبداللہ بن عباس نے بھی سیدنا حسینؓ اور ابن زبیرؓ کو امیر المومنین یزید کے خلاف اٹھنے سے منع فرمایا ہوگا اور آنحضور صلعم کا ارشاد بھی سنایا ہوگا۔ کہ جو شخص امیر کی اطاعت کرتا ہے وہ میری بلکہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے اور جو امیر کی نافرمانی کرتا ہے وہ میری بلکہ اللہ تعالیٰ

کی نافرمانی کرتا ہے۔ جو شیعہ مورخین نے تقیہ کی بناء پر تاریخ کی کتابوں سے غائب کر دیا ہے۔ کیوں کہ سیدنا ابن عباس رضؓ ابھی ابھی مکہ مکرمہ میں امیر یزید رضؓ کی بیعت کر کے آئے تھے۔ اور وہاں آپ نے فرمایا تھا، کہ امیر یزید رضؓ اپنے خاندان میں صالح فرزند ہے۔ یہاں کس طرح خاموش رہ سکتے تھے۔ جب کہ خاص طور پر دربار نبوت صلعم سے اطاعت امیر کا حکم ملا ہوا تھا۔

سیدنا حسین رضؓ کا مقصد صرف حصولِ خلافت تھا

اہل حق کو یہاں اس بات پر اچھی طرح غور کرنا چاہیے کہ اگر امیر یزید رضؓ میں کسی قسم کا کوئی بھی نقص ہوتا تو اول یہ بزرگ نہ تو خود امیر سے خلافت کی بیعت کرتے اور نہ ہی سیدنا حسینؓ وابن زبیر رضؓ کو امیر کے خلاف اٹھنے سے روکتے ان دونوں بزرگوں کا سیدنا حسین رضؓ اور ابن زبیر رضؓ کو امیر کی بیعت سے گریز کر کے مدینہ سے چلے آنے کو یہ کہنا کہ تم دونوں خدا سے ڈرو اور جماعت المسلمین میں تفرقہ نہ ڈالو۔ ثابت کرتا ہے کہ امیر میں کسی قسم کا کوئی بھی نقص نہ تھا۔ کیوں کہ ان بزرگوں کی شان کے خلاف تھا کہ یہ ایک غلط کار انسان کے لئے ابن زبیر رضؓ اور سیدنا حسین رضؓ کو خدا سے نہ ڈراتے۔ اور نہ ہی تفرقہ ڈالنے والے کہتے۔

اگر امیر میں کسی قسم کا کوئی بھی عیب ہوتا تو سیدنا حسین رضؓ وابن زبیر رضؓ دونوں ان بزرگوں کو برملا کہتے کہ ہم تفرقہ نہیں ڈال رہے بلکہ یزید رضؓ میں فلاں فلاں عیب ہیں اسلئے ہم اس کی بیعت نہیں کرتے۔ یا یہ کہتے کہ یزید کے علاوہ کسی دوسرے شخص کو جو خلافت کا اہل ہو منتخب کر لو ہم اس کی بیعت کر لیتے ہیں۔ ان دونوں بزرگوں کا اب یا اس کے بعد اپنی زندگی میں کسی بزرگ کے روبرو اور کسی ایک جگہ پر بھی امیر

یزید رضؓ کے کریکٹر و چال چلن اور طور اطوار کے متعلق ایک لفظ بھی اس وقت جب ان کو تفرقہ ڈالنے پر خدا سے ڈرایا جا رہا ہے، اور نہ ہی کسی دوسرے موقعہ پر ان بزرگوں کا اپنی زبانوں سے نہ کہنا آخر کس بات کی دلیل ہے۔ اگر امیر میں کوئی بھی نقص ہوتا تو یہ دونوں بزرگ ہر حالت میں اس کو بیان کرتے کیونکہ دنیائے اسلام میں فقط یہی دو شخص تھے جو امیر المومنین یزید رضؓ کے مقابلہ میں خلافت کے لئے کھڑے ہوئے تھے اور دنیا کا یہ مانا ہوا اصول ہے کہ لوگ اپنے مد مقابل پر طرح طرح کے بہتان باندھتے ہیں۔ اور جب تک الیسا نہ کریں ان کے اقدام کا جواز پیدا نہیں ہوتا لیکن یہ دونوں بزرگ امیر یزید رضؓ کسی قسم کا بہتان اور الزام تراشی کرنا اپنے ایمان کے خلاف سمجھے۔ کتبِ تاریخ سے ان دونوں بزرگوں کی زبان سے امیر یزید رضؓ کے خلاف ایک لفظ بھی ثابت کرنا ناممکن ہے لہذا ان دونوں بزرگوں کا امیر یزید رضؓ کے خلاف خلافت کے لئے کھڑا ہونا امیر کی نا اہلیت پر دلیل نہیں ہو سکتا اور نہ ہی ان دونوں بزرگوں کا اقدام دلیل اور حجت ہو سکتا ہے۔ اس لئے کہ ایک طرف تو تمام صحابہ کرام رضؓ اور باقی تمام مسلمان ہیں اور دوسری طرف یہ دونوں بزرگ اور وہ فتنہ پرور دین میں تفرقہ ڈالنے والے سبائی جو سیدنا عثمان رضؓ اور سیدنا علی رضؓ کے قاتل اور سیدنا حسن رضؓ پر حملہ کرنے اور آپ کا سامان لوٹنے والے ہیں۔ ان حالات کے ہوتے ہوئے تو ہر حق پسند شخص اسی نتیجہ پر پہنچے گا کہ یہ دونوں بزرگ خلافت کو اپنا خاندانی حق سمجھ کر تمام صحابہ کرام رضؓ اور دوسرے مسلمانوں کے سمجھاتے اور منع کرنے کے باوجود بھی اپنی ضد پر قائم رہے۔

کیا ایک نیک انسان رات ہی رات میں فاسق ہو گیا

میری قوم کے ناخداؤ! خدارا انصاف اور دیانتداری کو پیش نظر رکھ کر اس بات پر غور کیجئے کہ کبھی ایسا بھی ممکن ہے کہ ایک شخص اپنی عمر کے ۳۸ سال تک تو نیک اور پاکباز رہے اس کی جوانی بے داغ ہو لیکن جب اُس کے بچے جوان ہو جائیں اس پر نہایت ہی اہم ذمہ داریوں کے پہاڑ ڈال دیئے جائیں اور وہ ابھی سنبھلنے بھی نہ پائے اس کے دل میں عظیم اور مرحوم باپ کا ناقابل فراموش موت کا غم بھی تازہ ہو اور یکایک ہفتے عشرے یا پندرہ بیس دن یا ایک دو ماہ میں ایسا بدل جائے کہ دنیا میں اس جیسا اور کوئی برا شخص نظر ہی نہ آئے۔ افسوس صد افسوس کہ اسلام کے "علمبرداروں" نے انسانیت کا جنازہ نکال کر رکھ دیا۔ اور ناممکن کو ممکن کر دکھایا۔ کذب کی انتہا کر دی اور آسمان و زمین کے قلابے ملا دیئے۔ جو قوم دنیا کو راہ راست پر لانے کے لئے وجود میں آئی تھی وہ خود ہی تقلید کی اندھی غار میں گر کر تماشہ بن کر رہ گئی ہے۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ۔ امیر المومنین یزید ؓ ۲۲ھ میں پیدا ہوئے۔ (ص ۱۲۵ جلد ۷ البدایہ والنہایہ د سنہ ۲۲ھ میں امیر یزید ؓ پیدا ہوئے) اور سنہ ۶۰ھ میں عہدہ خلافت پر متمکن ہوئے اس لحاظ سے جناب معاویہ ؓ کی وفات حسرت آیات پر امیر کی عمر ۳۸ سال ہوئی آج تک شیعہ مؤرخین کو چھوڑ کر باقی تمام نیک مسلمانوں کا اس بات پر مکمل طور پر اتفاق ہے کہ سیدنا معاویہ ؓ کی وفات تک امیر المومنین یزید ؓ میں کسی قسم کا کوئی نقص نہ تھا جس کا ثبوت اصحاب نبی پاک صلعم کے عمل سے واضح طور پر ملتا ہے۔ کہ آفتاب نبوت کے روشن ستاروں نے امیر یزید ؓ کے زیر امارت فرائض نمازیں اور مناسک حج ادا فرمائے۔

بلکہ امیر کی قیادت میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیے۔ لہٰذا سیدنا حسین ؓ بھی امیر کو نیک کردار ہی سمجھتے تھے۔ سیدنا حسین ؓ کا امیر یزید ؓ سے بیعت نہ کرنے کے جو وجوہات بیان کیے جا رہے ہیں یہ سب سبائی پروپیگنڈا ہے۔ کیونکہ جب دمشق میں سیدنا معاویہ ؓ کی وفات پر امیر کو ذمہ داریاں سنبھالنا پڑیں۔ اتنی بڑی ذمہ داریاں اور پھر بہت ہی شفیق و مہربان باپ کا غم اور ۳۸ سال کی عمر جس میں ہر انسان اپنی ذمہ داری کو محسوس کرنے لگتا ہے۔ یہ تو ہر کوئی جانتا ہے کہ ایک نیک خو رات ہی رات میں کس طرح بدخو ہو سکتا ہے۔ اور یہ بھی ہر شخص جانتا ہے کہ ان حالات کے ہوتے ہوئے تو ایک بداطوار سے بداطوار انسان بھی کم از کم ننگ و ناموس برقرار رکھنے کی کوشش کرتا ہے اور اپنے آپ کو کچھ مدت کے لئے تو راست رو رکھتا ہے۔ ایسے علم ہوتا ہے کہ اس دنیا میں کوئی کسی کو معاف نہیں کرتا۔ لیکن یہاں تو معاملہ ہی دگرگوں ہے اور دنیا کے تمام اصول ہی بالائے طاق رکھ کر کہا جا رہا ہے کہ امیر یزید ؓ رات ہی رات میں فاجر و فاسق ہو گئے تھے۔ اور اب انہیں کسی صورت بھی معاف نہیں کیا جا سکتا سبحان اللہ! رات تو تھے نیک خو اور صبح ہوتے ہی بدخو ہو گئے۔ کیوں اسلئے کہ شام کے وقت مدینہ منورہ میں سیدنا معاویہ ؓ کے فوت ہونے کی خبر پہنچتی ہے اور اس وقت سیدنا حسین ؓ کو بیعت کے لئے بلایا جاتا ہے۔ سیدنا حسین ؓ برملا تو بیعت سے انکار نہ کر سکے۔ لیکن ذہن میں کوئی دوسرا پروگرام رکھتے تھے فرماتے ہیں کہ صبح جب تمام لوگوں کو بیعت کے لئے بلاؤ گے تو اس وقت مجھے بھی بلانا۔ لیکن جیسا کہ دنیا کو علم ہے کہ آپ مدینہ سے رات ہی رات میں امیر کے خلاف خروج کر کے مکہ مکرمہ چلے گئے۔ اور امیر یزید ؓ کو بعد آنے والے کوئی سبائیوں اور اندھی عقیدت

کے بچادیوں نے رات ہی رات میں فاسق بنا دیا۔ عقل مندی اور راست بازی
کا تقاضا یہ ہے کہ ہم صحابہ کرامؓ کے ایک ایک عمل پر غور کریں اور دیکھیں کہ جب
ان بزرگوں نے امیر المومنین یزیدؒ کے خلاف کسی قسم کی کوئی بات نہیں کہی۔ بلکہ
ہر آن ستائش کی ہے۔ تو پھر ہم کیوں ان کوفی تفرقہ بازوں کے بہکاتے میں آکر صحابہ
کرامؓ کے مسلک کے خلاف چل رہے ہیں، جس شخصیت پرستی کو آنحضور صلعم دنیا
سے مٹانے آئے تھے، بدقسمتی سے مسلمان پھر اسی اندھی تقلید کے باعث بعض
بزرگان دین کے صحیح مقام کو حد سے زیادہ بڑھا رہے ہے۔ اور بعض کو ناحق گرا رہے
ہیں، جو اسلام کے اصول کے سراسر منافی ہے۔

چراغ تلے اندھیرا

علامہ ابن خلدونؒ کے حقیقت نگار قلم کے چمکدار الفاظ جو ہم نے کتاب کے شروع میں درج کر
دیئے ہیں جو آپ حضرات ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ علامہ موصوف کے ان الفاظ سے
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مندرجہ ذیل فقرے مقدمہ ابن خلدون میں کسی اور نے بڑھا دیئے
ہیں۔ اگر نہیں تو اہل بصیرت حضرات کو ہر حالت میں اس بات کا اقرار کرنا پڑے گا۔
کہ خود علامہ صاحب موصوف بھی اعلان حق کرتے کرتے اندھی عقیدت اور کوفی
پروپیگنڈے کا شکار ہو کر اس مثال کا مصداق ہو کر رہ گئے۔ دیگراں نصیحت اور خود را فضیحت

علامہ صاحب کے بیان میں تضاد

(۱) "وہ فسق و فجور جو یزیدؓ سے اسکی خلافت کے عہد میں صادر ہوا۔ مقدمہ ص۲۴۲
(۲) "جب یزیدؓ سے بداعمالیاں آزادانہ ہونے لگیں" ص۲۴۲ مقدمہ)
(۳) جب یزیدؓ کا فسق و فجور تمام اہل زمانہ کے سامنے ظاہر ہو گیا" تو طرف داران

اہلبیت نے کوفہ سے حضرت حسینؓ کو بلوایا اور لکھا کہ آپ (جلدی) تشریف لائیں۔
ہم آپ کی پشت پناہی میں ہیں۔ آپ نے سوچا کہ یزیدؓ کی بدکرداریوں کی وجہ سے
اٹھنا تو ہے ہی خصوصاً جب کہ اس پر قدرت بھی ہے تو پھر تاخیر کیوں کی جائے۔ (ص۲۴۷
مقدمہ ابن خلدون طبع کراچی)

اہل بصیرت! ان تینوں فقروں سے صرف یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ امیر المومنین یزیدؓ
اپنے عہد خلافت میں آزادانہ بداعمالیاں کرنے لگے تھے۔ اور سیدنا حسینؓ نے امیر
کی بداعمالیوں کی وجہ سے امیر کے خلاف خروج کیا تھا۔ ان مفروضہ بداعمالیوں کے
متعلق تو صحابہ کرامؓ اور بزرگان دین کے بیانات واضح طور پر آپ کے سامنے پیش
کر دیتے گئے ہیں۔ یہاں فقط اس بات کا جواب دینا ہے کہ کیا امیر موصوف نے
زمام خلافت سنبھالتے ہی بدکرداریاں شروع کر دی تھیں جیسا کہ علامہ موصوف
کا خیال ہے۔ یا کوفی سبائیوں نے اسلام میں تفرقہ ڈالنے کی خاطر پروپیگنڈہ کیا ہے
ہم علامہ صاحب کی پیش کردہ خبر کو تحقیق کے ترازو پر رکھ کر اس کا وزن کرنا اپنا فرض
سمجھتے ہیں۔ ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ علامہ موصوف تاریخی واقعات سے چشم پوشی کر
کے محض عقیدت کے جذبے سے لکھ گئے ہیں کہ جب امیر یزیدؓ اپنے زمانہ خلافت میں
بداعمالیوں کرنے لگے تھے۔ تب سیدنا حسینؓ نے امیر کے خلاف خروج کیا تھا۔ حالاں
کہ سیدنا حسینؓ سیدنا معاویہؓ کی وفات کا سنتے ہی امیر کی بیعت سے گریز کر کے
اسی رات مدینہ سے خروج کر کے مکہ مکرمہ پہنچ گئے تھے۔ اور امیر کے ایام خلافت کا
زمانہ تو آپ کوفیوں نے دیکھنے کب دیا تھا۔ اس کھلی ہوئی حقیقت سے انکار سراسر
حماقت اور تاریخ سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔ ہم صحیح حالات پیش کر کے فیصلہ

اہل حق پر چھوڑتے ہیں۔

سیدنا حسینؓ شروع ہی سے خلافت اپنا خاندانی حق سمجھتے تھے۔ آپ ابھی بچے ہی تھے کہ سیدنا فاروق اعظمؓ کو فرماتے ہیں کہ میرے باپ کے منبر سے اتر جائیے اور اپنے باپ کے منبر پر جا کر بیٹھئے۔ اور پھر سیدنا حسنؓ کے امیر معاویہؓ سے صلح اور بیعت کے موقعہ پر اپنے بھائی کو جنگ کی ترغیب دیتے ہیں۔ اور پھر سیدنا معاویہؓ سے بیعت کر لینے کے بعد کوفیوں کو کہتے ہیں کہ اب کو بیعت کرنی ہے اپنی اپنی جگہ بیٹھے رہو۔ معاویہؓ کو مرنے دو اس وقت دیکھا جائے گا۔ سیدنا حسنؓ نے سفر عقبے پر آپ کو خلافت کا آرزومند دیکھتے ہوئے فرمایا تھا کہ دیکھو میں سمجھتا ہوں کہ کوفی تمہیں خلافت پر آمادہ کریں گے ان کے بہکاتے میں نہ آنا خلافت ہمارے گھر میں آنے کی نہیں۔

حالات ذیل میں اہل حق کے ملاحظہ کے لئے پیش کئے جاتے ہیں۔

سیدنا حسینؓ مسجد کے منبر کو وراثت سمجھتے ہوئے سیدنا فاروق اعظمؓ کو کہتے ہیں "ہمارے منبر سے اُتر جائیے"

مولوی محمد ظفر صاحب ایم اے ایل ایل بی سرگودھا "دو پھول" صـ۲۸ پر لکھتے ہیں۔

حضرت حسینؓ کے دماغ میں بچپن ہی سے کچھ ایسے خیالات تھے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ حکومت کو خاندانی حق سمجھتے تھے۔ آپ خود بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دفعہ حضرت عمرؓ کے پاس گیا وہ منبر پر خطبہ فرما رہے تھے۔ میں نے کہا کہ میرے باپ کے منبر سے اتر جائیے اور اپنے باپ کے منبر پر بیٹھئے۔ انہوں نے فرمایا میرے باپ کا تو کوئی منبر نہیں۔ پھر مجھے اپنے پاس بٹھالیا میں اوپر بیٹھا ہوا کنکروں کو الٹ

پلٹ کرتا رہا جب وہ منبر سے اترے تو مجھے اپنے ساتھ گھر لے گئے"۔

اسی طرح زید بن علیؓ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حسین بن علیؓ عمرؓ بن خطاب کے پاس جمعہ کے دن آئے اور آپ منبر پر تھے۔ اور ان سے حسینؓ نے کہا کہ میرے باپ کے منبر سے اتر جائیے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ رو پڑے۔ پھر فرمایا اے میرے پیارے بیٹے تو نے سچ کہا یہ تیرے باپ ہی کا منبر ہے میرے باپ کا منبر نہیں اس پر حضرت علیؓ بولے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم حسینؓ نے میری رائے سے نہیں کہا حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ آپ نے سچ کہا واللہ اے ابوالحسن میں آپ کو تہمت نہیں لگاتا پھر حضرت عمرؓ منبر سے اترے اور حضرت حسینؓ کو پکڑ کر برابر منبر پر بٹھایا۔ (صـ۱۲۴ کشف الغمہ فی معرفتہ الائمہ مطبوعہ ایران) (تاریخ اسلام ذہبی جلد ۳ صـ۹)

اور الاصابہؓ فی تمیز الصحابہ علامہ ابن حجر جلد ا صـ۳۳۲ پر بھی یہ روایت موجود ہے۔

ولیعہدی کے زمانہ میں سیدنا حسینؓ نے جناب امیر معاویہؓ سے فرمایا تھا کہ میں یزیدؓ سے بہتر ہوں اس لئے خلافت میرا حق ہے اور سیدنا معاویہؓ نے جواب دیا تھا۔ کہ برخوردار یزیدؓ امت محمدیہ کے انتظامی امور میں تم سے بہتر ہے جس کو الامامیہ والسیاستہ کے شیعہ مورخ نے اس طرح نقل کیا ہے۔ کہ واللہ یزیدؓ امت محمدیہؐ کے انتظامی امور میں تم سے بہتر ہے" پھر آپ خاموش ہو گئے۔ ان دونوں کی مثال اس طرح ہے کہ سیدنا علیؓ اور سیدنا عثمانؓ کے درمیان جب خلافت کا معاملہ ہوا تو جب سیدنا عثمان غنیؓ خلیفہ منتخب ہو گئے۔ تو سیدنا علیؓ فرماتے تھے کہ یہ فیصلہ ٹھیک نہیں ہوا جانب داری سے کام لیا گیا ہے۔ لہٰذا آخر آپ نے قوم کے فیصلہ کو تسلیم کر لیا۔ لیکن سیدنا حسینؓ اس بات پر مصر تھے کہ خلافت میرا

حق ہے۔ میں اس سے دست بردار ہونے کو ہرگز تیار نہیں ہوں اور جب بھی موقعہ ملا اس کو حاصل کر کے رہوں گا۔ جس کا ثبوت مندرجہ ذیل واقعات سے اچھی طرح ملتا ہے۔

سیدنا حسینؓ مصالحت کے خواہش مند تھے

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں۔ جب خلافت حسنؓ کے بھائی حسنؓ کو ملی تو انہوں نے مصالحت کرنے کا ارادہ کیا۔ لیکن حسینؓ کو یہ بات شاق گذری۔ انہوں نے اس بارے میں اپنے بھائی کی رائے کو درست نہ سمجھا بلکہ اہل شام اور امیر معاویہؓ سے لڑائی کرنے پر زور دیا۔ ان کے بھائی حسنؓ نے کہا کہ خدا کی قسم تجھے گھر میں قید کر دوں گا۔ اور دروازہ بند کر دونگا جب تک کہ میں اس کام یعنی صلح سے فراغت نہ پالوں اس کے بعد تمہیں نکلنے دوں۔ جب حسینؓ نے یہ حالت دیکھی تو خاموش رہے۔" (ص۱۵۰ جلد ۱۵ البدایہ والنہایہ)

ڈاکٹر طہٰ حسین "علی وبنوہ" کے تحت لکھتے ہیں

حسینؓ بن علی نے آپنے بھائی حسنؓ کی رائے سے اتفاق نہیں کیا۔ اور صلح وامن کی طرف ان کے میلان کو نہیں مانا انہوں نے اپنے بھائی پر لڑائی میں چلنے پر زور دیا۔ لیکن حضرت حسنؓ نے منع کیا اور ڈرایا کہ اگر میری اطاعت نہ کریگا تو بیڑیاں پہنا دی جائیں گی۔" (علیؓ وبنوہ ص۲۰۳) اور

ناسخ التواریخ میں ہے کہ

"حسینؓ کہنے لگے کہ میں موت پر راضی تھا بہ نسبت اس صلح کے۔ یہ بہتر تھا کہ اس وقت کوئی میری ناک کاٹ دیتا اور میرے بدن کو چھریوں سے پارہ پارہ کر دیتا۔ میں نے بہ کراہت اپنے بھائی حسنؓ کی اطاعت قبول کی۔ (تاریخ ابومخنف اور

ناسخ التواریخ ص۹۷ جلد ۵ کتاب دوم بحوالہ قاطع الانف)

عمدۃ المناظرین مولوی جہانگیر خاں شکوہ آبادی لکھتے ہیں۔ صاحب فصول وغیرہ علماء حضرات شیعہ نے بروایت ابو مخنف لوط ابن یحییٰ کے جو معتمدین ومجتہد حضرات امامیہ سے ہے یہ روایت حضرت حسینؓ سے نقل کی ہے۔ فرمایا حضرت حسینؓ نے کہ میں بہت برا جانتا ہوں اس کو جو میرے بھائی حسنؓ نے میرا ساتھ کیا۔ معاویہؓ کے ساتھ صلح کرنے کی بجائے کاش کہ میرا بھائی میری ناک تلوار سے کاٹ دیتا یہ مجھے اتنا ناگوار نہ گذرتا۔ (ص۱۳۶ مظہر الغرائب بحوالہ تحفہ شیعہ)

"جب حضرت حسنؓ کی آخری وقت میں حالت خراب ہونے لگی تو آپ نے حضرت حسینؓ کو بلا کر وصیت کی کہ ہمارے خاندان میں خلافت آنے کی نہیں کیونکہ حضرت علیؓ کو خلافت پہنچی تو تلواریں میانوں سے باہر نکل آئیں اور ان کی شہادت تک یہ معاملہ طے نہ ہوا۔ برادر عزیز مجھے خدشہ ہے کہ اہل کوفہ ہماری محبت کا دم بھر کر تمہیں یہاں سے نکالنے کی کوشش کریں گے۔ ان کے فریب میں نہ آنا۔" (تاریخ اسلام اکبر شاہ ص۵۸ جلد ۲) (ص۹۹۲ جلد ۲ صادق حسین) (ص۱۹۵ تاریخ الخلفا سیوطی) (روضۃ الاصفیا ص۱۹۴)

سیدنا حسینؓ مناسب وقت کے منتظر تھے

مجلسی لکھتے ہیں کہ "در شیخ وسید ابن طاس وابن شہر اشوب وغیرہم نے روایت کی ہے کہ جب امام حسنؓ نے انتقال فرمایا تو شیعان عراق نے مستعد ہو کر ایک عریضہ امام حسینؓ کو لکھا کہ ہم معاویہؓ کو خلافت سے معزول کر کے آپ سے بیعت کرتے ہیں۔ حضرت امام حسینؓ نے اس وقت ان کی صلاح بروقت نہ مانی اور فرمایا کہ معاویہؓ کو مرنے دو اس وقت دیکھا جائیگا

(صفحہ ۴۳۲ باب ۵ فصل ۱۲ جلاء العیون اردو)

شیعہ مورخ علی نقوی صاحب "شہید انسانیت" میں اس سلسلہ میں خوب وضاحت سے لکھتے ہیں۔ علی بن محمد بن بشیر ہمدانی کا بیان ہے کہ میں ابو سفیان بن ابی لیلی کی معیت میں مدینہ پہنچا اور امام حسن رض کے پاس ملنے گیا۔ آپ کے پاس اس وقت مسیب بن نجبہ و عبداللہ بن دواک تمیمی اور سراج بن مالک خثیمی موجود تھے میں نے کہا سلام ہو تم پر اے مومنوں کے ذلیل کرنے والے۔ آپ نے فرمایا وعلیکم سلام بیٹھو۔ میں مومنوں کی ذلت کا باعث نہیں، بلکہ میں نے تو ان کی عزت رکھ لی ہے۔ پھر ہم لوگ اٹھ کر امام حسین رض کے پاس گئے اور پوری گفتگو بیان کی۔ آپ نے فرمایا "ہر شخص تم میں سے خاموش ہو کر گھر میں بیٹھ جائے اور بیٹھا رہے اس وقت تک جب تک معاویہ رض زندہ ہے"۔ یہ آخری فقرہ درحقیقت بڑا دور رس تھا۔ یعنی جب معاویہ دنیا سے جانے لگیں گے اور اپنے بعد جانشین نامزد کر جائیں گے تو وہ وقت ہوگا جب ہماری طرف سے کوئی دوسرا اقدام کیا جائیگا

(ص ۱۲۳ شہید انسانیت اور رجال کشی ص ۷۳)

آگے چل کر نقوی صاحب اسطرح لکھتے ہیں جب حضرت حسن رض کی وفات ہوئی اور عراقی شیعوں میں حرکت پیدا ہوئی تو انہوں نے امام حسین رض کو لکھا کہ ہم لوگ معاویہ رض کی بیعت توڑ کر آپ سے بیعت کرنے کو تیار ہیں۔ مگر آپ نے فرمایا کہ نہیں تم میں اور معاویہ رض میں معاہدہ ہو چکا ہے اس کا توڑنا میرے لئے صحیح نہیں بیشک جب معاویہ رض کا انتقال ہوگا تو اس وقت دیکھا جائیگا (شہید انسانیت ص ۱۴۶) و (ص ۱۴ جلد ۲ مقتل ابو مخنف طبع نجف)

سیدنا حسن رض کی وفات پر جب کوفی آپ کے پاس آنے جانے لگے تو حاکم مدینہ نے امیر معاویہ رض کو حالات سے آگاہ کیا اس سلسلہ میں شیعہ مجتہد ملا مجلسی اس طرح بیان کرتے ہیں۔ کوفی سیدنا حسین رض کو مدت سے اکساتے ہے تھے کہ گورنر مدینہ نے امیر معاویہ رض کو لکھا کہ ایک گروہ عراقی امام حسین رض کے پاس آمد و رفت رکھتا ہے اور وہاں کو طمع خلافت دلاتا ہے مجھے خوف ہے کہ کہیں فتنہ برپا نہ ہو جائے اب مجھے جو حکم ہو اسکی تعمیل کروں" (ص ۳۶۹ باب ۵ جلاء العیون)

سیدنا معاویہ رض کا سیدنا حسین رض کو نصیحت کرنا مجلسی لکھتے ہیں۔ "آپکی ایک اور مجھے دریافت ہوئے اگر وہ درحقیقت سچے ہیں تو لازم ہے کہ انہیں ترک کرو اسلئے کہ جس نے خدا سے عہد و پیمان کیا۔ اسے لازم ہے کہ اپنے عہد و پیمان وفا کرے۔ اگر جو کچھ میں نے سنا ہے وہ باطل ہے تو اس تہمت سے اپنے آپ کو بری الذمہ سمجھتے ہو اور جب آپ عہد شکنی کریں گے تو میں بھی عہد شکنی کروں گا۔ اور اگر بمقام غدر آئیں گے تو میں بھی آپ سے مکر کروں گا بس امت کے اجماع کو برہم نہ کرو، اور موجب ملامت و فتنہ نہ بنو۔ جب کہ آپ لوگوں کو پہچانتے ہیں اور امتحان کر چکے ہیں اس لئے اپنے اوپر رحم (اپنے دین اور اپنے نانا کی امت پر رحم کرو۔ ان خروں اور احمقوں سے دھوکہ نہ کھائیے۔

(ص ۳۶۹ باب ۵ فصل ۱۲ جلاء العیون اردو) (ص ۷۶ کتاب دوم ناسخ التواریخ)

اس خط کو بلاذری نے اس طرح بیان کیا ہے۔ تمہارے بارے میں مجھے ایسی خبریں ملی ہیں جو اگر صحیح ہوں تو کچھ بعید نہیں کیونکہ میں نہیں سمجھتا کہ تم خلافت کیلئے جدوجہد ترک کر چکے ہو گے۔ اگر یہ خبریں غلط ہیں تو تم بڑے خوش نصیب ہو۔ کوئی ایسا کام نہ کرو۔ کہ میں تم سے مودت و محبت کے تعلقات توڑتے پر مجبور ہو جاؤں اور بدسلوکی سے پیش آؤں۔ کیوں کہ تم اگر کوئی غلط قدم اٹھاؤ گے تو میں بھی اٹھاؤں گا اگر میرے ساتھ کوئی چال چلو گے تو میں بھی چلوں گا۔ حسین رض خدا سے ڈرتے رہو۔ مسلمانوں میں پھوٹ نہ

ڈالو اور انہیں خانہ جنگی کی طرف نہ ڈھکیلو۔ (کتاب انساب الاشراف بلاذری)

اس خط کا جواب جو سیدنا حسینؓ نے دیا وہ مجلسی کی زبانی سنیں۔ میں تم سے ارادہ جنگ نہیں رکھتا اور میں تم سے مقام مخالفت میں بھی نہیں مگر بخدا سوگند میں ڈرتا ہوں کہ پیش از خدا تیرے ترک مخالفت سے مستحق عتاب ہوں۔ تو نے مجھے لکھا ہے کہ اپنے اوپر اپنے دین اور اپنے نانا کی امت پر رحم کرو۔ اور اس امت میں فتنہ برپا نہ کرو۔ پس واضح ہو کہ میں کوئی فتنہ اس امت میں تیری خلافت سے عظیم نہیں جانتا اور کوئی چیز اس سے بہتر نہیں جانتا کہ تجھ سے جہاد کروں (ص ۲۷ باب ۵ جلاء العیون)

ان اقتباسات کتب تاریخ وغیرہ سے ثابت ہوتا ہے کہ سیدنا حسینؓ حکومت کو بچوں کا کھیل سمجھتے ہوئے کسی کی کچھ پرواہ نہیں کرتے تھے۔ اور بزرگوں کے سمجھانے کے باوجود بھی بعض اوقات جو کچھ دل میں آتا کر گزرتے تھے۔ لیکن یہ ذیل کا واقعہ تو بالکل صاف صاف بتا رہا ہے کہ آپ حکومتِ وقت کو کچھ بھی نہ سمجھتے تھے۔ شرح ابن ابی الحدید مطبوعہ ایران میں واقعہ اس طرح درج ہے۔ کہ ایک دفعہ صوبہ یمن سے خراج اور محاصل وغیرہ کا مال امیر معاویہؓ کے پاس دمشق جا رہا تھا۔ جب وہ قافلہ مدینہ منورہ سے گزرا تو سیدنا حسینؓ نے اس قافلہ کے سارے کے سارے مال کو اپنے قبضہ میں کر کے اپنے عزیز و اقارب میں تقسیم کر لیا (ص ۲۸۱ جلد ۲ شرح ابن ابی الحدید)

اہل نظر جان گئے ہیں کہ سیدنا حسینؓ نازپروردہ شہزادوں کا سا رویہ اختیار کیے ہوئے تھے اور اب حکومت کا وہ "ظلم" جو اس معاملہ میں ان کے ساتھ کیا گیا وہ بھی ملاحظہ فرما دیں۔ حالاں کہ ایسے فعل کو دنیا کی کوئی بھی حکومت برداشت کرنے کو تیار نہیں ہو سکتی۔ لیکن سیدنا معاویہؓ کی بردباری رحمدلی اور شفقت نے آپ کو کچھ

بھی کہنے نہیں دیا۔ اتنے بڑے اور اہم معاملے پر صرف معمولی سی تنبیہ کے سوا کچھ کیا ہی نہیں۔ چنانچہ سیدنا معاویہؓ کا خط سیدنا حسینؓ کے نام اس کا زندہ ثبوت ہے۔ اس میں سیدنا معاویہؓ نے جو لکھا تھا وہ یہ ہے۔ "دراصل والی ایسے مال کا سب سے زیادہ حقدار ہوتا ہے۔ کہ مال زکوٰۃ خراج وغیرہ کا وصول کرے اور پھر اس کو اپنے اختیار سے خرچ کرے اگر تم اس کو نہ لیتے اور میرے پاس آنے دیتے تو جو کچھ تمہارا حصہ نکلتا اس کی ادائیگی میں، میں ہرگز انکار نہ کرتا۔ لیکن اے بھتیجے میں گمان کرتا ہوں کہ تمہارے دماغ میں حدت و جوش ہے۔ میرے زمانہ میں تو تم ایسا کام کر بھی گزرو تو میں تمہاری قدر کرتا ہوں اور تمہاری ان باتوں سے درگزر بھی کرتا ہوں۔ لیکن واللہ مجھے خوف ہے کہ میرے بعد معاملہ کسی ایسے سے نہ پڑ جائے جو تمہارا مطلق پاس و لحاظ نہ کرے (ص ۲۸۲ جلد ۲ شرح ابن ابی الحدید)

شیعوں کا اعتراف حقیقت | "جب معاویہؓ نے وفات پائی اور صلح کی مدت گذر گئی جو حسینؓ بن علیؓ کو اپنی طرف دعوت سے روکتی تھی تو آپ نے حتی الامکان اپنا امر ظاہر کیا اور ناواقفوں کو اپنا حق بتدریج کھول کر بتایا یہاں تک کہ ظاہر میں آپ کے پاس مددگار جمع ہو گئے پھر آپ نے جہاد کی دعوت دی اور لڑائی کے لئے تیار ہو گئے۔ (ص ۱۷۱ کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ بحوالہ تحفہ شیعہ)

سید مرتضیٰ علم الہدیٰ اپنی کتاب تنزیہ الانبیاء میں لکھتے ہیں جسے سید محمد مجتہد صاحب نے تشہید المانی میں نقل کر کے دو آتشہ کر دیا ہے۔ فرماتے ہیں بحالیکہ مردان اہل کوفہ نے امام حسن کی حیات میں بعد صلح کے واقعہ کے امام سے خط و کتابت در بارہ خلافت معاویہؓ کر چکے تھے اور امام نے اس وقت ان کو ٹال دیا تھا

اور اس کے بعد کوفی شیعوں نے امام حسنؓ کی وفات کے بعد معاویہؓ کی حیات میں دوبارہ اس معاملہ میں خط و کتابت کی تھی۔ جس کے جواب میں امام ان سے وعدہ کر چکے تھے اور انہیں امیدوار کر چکے تھے مگر اس وقت معاویہؓ کی مخالفت اس لئے نہ کی تھی کہ وہ بہت سخت زمانہ تھا۔ اس میں کامیابی کی امید نہ تھی۔ اس کے بعد جب امیر معاویہؓ کا انتقال ہوگیا تو انہوں نے یعنی کوفیوں نے پھر جنگ کے لئے خطوط لکھے اور آپ کی اطاعت قبول کرلی۔ امام صاحب نے ان لوگوں کی حالت دیکھی کہ وہ اس گورنر سے زبردست ہیں جو یزیدؓ کی طرف سے کوفہ میں ہے ظن غالب آگیا کہ چلنا ضروری ہے۔

(بحوالہ ص۲۱ و ص۲۲ حقیقۃ الشیعہ) اور (ص۵۲۸ جلد ۲ تحفہ شیعہ)

گذشتہ بتیس سال کے دوران سیدنا حسینؓ کا رویہ

(۱) سیدنا حسینؓ کا سیدنا فاروق اعظمؓ کو یہ کہنا کہ میرے باپ کے منبر سے اتر جایئے ثابت کرتا ہے کہ بچپن ہی سے آپ کے خیالات میں لاڈ پیار کی عادت نے گھر کیا ہوا تھا۔ اور یہی وجہ تھی کہ آپ دوسروں پر حکم چلانا اپنا حق سمجھتے تھے

(۲) سیدنا حسینؓ پر زور دیتے ہیں کہ سیدنا معاویہؓ سے صلح کی بجائے جنگ کیجائے تاکہ حکومت ہمارے گھر سے نہ جانے پائے۔ سیدنا حسنؓ نے ان کے قول پر فرمایا تھا کہ تم نے اگر کوئی بات صلح کے خلاف کی تو بیڑیاں پہنا کر گھر میں قید کردیا جائیگا

(۳) سیدنا حسینؓ نہیں چاہتے تھے کہ حکومت ہمارے گھر سے باہر جائے تب ہی تو آپ نے فرمایا کہ صلح سے بہتر تھا کہ میرا ناک کاٹ دیا جاتا اور میرا جسم چھرلوں سے پارہ پارہ کر دیا جاتا مجھے یہ صلح سے محبوب تھا میں نے مجبور ہو کر اپنے بھائی کی اطاعت کی ہے

(۴) صلح کے بعد کوفیوں نے آپ کو بھسلانے کی کوشش کی تو آپ نے فرمایا

کہ اب تو صلح کرلی ہے مجبور ہوں بیعت توڑنا ٹھیک نہیں اس لئے انتظار کرو وقت آنے پر یہ کام کیا جائے گا۔

(۵) سیدنا حسنؓ نے اپنے آخر وقت اپنے بھائی حسینؓ سے فرمایا تھا: "میں جانتا ہوں کہ کوفی تمہیں خلافت کے لئے خروج پر آمادہ کریں گے۔ دیکھنا خلافت ہمارے گھر میں ہرگز نہیں آنے کی اس کی کوشش ہرگز نہ کرنا"۔ سیدنا حسنؓ جانتے تھے کہ آپ خلافت کے خواہش مند ہیں۔

(۶) سیدنا حسنؓ کی وفات کے بعد جب دوبارہ کوفیوں نے آپ کو ورغلایا تو آپ نے کوفیوں کے ساتھ عہد و پیمان اور وعدے وعید کئے کہ وقت کا انتظار کرو معاویہؓ کو مرنے دو۔ جب وہ مریں گے۔ اس وقت دیکھا جائے گا۔ علی نقی صاحب فرماتے ہیں کہ یہ فقرہ بہت ہی دور رس تھا۔ کہ معاویہؓ کو مرنے دو پھر دیکھا جائے گا۔

(۷) امیر المومنین یزیدؓ کی ولیعہدی کے وقت آپ نے سیدنا معاویہؓ سے کہا تھا کہ میں یزیدؓ سے بہتر ہوں۔ اس لئے خلافت میرا حق ہے۔ تو امیر معاویہؓ نے فرمایا تھا کہ برخوردار یزیدؓ انتظامی امور میں امت محمدیہؐ کے لئے تم سے بہتر ہے، تو آپ مجبوراً خاموش ہو گئے۔

(۸) سیدنا معاویہؓ کی وفات پر جب مدینہ منورہ میں آپ کو بیعت کے لئے بلایا جاتا ہے تو آپ اپنے سابقہ پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اپنے ساتھ چالیس مسلح آدمی لے کر جاتے ہیں کہ اگر بیعت کے لئے مجبور کیا جائے تو جنگ جیسے ہولناک اقدام سے بھی گریز نہ کیا جائے۔

(۹) سیدنا حسینؓ کا حاکم مدینہ کو یہ کہنا کہ کل صبح لوگوں کے سامنے مجھے بھی بلانا۔

لیکن واپس آکر رات ہی کو مدینہ سے خروج کر کے آپ کا مکہ مکرمہ چلے جانا اپنے سابقہ پروگرام کو عملی جامہ پہنانا نہیں تو اور کیا ہے۔

(۱۰) جب آپ مدینہ منورہ سے چلے آئے اور راستہ میں سیدنا عبداللہ بن عباسؓ کی موجودگی میں سیدنا عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ تم دونوں (ابن زبیرؓ اور حسینؓ) خدا سے ڈرو۔ اور جماعت المسلمین میں تفرقہ نہ ڈالو۔ (یعنی یزیدؓ سے خلافت کی بیعت کر لو) اگر امیر یزیدؓ میں کسی قسم کا کوئی بھی نقص ہوتا تو۔ یہ دونوں نیک ہستیاں آنحضرتؐ سے تربیت اور آنحضور صلعم کی معرفت اللہ تعالیٰ سے خطاب یافتہ کسی صورت بھی امیر یزیدؒ کی خاطر ان دونوں بزرگوں کو نہ تو خدا سے ڈراتیں اور نہ ہی ان سے تفرقہ انگیزی منسوب کرتیں اور پھر اگر امیر میں کسی قسم کا کوئی بھی نقص ہوتا تو سیدنا حسینؓ اور ابن زبیرؓ یہ دونوں بہادر اور نڈر بزرگ کسی صورت بھی خاموش نہ رہتے اور جب انہیں تفرقہ باز کہہ کر خدا سے ڈرایا گیا تھا تو اس کی پر زور تردید کرتے اور اپنے ان ہمدرد بزرگوں کو (جہاں حکومت کا کوئی کارندہ موجود نہ تھا۔ اور نہ ہی کسی قسم کا ڈر اور خوف تھا) برملا کہتے کہ ہم تفرقہ نہیں ڈال رہے بلکہ ایک ظالم یا فاسق کے خلاف قدم اٹھا کر ثابت کر رہے ہیں کہ مسلمان خدا کے بغیر کسی سے بھی نہیں ڈرتا بقول سبائیوں کے دلیعہدی کی طرح کیا اب بھی ان کے سروں پر ایک ایک آدمی ننگی تلوار لئے کھڑا تھا جو جان کے خوف سے امیر المومنین یزیدؒ کے عیب بیان نہیں کرتے۔ آخر کیا بات تھی کہ ان بہادر بزرگوں کو خدا سے ڈرایا اور تفرقہ باز کہا جا رہا ہے اور پھر بھی امیر یزیدؓ کے خلاف ان کی زبانوں سے ایک لفظ بھی نہیں نکلتا۔ یہ بزدل بھی نہ تھے جو کسی سے ڈرتے ہوئے خاموش رہتے۔ لہذا ان دونوں بزرگوں کا اس وقت جب انہیں تفرقہ باز کہا جا رہا تھا، یا کسی دوسری جگہ جمہور مسلمانوں

کے سامنے امیر المومنین یزیدؓ کے اخلاق اور چال چلن کے متعلق ایک لفظ بھی اپنی زبانوں سے نہ نکالنا، امیر یزیدؓ کی صداقت کا ثبوت نہیں تو اور کیا ہے کیا ابن خلدون اور اس خیال کے دوسرے لوگ بتا سکتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے کیوں امیر یزیدؒ کی موافقت کی اور سیدنا حسینؓ اور ابن زبیرؓ جیسے بزرگوں کو اللہ سے ڈرایا اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے والے قرار دیا کیا ان بزرگوں کا ایمان نعوذ باللہ اس قسم کا تھا کہ وہ ایک فاجر و فاسق کی موافقت کرتے اور حق پر چلنے والوں کی مخالفت کرتے۔ افسوس کہ بہت سے مسلمان اتنی سی بات بھی سمجھنے سے قاصر ہیں۔

(۱۱) دار الامن مکہ مکرمہ جاتے ہی سیدنا حسینؓ اپنے سابقہ بیس سالہ طے شدہ پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اپنے خاندانی دشمنوں سے خط و کتابت کرتے ہیں۔ اور کوفیوں کی چکنی چپڑی باتوں میں آکر اس اعلان کو کہ معاویہؓ کو مرنے دو پھر دیکھا جائے گا۔ کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنے تایا زاد بھائی اور بہنوئی مسلم کو کوفہ اپنی بیعت لینے کے لئے بھیجتے ہیں۔ کیا ابن خلدون اور اس خیال کے دوسرے لوگ دیانتداری سے بتا سکتے ہیں کہ امیر المومنین یزیدؓ کے خلیفہ بننے کے کتنے سال بعد مسلم کو کوفہ بھیجا گیا تھا جو یہ کہا جا رہا ہے کہ یہ جب امیر یزیدؓ اپنے عہد خلافت میں حد سے زیادہ بد اعمالیاں کرنے لگے تھے۔ تب سیدنا حسینؓ نے بد اعمالیوں کی وجہ سے امیر کے خلاف یہ قدم اٹھایا تھا۔ (مقدمہ ابن خلدون) اور کیا ابن خلدونؒ اور دوسرے لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاکؐ پر ایمان اور انصاف کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ بھی بتا سکتے ہیں کہ سیدنا عثمانؓ نے کتنے سال امیر کے کریکٹر و چال چلن کا امتحان لے کر اسلام کے اس بنیادی حکم جو اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری پیغمبر اور محبوب محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا ہوا ہے کہ اے میرے حبیب اپنے سے کم تر اپنے بڑوں سے اپنے کاموں

میں مشورہ کرلیا کرو اور ان کیلئے بخشش طلب کیا کرو اور ان کو معاف بھی کر دیا کرو۔" (آیت ۱۵۹ آل عمران) پر عمل کرتے ہوئے اپنے بزرگوں اور جمہور مسلمانوں سے اس بارے میں مشورہ کرلیا تھا کہ امیر یزید رضؓ فلاں فلاں عیب کی وجہ سے خلافت کا اہل نہیں اسلئے اُسے خلافت سے معزول کیا جائے اور یہ بھی بتایا جائے کہ اس شاہ ورت میں امیر کو کس قدر مہلت دی گئی تھی کتنے ماہ پہلے انکو نوٹس دیا گیا تھا کہ برے کاموں سے باز آجاؤ ورنہ تمام مسلمان مل کر انہیں ماؤں جنے چھوا دیں گے، اور کیا مشاورت میں یہ فیصلہ بھی ہو گیا تھا کہ امیر کو خلافت سے علیحدہ کر دیا جائے اور سیدنا حسین رضؓ کو خلیفہ بنا لیا جائے اگر ان تمام باتوں کا جواب نفی میں ہے تو یہ کون سا اصول ہے کہ اکثریت کے متفقہ فیصلے کو ٹھکرا دیا جائے اور عقیدت ہی کو اوڑھنا بچھونا بنا کر سیدنا حسین رضؓ کے خلافت حاصل کرنیکے غلط اقدام کو صحیح سمجھ لیا جائے یہ تو اصول اسلام کے سراسر خلاف ہے، اور یہ بھی صاف صاف بتایا جائے کہ سیدنا حسین رضؓ کے علاوہ باقی تمام مسلمان جن میں وہ بزرگ اور نیک ترین ہستیاں بھی شامل ہیں جو آنحضور صلعم سے تعلیم حاصل کرکے ایمان کے اس مقام پر پہنچ چکی تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس طرح خطاب فرمایا "لیکن اللہ نے ایمان تمہارے دلوں میں اسقدر مضبوط کر دیا ہے کہ اب کفر فسق نافرمانی تمہارے نزدیک بھی نہیں آسکتی اور تم ہی بھلائیاں حاصل کرنے والے ہو یعنی ہدایت یافتہ ہو۔" (آیت ۷ حجرات) جن کے مقابلہ میں سیدنا حسین رضؓ ایک بچہ کی حیثیت رکھتے تھے، کیا ان تمام مسلمانوں نے اسلام کی تعلیم کو خیر باد کہہ دیا تھا کہ ایک فاسق انسان کے ہمنوا بن کر سیدنا حسین رضؓ کو اسکے خلاف اٹھنے سے روک رہے تھے۔ اور سیدنا حسین رضؓ وابن زبیر رضؓ ہی اس نکتہ کو سمجھتے تھے کہ جب تک خلافت انہیں نہ ملے اسلام خطرے میں تھا اور یہ بھی بتایا جائے کہ اگر امیر یزید رحؒ نقص تھا تو سیدنا حسین رضؓ نے جب کوفیوں کو اصل رنگ میں دیکھ کر تین مطالبات پیش کئے تھے کیا امیر اس وقت یکدم مومن ہو گئے تھے جو ان کے زیر سایہ جہاد کرنے کو تیار ہو گئے تھے یا ان کے پاس جا کر اپنا معاملہ طے کرنے کو تیار تھے۔ ان تمام واقعات وحالات پر اگر انصاف سے غور کیا جائے تو حقیقت روز روشن کی طرح سامنے آجاتی ہے۔ جیساکہ تاریخی حالات صاف اور واضح طور پر بتا رہے ہیں کہ سیدنا حسین رضؓ کے مکہ مکرمہ آنے کے پندرہ دن بعد کوفی آپکے ساتھ خط و کتابت اور پرانے دعدے یاد دلا کر اپنا ہمنوا بنا لیتے ہیں اور آپ

مسلم کو کوفہ اپنی خلافت کی بیعت لینے کے لئے بھیج دیتے ہیں، اگر عقل سلیم سے کام کیا جائے تو تقریباً تقریباً اتنی ہی مدت اس وقت کے سفری لحاظ سے مکہ مکرمہ سے دمشق آنے جانے میں صرف ہوتی ہے۔ یعنی اگر مکہ مکرمہ سے کسی شخص کو دمشق بھیجا جاتے کہ وہاں کے حالات کا جائزہ لے کر آئے تو اس کے آنے جانے اور وہاں کے حالات کا معائنہ کرنے اور پھر واپس آکر رپورٹ پیش کرنے میں جتنا وقت صرف ہوتا تھا اتنے ہی وقت اور مدت میں سیدنا حسین رضؓ کربلا پہنچ چکے تھے جس کا لازمایہ نتیجہ نکلتا ہے کہ آپ کوفیوں سے کئے ہوئے وعدوں پر عمل کر رہے تھے یعنی اپنے بیس سالہ پرانے پروگرام کو بہر صورت عملی جامہ پہنانے کی کوششوں ہی کی وجہ سے کربلا جیسے دل ہلا دینے والے واقعہ سے آپ کو دوچار ہونا پڑا۔ لیکن علامہ ابن خلدون جیسے بزرگ بھی سبائی پروپیگنڈے کا شکار ہو کر اور عقیدت کو اوڑھنا بچھونا بنا کر اپنے پیش کردہ اصولوں کے خلاف دنیا کو گمراہ کرنے کے لئے انصاف کو عقیدت کی کند چھری سے ذبح کرکے یہ حجت پیش کر دی کہ امیر یزید رحؒ اپنے عہد خلافت میں بداعمالیاں کرنے لگے تھے تب سیدنا حسین رضؓ نے امیر کے خلاف اعلان جنگ کیا تھا۔

قارئین حضرات! یہ تو کوئی اصولی بات نہیں کہ انسان جذبات کی رو اور اندھی عقیدت کی وجہ سے انصاف کا خون کرنے لگے۔ ماشاءاللہ ہم مسلمان ہیں حق بات کہنا اور حق کی تائید کرنا مسلمان کا فرض ہے اور حق کا ساتھ دینا عبادت کی روح ہے۔ اس لئے ہر حق پسند مسلمان پر فرض عائد ہوتا ہے کہ ان واقعات کا انصاف اور ایمانداری سے فیصلہ کرے کہ جب حالات صاف صاف بتا رہے ہیں کہ سیدنا حسین رضؓ سیدنا معاویہ رضؓ کے مرنے کا انتظار کر رہے تھے اور جب سیدنا معاویہ رضؓ کے مرنے کی خبر مدینہ منورہ میں پہنچی آپ کو امیر یزید رحؒ کی بیعت کے لئے بلایا گیا تو آپ نے بیعت سے گریز کرکے اسی رات مدینہ سے امیر کے خلاف فروج

کر کے مکہ چلے جانا پسند کیا اور اپنے سابقہ پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کے لیئے اپنے خاندانی دشمنوں اور اسلام میں تفرقہ ڈالنے والے سبائیوں کے ہتھے چڑھ کر دار الامن کو خیر باد کہہ دیا۔ اور وہ آپ کو کربلا میں امیر المومنین یزیدؓ کی خلافت پر صحیح طریقہ سے عمل در آمد ہونے سے پہلے ہی قتل کر دیتے ہیں اور ڈنکے کی چوٹ ثابت کر دیتے ہیں کہ جب ہم آپکے محترم والد کو جو آپ سے بہت ہی ذی شان تھے معاف نہیں کر سکتے پھر تمہارے قابل قدر بھائی پر حملہ کر کے انہیں زخمی کر کے ان کا مال لوٹ کر اور کافر کا خطاب دے کر کوفہ سے بھا گئے اور خلافت سے دست بردار ہونے پر مجبور کر سکتے ہیں۔ تو آپ کس طرح ہمارے تقیہ کے ترکش سے نکلے ہوئے تیروں سے بچ کر جا سکتے ہیں۔ افسوس! سیدنا حسینؓ نے نہ سوچا کہ وہ کن کے سہارے اپنے بزرگوں بھائیوں اور دوستوں کے منع کرنے کے باوجود بھی خلافت حاصل کرنے جا رہے تھے جس سے سیدنا حسنؓ بھی منع فرما چکے تھے اگر دیانت داری اور تعصب سے ہٹ کر ان حالات کا جائزہ لیا جائے تو صاف نظر آئے گا کہ سیدنا حسینؓ نے تو امیر یزیدؓ کا عہد خلافت دیکھا تک بھی نہ تھا۔ تو پھر ابن خلدون کا یہ کہنا کہ جب امیر المومنین یزیدؓ اپنے عہد خلافت میں حد سے زیادہ بد اعمالیاں کرنے لگے تھے تب آپ نے کوفیوں کے سہارے امیر کے خلاف یہ قدم اٹھایا تھا کہاں تک جلنی بر حقیقت ہے؟

مکہ مکرمہ میں سیدنا حسینؓ کی مصروفیات

تاریخ شاہد ہے کہ سیدنا حسینؓ امیر یزیدؓ کی بیعت کے بارے میں گورنر مدینہ کو یہ کہہ کر کہ جب صبح آپ اوروں کو بیعت کے لئے بلائیں گے تو ہم بھی موجود ہوں گے۔ رات ہی رات مدینہ سے مکہ چلے آئے تھے اور راستہ میں سیدنا عبداللہ بن عمرؓ اور جناب ابن عباسؓ کے منع کرنے پر بھی نہ پلٹے تھے۔ یہاں آکر ابن زبیرؓ تو کعبۃ اللہ کے

پناہ گزین بن کر آرام سے بیٹھ گئے۔ اور آپ حسب پروگرام اپنی خلافت کے لئے کوشش اور راہ ہموار کرنے میں مصروف ہو گئے۔ گویا اپنے سابقہ بنتیس سالہ پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ہمہ تن مشغول ہو گئے۔ کوفیوں کی سوئی ہوئی دنیا جاگ اٹھی اور وہ اس موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی فطرت کے مطابق فسادنی الاسلام کیلئے اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے سیدنا حسینؓ کو خطوں اور قاصدوں کے ذریعہ سابقہ وعدے وعید یاد کرائے اور لکھا کہ حضرت جلدی اور فوراً تشریف لائیے یہاں خلافت کا پھل پک کر تیار ہے آیئے اور تناول فرمائیے ہم آپ کے منتظر بیٹھے آپ کی راہ دیکھ رہے ہیں۔ اور آپ کے آتے ہی یزیدؓ کے گورنر کو کوفہ سے نکال دیں گے۔

اہل کوفہ کے اکسانے والے خط سیدنا حسینؓ کے نام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حسینؓ بن علیؓ کو ان کے شیعہ مومنین کی طرف سے جلد روانہ ہو جایئے لوگ آپ کے منتظر ہیں سب کی یہی رائے ہے۔ بس آپ ہی کے اوپر ہم متفق ہیں جلدی کیجئے۔ والسلام۔ از طرف شیث بن ابی یزید بن حارث اور یزید بن رہیم۔ عزرہ بن قیس اور عمر بن حجاج زبیدی اور عمر بن تمیمی وغیرہ۔

(۲) عمر بن تمیمی نے کوفہ سے حسینؓ کو لکھا کہ نواحی کوفہ لہلہا رہے ہیں میوہ پختہ ہو گئے ہیں چشمے چھلک رہے ہیں۔ آپ جب جی چاہے آیئے آپ کا لشکر یہاں تیار موجود ہے (ص۲۳۱ باب۵ جلاء العیون) اور (طبری ص۱۷۷ جلد ۲) (شہید انسانیت ص۲۵۱) اور ناسخ التواریخ اور حافظ ابن کثیر بھی یہ خط بیان کرتے ہیں۔

(۳) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ نامہ ہے سلیمان بن وعمر وحبیب بن نجد ورفاعہ

بن شداد بجلی و حبیب بن مظاہر و جمیع شیعان و مومنین کی طرف سے بخدمت حسینؑ بن علیؑ کی طرف۔ آپ پر سلام ہو ہم شکر خدا کرتے ہیں۔ کہ اس نے آپ کے دشمن کو ہلاک کر دیا ہے۔ واضح ہو کہ اس وقت ہمارا کوئی پیشوا نہیں۔ پس آپ ہماری طرف توجہ کریں۔ اور ہمارے شہر میں قدم رنجہ فرمادیں۔ ہم سب آپ کے مطیع ہیں اور نعمان بن بشیرؓ حاکم کوفہ نہایت ذلیل و خوار ہو کر دار الامارۃ میں بیٹھا ہے۔ اور ہم جمعہ و عیدین کی نماز میں پڑھنے نہیں جاتے اور جب آپ کی تشریف آوری کی خبر ہم کو مل گئی تو ہم اس کو کوفہ سے نکال دیں گے۔ کہ وہ اہل شام سے جا کر ملحق ہو جائے۔ (ص۲۴۳ باب ۵ جلاء العیون) طبری جلد ۶ ص۱۷۷ لیکن طبری نے ذلیل و خوار کے الفاظ نہیں لکھے۔ مجلسی لکھتے ہیں کہ ہر چند خط اسی طرح کے آنحضرت کی خدمت میں پہنچے مگر حضرت تامل فرما کر ان کا جواب نہیں لکھتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک ہی دن چھ سو خطوط ان مکاروں اور غداروں کے امام حسینؑ کے پاس پہنچے۔ اور جب ان کا مبالغہ و اصرار حد سے زیادہ ہوا اور متعدد قاصد حضرت کے پاس جمع ہو گئے اور بارہ ہزار خطوط کوفہ سے امامؑ کو پہنچے تو حضرت نے ان کو آخری خط کا جواب لکھا۔ (ص۲۴۳ باب ۵ فصل ۲ جلاء العیون)

شیعانِ کوفہ کو سیدنا حسینؓ کا جواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط۔ یہ خط حسینؑ بن علیؓ کا مومنوں مسلمانوں شیعوں کے نام ہے اما بعد بہت سے قاصد اور خطوط بیشمار کے جو تم نے مجھے لکھے ہانی و سعید بھی ایک خط تمہارا لائے۔ تمہارے سب خطوط کے مضامین سے مطلع ہوا۔ تم سب نے خطوط میں لکھا کہ ہمارا کوئی امام نہیں۔ بہت جلد ہمارے پاس تشریف لائیں خدا آپ کی برکت سے ہم کو بھی ہدایت کرے گا۔ واضح ہو کہ میں تمہارے پاس اپنے برادر

و پسر عم و محل اعتماد مسلم بن عقیل کو بھیجتا ہوں۔ اگر مجھے مسلم لکھیں کہ جو تم نے مجھے خطوط میں لکھا ہے وہ بامشورہ عقلاء و دانایان و اشراف و بزرگانِ قوم لکھا ہے۔ تو اس وقت میں انشاء اللہ بہت جلد تمہارے پاس چلا آؤں گا۔ (ص۲۴۳ باب ۵ فصل ۲ جلاء العیون۔ طبری جلد ۶ ص۱۷۷۔ ناسخ التواریخ ص۱۳۱ جلد ۳)

روانگی مسلم بطرف کوفہ

جب کوفیوں کے خط اور قاصد سیدنا حسینؓ کے پاس آئے اور آپ نے سمجھ لیا کہ کوفی یزید کے خلاف اور میرے ہمنوا ہیں اور مجھے خلیفہ بنانے کے دل و جان سے متمنی ہیں۔ تو آپ نے اپنے چچازاد بھائی مسلم کو جو آپ کے بہنوئی بھی تھے کوفہ روانہ کیا تاکہ وہ وہاں جا کر حالات کا جائزہ لیں اور اگر کوفہ والے مسلم کے ہاتھ پر آپ کی خلافت کی بیعت کر لیں تو پھر آپ خود کوفہ پہنچ کر خلافت پر قابض ہو جائیں۔ آپ نے کوفیوں کو اس مضمون کا خط بھی لکھا اور مسلم کو سمجھایا کہ ہر بات کو حکام وقت سے پوشیدہ رکھنا۔ اس سلسلہ میں آپ مزید شیعہ مجتہد کی زبانی سنیں۔

مجلسی لکھتے ہیں جب کوفیوں کا اصرار حد سے زیادہ بڑھ گیا۔ تو امامؑ نے اپنے چچازاد بھائی کو جو عقل و علم تدبر اصلاح و رشد اور شجاعت، سخاوت و متانت میں ممتاز تھے۔ طلب کر کے کوفیوں سے بیعت لینے کو ہمراہ تین اشخاص دیگر معتمدین کے بجانب کوفہ روانہ کیا۔ اور اپنا راز مخالفین سے پوشیدہ رکھنے اور حسن تدبر و لطف و مدارا کرنے کو فرمایا۔ اور ارشاد گیا کہ اگر اہل کوفہ میری بیعت پر اکتفا کریں تو بہت جلد حقیقت حال سے آگاہ کرنا (ص۲۴۳ باب ۵ جلاء العیون)

سیدنا حسینؓ کا خط کوفیوں کے نام

اما بعد آپ لوگوں نے جو کچھ واقعات

وقصص بیان کیے ہیں انہیں میں سمجھ گیا ہوں۔ اور آپ کے پاس اپنے بھائی عم زاد مسلم کو بھیج رہا ہوں جو میرے اہل بیت میں بہت معتبر ہیں جنہیں میں نے حکم دیا ہے۔ کہ تمہارے حال اور امور رائے تحریراً مجھے اطلاع دیں۔ اگر انہوں نے مجھے یہ لکھا کہ آپ لوگوں کی جمعیت اور آپ کے عقلاء نے اس رائے پر اتفاق کیا ہے۔ جو آپ کے قاصدوں نے مجھ سے آکر بیان کیا ہے تو میں انشاء اللہ العزیز عنقریب آپ کے پاس آجاؤں گا۔ (طبری صفحہ ۱۷۸ جلد ۲۔ کامل ابن اثیر جلد ۴ صفحہ ۱۳۹۔ ابن خلدون جلد ۵ صفحہ ۷۵)

دوسرا مورخ اس طرح لکھتا ہے

کوفہ کے لوگ معاویہؓ کے زمانے سے ہمیشہ آپ کو طلب خلافت اور خروج کی تحریص کیا کرتے تھے لیکن آپ ان کے قول وفعل پر اعتماد نہ کرتے تھے۔ جب انہوں نے یزیدؓ کی سلطنت میں آپ سے بیعت طلب کرنا اور آپ کے انکار اور مکہ تشریف لے جانے کے متعلق سنا تو متواتر عرائض آپ کی خدمت میں لکھے۔ اور قیس بن عمرو، محمد بن عمیر شیعان کوفہ نے انواع و اقسام کے عہد و پیمان اطاعت وجانفشانی کے اپنے عرائض میں درج کیے۔ امام نے احتیاطاً اول مسلم کو معہ کچھ لوگوں کے کوفہ روانہ کیا (صفحہ ۲۴۹ روضۃ الاصفیا طبع لاہور)

مسلم نے جناب حسینؓ کو کوفہ میں بلایا

کوفیوں نے سیدنا نعمانؓ کی شرافت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے درپردہ مسلم کو کوفہ بلا کر اس کے ہاتھ پر سیدنا حسین کی خلافت کی بیعت کرنی شروع کر دی اور جب ان مکاروں نے مسلم کو یقین دلا دیا کہ ہم سیدنا حسین کی خلافت پر راضی ہیں تو مسلم نے آپ کو خط لکھا کہ اٹھارہ ہزار کوفیوں نے آپکی خلافت کی بیعت کر لی ہے۔ اس لئے آپ جلدی سے جلدی کوفہ پہنچ جائیں۔ کیونکہ کوفی آپکے ساتھ ہیں اور یزیدؓ کے خلاف ہیں نے جو کچھ لکھا ہے

بالکل سچ ہے۔ اس لئے جلدی تشریف لا دیں۔

طبری لکھتا ہے:۔ امابعد! پیغام بر اپنے لوگوں سے جھوٹ نہیں بولتا۔ مجھ سے آپکے لئے اٹھارہ ۱۸ ہزار کوفیوں نے بیعت کر لی ہے۔ میرے خط کو دیکھتے ہی آپ جلدی اس طرف روانہ ہو جائیے کیوں کہ سب لوگ آپکے ساتھ ہیں۔ اور آلِ معاویہؓ (امیر یزیدؓ) سے انہیں کچھ طلب نہیں نہ وہ ان کی خواہش رکھتے ہیں۔ (طبری جلد ۲ صفحہ ۲۰۳ طبع دکن)

مسلم کا خط ملتے ہی سبائیوں کے مطابق سیدنا حسینؓ نے حج جیسے عظیم فریضہ کو بھی ترک کر دیا اور جیسا کہ کہا جاتا ہے۔ آپ حج سے دو ۲ دن پہلے ہی خلافت کے حصول کی خوشی میں عزیزوں دوستوں اور بزرگوں کے منع کرنے اور سمجھانے والوں کی نصیحتوں کی ذرہ بھر پرواہ نہ کرتے ہوئے مع اہل وعیال کوفہ کی طرف چل دیئے۔

سیدنا عبداللہ بن عباسؓ نے آپ کو سمجھایا

سیدنا عبداللہ بن عباسؓ آنحضور صلعم کے چچا زاد بھائی ہیں جنکے متعلق آنحضورؐ نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی تھی کہ اے اللہ! عبداللہ کو اپنی کلام کی سمجھ عنایت فرما۔ آپ سیدنا علیؓ کے بھی چچا زاد بھائی اور بہترین مشیر تھے۔ سیدنا حسینؓ آپکے بھتیجے تھے۔ آپ کو سیدنا حسینؓ سے از حد محبت تھی وہ یہ گوارہ نہیں کر سکتے تھے کہ یہ کسی بلا میں مبتلا ہوں۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ حسین کوفہ جا رہے ہیں تو وہ بے چین ہو گئے اور حسینؓ کے پاس آئے اور نصیحتاً سمجھایا کہ دیکھو تمہارا کوفہ جانا خطرے سے خالی نہیں۔ کوفی تمہیں جنگ جیسی خطرناک چیز میں پھنسانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کوفیوں کا بلانا فریب سے خالی نہیں اس خیال میں مت پھنسو۔ لیکن آپ نے مشفق چچا کی نصیحت کو بھی قطعاً کوئی وقعت نہ دی اور جواب دیا کہ وہ کوفہ ضرور جائیں گے خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ شیعہ راویوں کے بیانات کو مورخین نے

ان الفاظ میں لکھا ہے۔ حالانکہ سیدنا حسینؓ مکہ مکرمہ پہنچ کر اپنے ان ہی چچا کے مکان دار العباس ہی میں فروکش تھے۔ مورخین لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت حسینؓ کے پاس آئے اور فرمایا۔ کیا عراق تشریف لے جا رہے ہیں۔ آپ کیا کرنے والے ہیں انہوں نے جواب دیا کہ آج کل میں روانہ ہو جاؤں گا۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ میں آپ کے حق میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں خدا آپ پر رحم فرمائے مجھے بتلائیے کہ کیا آپ ایسے لوگوں کے پاس جاتے ہیں جنہوں نے اپنے امیر کو قتل کیا۔ اپنے بلاد کو مضبوط کیا یا اپنے دشمن کو جلا وطن کر دیا اگر انہوں نے ایسا ہی کیا ہے تو آپ وہاں تشریف لے جائیے۔ اگر انہوں نے اس حالت میں آپ کو دعوت دی ہے کہ ان کا امیر ان ہی میں موجود ہے اور ان پر دست قدرت رکھتا ہے اور اس کے عمال اپنے خراج ادا کرتے ہیں تو سمجھ جائیے کہ انہوں نے آپ کو جنگ کے لئے بلایا ہے۔ مجھے خوف ہے کہ آپ کو وہ لوگ دھوکہ دیں گے۔ آپ کو جھٹلائیں گے اور آپ پر حملہ کرینگے اس طرح وہ لوگ آپ کیلئے نہایت شدید اور سخت ہوں گے۔ حضرت حسینؓ نے جواب دیا کہ ہاں میں خدا سے طلب خیر کرتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ کیا ہوتا ہے۔ اسکے بعد ابن عباسؓ چلے گئے۔ (طبری جلد ۲ ص۲۱۱۔ کامل ابن اثیر جلد ص۱۵۹۔ ابن خلدون جلد ۵ کتاب ۲ ص۹۱)

سیدنا عبداللہ بن عمر فاروقؓ نے سیدنا حسینؓ کو سمجھایا

سیدنا عبداللہ بن عمرؓ وہ ذات ذالاصفات ہیں جنہیں آنحضور صلعم نے "نیک انسان ہیں" کے الفاظ سے نوازا ہوا ہے۔ (بخاری) آپ طبعاً صلح پسند اسلام کے شیدائی اور مسلمانوں کے ہمدرد اور مخلص انسان تھے۔ آپ کو سیدنا حسینؓ سے از حد محبت اور انس تھی۔ جب آپ نے سنا کہ حسینؓ کوفہ جا رہے ہیں تو آپ آئے اور انہیں جانے سے روکا اور فرمایا کہ آنحضور صلعم نے آخرت کو پسند فرمایا تم چونکہ

آنحضورؐ کی ذریت میں سے ہو اس لئے دنیا کی طلب نہ کرو۔ بیعت اور خلافت حاصل کرنے کے لئے مکہ سے باہر مت جاؤ۔ ابن عمرؓ نصیحت کرتے کرتے رو پڑے اور حسینؓ کے بھی آنسو نکل پڑے۔ لیکن جو کچھ انہوں نے کہا تھا جناب حسینؓ نے اسے ماننے سے انکار کر دیا اور عبداللہ بن عمرؓ افسوس کرتے ہوئے اٹھ کر چلے گئے (طبری جلد ۲ ص۲۱۲۔ ابن خلدون جلد ۵ ص۹۲۔ ابن اثیر جلد ص۱۴)

اہل حق حضرات کو ان حالات کا اچھی طرح جائزہ لیتے ہوئے اس حقیقت کو پیش نظر رکھنا چاہیئے کہ بزرگوں کے اس اصرار کے جواب میں بھی سیدنا حسینؓ نے امیر المومنین یزیدؒ کے اخلاق اعمال چلن وغیرہ کے متعلق کچھ بھی نہیں کہا۔ کیا اس سے صاف اور واضح ثابت نہیں ہوتا کہ یہ فسق و فجور کی باتیں بعد آنے والے یاروں نے اڑائی ہوئی ہیں۔

سیدنا ابن عباسؓ کا دوبارہ اصرار

جب سیدنا حسین نے اپنے مشفق چچا سیدنا ابن عباسؓ کے منع کرنے پر بھی ارادہ سفر ملتوی نہ کیا تو دوسرے دن پھر آپ محبت سے مجبور ہو کر سیدنا حسینؓ کے پاس آئے اور فرمایا کہ خیر! اگر تم جانے پر مصر ہو تو اپنی ازواج اور صاحب زادیوں کو تو ہمراہ نہ لے جاؤ۔ کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ جس طرح حضرت عثمانؓ شہید ہوئے اور ان کی ازواج و اولاد انہیں دیکھتے ہی رہ گئے تو کہیں وہی حال تمہارا بھی نہ ہو۔ مجھے قسم ہے وحدہٗ لاشریک کی اگر میں سمجھتا کہ تمہارے بال اور گریبان پکڑ کر روک لو یعنی دست و گریباں ہو جاؤں یہاں تک کہ لوگ میرا اور تمہارا تماشہ دیکھنے کو جمع ہو جائیں اور تم اس طرح میرا کہا مان لوگے تو میں ایسا ہی کر گزرتا۔ (طبری جلد ۲ ص۲۱۱۔ کامل ابن اثیر جلد ۴ ص۱۶) ابن خلدون بھی تقریباً یہی الفاظ بیان کرتا ہے۔

غرض یہ کہ بھتیجے میں بحث و مباحثہ اسی بناء پر تھا کہ سیدنا حسینؓ خروج کا غلط قدم اٹھا کر ہلاک نہ ہو جائیں۔ اور ساتھ ہی سیدنا ابن عباسؓ اصولاً اس خروج کو دینی اور دنیوی طور پر ناجائز سمجھتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ اس ردوکد کے درمیان سیدنا حسینؓ نے اپنے مشفق چچا سے کہا کہ اب آپ بہت بوڑھے ہو چکے ہیں۔ گویا کہ جیسے ہمارے نوجوان بعض اوقات اپنے بزرگوں کو کہتے ہیں کہ آپ تو اب سترے بہترے گئے ہیں۔ آپ اب ریٹائر ہو چکے ہیں۔ اب یہ سمجھنا سوچنا نوجوانوں کا کام ہے۔ اس طرح گویا سیدنا حسینؓ نے بھی یہ فرمایا کہ جو کچھ ہم سمجھتے ہیں وہ اب آپ نہیں سمجھ سکتے۔ اللہ اکبر! قارئین آگے چل کر کربلا کے مضمون میں دیکھیں گے کہ سیدنا حسینؓ اعتراف کرتے ہیں کہ مجھے نصیحتیں کرنے والے حق پر تھے۔ میں نے ان کی مرضی کے خلاف چل کر غلطی کی۔ سیدنا حسینؓ نے اپنے مشفق چچا کو جواب دیا حافظ ابن کثیر نے اس کا یہ جملہ اس طرح نوٹ کیا ہے اُنَّکَ شَیْخٌ قَدْ کَبُرْتَ بیشک آپ بہت بوڑھے ہو چکے ہیں (صـ۱۶۴ جلد ۸ البدایہ والنہایہ)

حضرت عبداللہ بن مطیعؓ نے بھی آپ کو اس خروج سے روکا

عبداللہ بن مطیع نے حضرت حسینؓ سے کہا مکہ سے کوفہ کا قصد ہرگز مت کیجئے۔ وہ شہر نحس اور شوم ہے۔ ان ہی لوگوں نے آپکے پدر بزرگوار کو وہاں قتل کیا۔ اور آپ کے بھائی وہیں بیکس و بے بس ہوئے۔ اور ان پر ان لوگوں نے برچھی کا وار کیا کہ جان جاتے جاتے بچی حرم کعبہ کو نہ چھوڑیئے۔ (شہید انسانیت صـ۲۸۸ ۔ طبری جلد ۲ صـ۱۷۵ ابن اثیر جلد ۴ صـ۱۶۴ ۔ ابن خلدون جلد ۵ صـ۴۳)

حضرت عمر بن عبد الرحمٰنؓ نے بھی سیدنا حسینؓ کو اس اقدام سے منع کیا۔

اہل کوفہ کے خطوط کے مطابق حضرت حسینؓ نے کوفہ جانے کا فیصلہ کر لیا تو عمر بن عبد الرحمٰن آپ کے پاس آئے اور کہا کہ میں آپ کے پاس کسی ضرورت کی بناء پر آیا ہوں جسے میں آپ کی خیر خواہی کے لئے بیان کرنا چاہتا ہوں۔ اگر آپ کی رائے ہو کہ آپ میری نصیحت مان لیں گے تو میں اسے بیان کروں۔ اور مجھ پر جو حق ہے اسے پورا کر دوں۔ لیکن اگر آپ کا یہ خیال ہو کہ آپ میری نصیحت نہیں سننا چاہتے تو میں اپنے ارادہ سے باز رہوں حضرت حسینؓ نے فرمایا کہ آپ بیان کیجیئے نہ میں آپ کو سمجھتا ہوں اور نہ مجھے یہ گمان ہے کہ آپ کسی ذاتی خواہش کی وجہ سے آئے ہیں۔ عمر بن عبد الرحمٰنؓ نے کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ عراق جا رہے ہیں جہاں حکومت کے عمال اور امراء موجود ہیں اور ان کے پاس بیت المال ہے یہ تو ظاہر ہے کہ لوگ درہم دینار کے بندے ہوئے ہیں آپ کو میں بالکل امن میں نہیں سمجھتا ہوں مجھے اندیشہ ہے یہ لوگ جنہوں نے آپ کو مدد دینے کا وعدہ کیا ہے وہی آپ سے لڑیں گے اور آپ بظاہر جن لوگوں کے نزدیک زیادہ محبوب ہیں وہی آپ سے لڑنے والوں میں پیش پیش ہوں گے حضرت حسینؓ نے فرمایا کہ میرے برادر عم زاد خدا تم کو جزائے خیر دے مجھے معلوم ہے کہ تم میری خیر خواہی چاہتے ہو اور عقل کی بات کرتے ہو جو امر پیش آئیگا خواہ میں اسے تمہاری رائے کے موافق کروں یا تمہاری رائے کو ترک کر دوں بہر حال تم میرے لئے قابل تعریف مشیر اور بہترین ناصح ہو۔ (کامل ابن اثیر جلد ۴ صـ۱۵۸ طبری جلد ۲ صـ۲۱۱ طبع دکن)

ابو واقد لیثیؓ اور جابر انصاریؓ نے بھی آپ کو سمجھایا

اسی طرح ابو سعید ہمذری و ابو واقد لیثیؓ اور جابر انصاریؓ وغیرہ نے سمجھایا۔ لیکن آپ نے جانے پر اصرار کیا۔ محمد بن حنفیہؓ

نے جو آپ کے بھائی ہیں جب یہ حال سنا تو بہت روئے حتی کہ آنسوؤں سے منہ دھونے کا طشت بھر گیا۔ اور مکہ کے تمام کے تمام لوگوں کو بہت رنج ہوا پھر آپ آٹھویں ذی الحج کو کوفہ چلے گئے (روضۃ الاصفیاء ص ۲۵۲ طبع لاہور)

حضرت ابوسعید خدریؓ وغیرہم بزرگوں نے بھی سمجھایا

"آٹھویں ذی الحج کو جب آپ نے روانگی کے لئے تیاری شروع کی تو عبداللہ بن عباسؓ عبداللہ بن عمرؓ جابرؓ، ابوسعید خدریؓ اور واقد لیثیؓ وغیرہم سب جمع ہو کر باتفاق مانع ہوئے اور اہل کوفہ کی بیوفائی۔ اور آپکے والد ماجد و بڑے بھائی کے ساتھ جو ہوا اسے بیان کر کے کہا کہ وہ لوگ ہرگز لائق اعتبار نہیں۔ لیکن چونکہ قضاء وقدر نے ایسا ہی لکھا تھا۔ اس لئے آپ نے اپنے ناصحین و مشفقین کی نصیحت کو قبول نہ کیا۔ بلکہ بعضوں نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر آپ نے اس دار الامن سے روانگی کا قصد کر ہی لیا ہے تو اہل وعیال کو ہمراہ نہ لے جائیے لیکن یہ مشورہ بھی آپ نے قبول نہ کیا اور کوفہ روانہ ہو گئے (ص ۵۶ تاریخ الخلفاء سیح الدین)

ابنِ خلدون کی حق گوئی

جب حضرت حسینؓ مکہ سے کوفہ روانہ ہوئے تو حضرت ابن عباسؓ ابن عمرؓ ابن زبیرؓ اور دوسرے حضرات نے آپ کو روکا اور سمجھایا کہ آپ کوفہ جانے میں غلطی پر ہیں لیکن چونکہ اللہ کے ہاں یونہی مقدر ہو چکا تھا اس لئے حضرت حسینؓ اپنے ارادہ سے نہ پھرے اور کوفہ روانہ ہو گئے (ص ۲۴۷ مقدمہ ابن خلدون طبع کراچی)

سیدنا حسینؓ کی کوفہ کو روانگی

جب سیدنا حسین دار الامن لعنۃ اللہ سے تمام بزرگوں دوستوں کے سمجھانے

اور منع کرنے کے باوجود کوفیوں کے فریب میں آکر کوفہ روانہ ہوئے تو آپ نے اپنے نقلی شیعوں کو خط لکھا کہ میں جلد تمہارے پاس پہنچ رہا ہوں، تم کمر ہمت مضبوطی سے باندھ لو اور سامان جنگ تیار رکھو۔ آپ کوفیوں کے دلاسوں پر حد سے زیادہ پُر امید تھے کہ آپ کوفہ پہنچتے ہی خلافت پر قابض ہو جائیں گے۔

حضرت حسینؓ کا خط کوفیوں کے نام

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یہ خط حسینؓ بن علیؓ کی طرف سے برادروں مومنوں کے نام ہے۔ تم پر سلامتی ہو امابعد! مسلم کا خط مجھے ملا جس میں لکھا ہے کہ تم لوگوں نے میری نصرت اور دشمنوں سے میرا حق طلب کرنے پر اتفاق کیا ہے۔ میں خدا سے سوال کرتا ہوں کہ اپنا احسان مجھ پر تمام کرے۔ اور تمہیں تمہارے حسن نیت و کردار پر بہترین جزائے خیر عنایت فرمائے۔ واضح ہو کر میں آٹھویں ماہ ذی الحجہ روز سہ شنبہ کو مکہ سے باہر آیا اور تمہاری طرف آ رہا ہوں۔

جب میرا قاصد تم تک پہنچے، لازم ہے کہ کمر متابعت مضبوط باندھو، اور اسباب کار زار تیار رکھو اور میری نصرت کے لئے تیار رہو۔ میں اب بہت جلد تم تک پہنچتا ہوں۔

(طبری جلد ۲ ص ۲۲۳۔ جلاء العیون باب ۵ ص ۴۴۹۔ شہید انسانیت ص ۲۹۷)

شاعر فرزدق نے بھی آپ کو راستہ میں منع کیا

مشہور شاعر فرزدق جو بقول مجلسی بروایت شیخ سعید اپنی ماں کو حج کرانے آیا تھا۔ قاضی شوستری نے اسے شیعہ شعراء میں شمار کیا ہے جب وہ مکہ مکرمہ میں پہنچا۔ تو حضرت حسینؓ عراق کے سفر پر تھے۔ حضرت حسینؓ نے دریافت کیا۔ کہ اہل عراق کا کیا حال تھا۔ فرزدق نے جواب دیا کہ ان کے دل تو آپ کی طرف ہیں اور تلواریں

بجانب بنی امیہ حضرت نے فرمایا جو کچھ خدا چاہتا ہے۔ قضائے خدا سے چارہ نہیں (جلاء العیون باب ۵ ص۴۲۹ - طبری جلد ۲ ص۲۱۲) علی نقی شیعہ مورخ شہید انسانیت میں اور ابن اثیر و خلدون بھی یہی لکھتے ہیں

بروایت زین العابدینؓ سیدنا عبد اللہ بن جعفرؓ نے بھی آپ کو منع کیا

علی بن حسینؓ کا بیان ہے کہ جب ہم لوگ مکہ سے نکلے تو عبد اللہ بن جعفرؓ نے عون و محمد اپنے فرزندوں کے ہاتھ ایک خط حسینؓ بن علی کو بھیجا جسمیں لکھا تھا کہ آپ کو خدا پاک کا واسطہ دیتا ہوں کہ میرا خط دیکھتے ہی واپس چلے آؤ۔ مجھے خوف ہے کہ آپ جہاں جا رہے ہیں وہاں جانے میں آپ ہلاک ہو جائیں گے۔ اور اسکے بعد ابن جعفرؓ عمر بن سعیدؓ حاکم مکہ کے پاس گئے اس سے گفتگو کی اور کہا کہ حسینؓ کو خط لکھو جس میں انہیں امان دینے کا اور ان کے ساتھ نیکی اور احسان کرنے کا وعدہ ہو! اور انہیں لکھو کہ وہ واپس چلے آئیں۔ عمر بن سعیدؓ نے کہا جو تمہارا دل چاہے لکھ کر میرے پاس لے آیئے میں اس پر مہر لگا دوں گا۔ ابن جعفرؓ خط لکھ کر عمر بن سعیدؓ کے پاس لے آئے اور کہا کہ اس پر مہر لگا کر اپنے بھائی یحییٰ بن سعیدؓ کے ہاتھ بھیجو۔ یحییٰ کے جانے سے انہیں اطمینان ہو جائے گا اور سمجھ جائیں گے کہ جو کچھ تم نے لکھا ہے دل سے لکھا ہے۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ غرض کہ یحییٰ و عبد اللہ بن جعفرؓ دونوں حسینؓ کے پاس آئے یحییٰ نے خط دیا اور دونوں نے بہت اصرار کیا لیکن حضرت حسینؓ کسی طرح نہ مانے اور وہ ناکام واپس چلے آئے۔ (طبری جلد ۲ ص۲۱۶ - جلاء العیون باب ۵ ص۴۲۸)

قارئین کرام! غور کا مقام ہے کہ طبری ایک شیعہ مؤرخ ہے وہ کوئی فقرہ ایسا جس سے عمال حکومت کے نرم برتاؤ کا اظہار ہوتا ہو اپنی طرف سے اضافہ نہیں کر سکتا تھا اس خط کے مضمون سے بھی واضح ہوتا ہے کہ حکومت نے سیدنا حسینؓ کیسا تھ بہت ہی نرم رویہ اختیار کیا ہوا تھا

سیدنا حسینؓ کے نام عمر بن سعیدؓ حاکم مکہ کا خط

عمر بن سعیدؓ کی طرف سے حسینؓ بن علیؓ کے نام۔ میں خدا تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ آپ کو اس ارادہ سے باز رکھے جس میں آپ کی تباہی کا سامان ہو۔ اور آپ کو وہ راہ دکھائے جس میں آپ کے لئے بہتری ہو۔ مجھے خبر ملی ہے کہ آپ عراق کی طرف جا رہے ہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو خلاف سے بچائے۔ اسلئے کہ ایسا کرنے میں آپ ہلاک ہو جائیں گے۔ مجھے اندیشہ ہے میں نے آپ کے پاس عبد اللہ بن جعفرؓ اور یحییٰ بن سعیدؓ کو بھیجا ہے انکے ساتھ میرے پاس چلے آؤ۔ یہاں آپ کے لئے امان ہے، نیکی ہے ہے پناہ ہے۔ میں اس باب میں خدا کو گواہ و کفیل اور نگہبان قرار دیتا ہوں۔ والسلام علیکم۔ (طبری جلد ۶ ص۲۲۶)

چنانچہ عبد اللہ بن جعفرؓ اندیمی ابن سیدنا حسینؓ کو واپس لانے میں ناکام رہے تو شیعہ مورخ طبری نے جو کچھ اس سلسلہ میں بیان کیا ہے وہ بھی اہل حق کے لئے صحیح فیصلہ کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

طبری لکھتا ہے۔ انہوں نے (یعنی ابن جعفر اور یحییٰ) پکار پکار کر کہا کہ اے حسینؓ تم خدا سے کیوں نہیں ڈرتے اور جماعت سے نکلے جاتے ہو اور امت میں تفرقہ ڈالتے ہو۔ حسینؓ نے جواب دیا کہ میرے لئے میرے عمل ہیں اور تمہارے لئے تمہارے عمل میں تمہارے عمل سے اور تم میرے عمل سے بری ہو۔ طبری جلد ۲ ص ۲۱۴)

یعنی سیدنا حسینؓ فرماتے ہیں کہ اگر مسلمانوں میں تفرقہ پڑتا ہے تو پڑے میں اپنے ارادہ سے باز آنے کا نہیں ہوں، یہاں اہل نظر کے لئے قابل غور بات یہ بھی ہے کہ سیدنا حسینؓ اپنے محترم والد سیدنا علیؓ کی بھی مخالفت کر رہے ہیں۔ کیونکہ قوم میں تفرقہ ڈالنے اور

جماعت سے الگ ہونے کے بارے میں سیدنا علی رض کا ارشاد گرامی ہے۔ کہ جو شخص جماعت سے الگ ہو جاتا ہے وہ شیطان کے حصہ میں چلا جاتا ہے۔

فرماتے ہیں :- تم اسی (درمیانی) راہ پر جمے رہو۔ (اور اسی بڑے گروہ کے ساتھ لگے رہو۔ چوں کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ اتفاق و اتحاد رکھنے والوں پر ہے۔ اور تفرقہ و انتشار سے باز رہو۔ اس لئے کہ جماعت سے الگ ہو جانے والا شیطان کے حصہ میں چلا جاتا ہے۔ جس طرح گلے سے کٹ جانے والی بھیڑ بھیڑیئے کو مل جاتی ہے (نہج البلاغہ صد ۳۳۵ امامیہ مشن لاہور

گویا سیدنا علی رض کے ارشاد کے مطابق سیدنا حسین رض جماعت سے الگ ہو کر کوفی بھیڑیوں کی ہوس کا شکار ہو کر رہ گئے۔

سیدنا ابو سعید خدری رض نے آپکو فرمایا کہ خدا سے ڈرو اور اپنے امام کے خلاف خروج نہ کرو

سیدنا ابو سعید خدری کا بیان ہے کہ جب حسین رض نے مجھ پر (اپنے ساتھ) خروج کرنے پر زور دیا تو میں نے کہا حسین رض تم خدا سے ڈرو اپنے گھر بیٹھے رہو۔ اور اپنے امام (خلیفہ یزید رض) کے خلاف خروج نہ کرو (صد ۱۶۳ جلد ۸ البدایہ والنہایہ)

بے وجہ خروج جان کھو دینا ہے

سیدنا ابو واقد لیثی رض نے سیدنا حسین رض کی روانگی کے بعد راستہ میں جا کر حضرت حسین رض کو روکا اور فرمایا۔ میں نے انہیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دلایا کہ خروج نہ کریں کیونکہ جو بے وجہ خروج کرتا ہے وہ اپنی جان کھو دیتا ہے۔ (ص ۱۶۳ جلد ۸ البدایہ والنہایہ)

سیدنا جابر بن عبد اللہ رض فرماتے ہیں کہ "میں نے حسین رض سے گفتگو کی اور کہا کہ حسین رض خدا سے ڈرو اور آدمیوں سے آدمیوں کو مت مرواؤ (صد ۱۶۳ جلد ۸ البدایہ والنہایہ)

قاضی ابو بکر محمد بن عبد اللہ بن احمد بن العربی (سیدنا حسین اور امیر یزید رض کے واقعات کے سلسلہ میں سیدنا حسین رض کے متعلق لکھتے ہیں۔ لیکن انہوں (سیدنا حسین رض نے اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم ابن عباس رض کی نصیحت کو قبول نہ کیا۔ اور شیخ الصحابہ ابن عمر رض کی رائے سے انحراف کیا۔ (۲۳۱ العواصم من القواصم طبع مصر)

مورخ علامہ محمد الخضری لکھتے ہیں "حضرت حسین رض نے بڑی غلطی کی"

لیکن حسین رض نے یزید رض کے خلاف اقدام کیا۔ حالانکہ تمام لوگ ان کی بیعت میں داخل ہو گئے تھے۔ اور ان سے اس مخالفت کے وقت کسی ایسے ظلم و جود کا اظہار نہیں ہوا تھا جو خروج کو جائز قرار دیتا۔" پھر آگے چلکر لکھتے ہیں۔

"اور حضرت حسین رض نے اپنے خروج میں بڑی غلطی اور خطا کی۔ جس سے امت میں اختلاف و افتراق کا وبال پڑا۔ اور آج کے دن تک بیعت و الفت کے ستون کو جھٹکا لگا۔ (محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ صد ۲۳۵)

حکومت وقت پر خروج کرنا اور ان سے جنگ کرنا اجماع مسلمین کے نزدیک حرام ہے

اس سلسلہ میں امام نووی شرح مسلم میں تحریر فرماتے ہیں کہ۔ حکومت کے معاملات میں فرمانرداؤں سے ٹکر نہ لو۔ اور نہ ان پر اعتراضات کرو۔ البتہ تم کو ان میں کوئی ایسی برائی نظر آئے کہ جو پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہو اور تم جانتے ہو کہ وہ اصول اسلام کے خلاف ہے۔ تو اسے ان کے لئے برا سمجھو اور جہاں تم ہو صحیح صحیح بات کہو لیکن ان پر خروج کرنا اور ان سے جنگ کرنا باجماع مسلمین حرام ہے (صد ۱۲۵ جلد ۲ شرح مسلم امام

نودی بحوالہ نہج البلاغہ امامیہ مشن لاہور) اور محدث عبدالکریم شہرستانی اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔ جو شخص اس امام برحق پر خروج کرے جس پر جماعت نے اتفاق کر لیا ہو۔ وہ خارجی کہلائے گا۔ چاہے یہ خروج صحابہ (کرامؓ) کے دور میں ہو یا آئمہ راشدین پر ہو چاہے ان کے بعد ان کے تابعین پر۔ (کتاب الملل والنحل صفحہ ۵۳ بحوالہ نہج البلاغہ طبع امامیہ لاہور)

اب اہل نظر! امیر المومنین یزیدؒ کی خلافت صحیح ہونے کے بارے میں سیدنا علی رضؓ کا ارشاد جو آپ اپنی خلافت کے دماغ میں پیش کیا کرتے تھے۔ نہج البلاغہ سے جو شیعہ دوستوں کے نزدیک قرآن کریم کے بعد تمام کلاموں سے افضل کلام ہے ملاحظہ فرما دیں

سیدنا علیؓ بھی قابل آدمی کو خلیفہ بنانے کے حق میں تھے

اے لوگو! تمام لوگوں میں اس خلافت کا اہل وہ ہے۔ جو اس کے نظم و نسق کے برقرار رکھنے کی سب سے زیادہ قوت و صلاحیت رکھتا ہو۔ اس صورت میں اگر کوئی فتنہ پرداز فتنہ کھڑے کر لے تو (پہلے) اسے تو یہ دباز گشت کے لئے کہا جائے گا۔ اگر وہ انکار کرے تو اس سے جنگ و جدال کیا جائے گا۔ مجھے اپنی جان کی قسم! اگر خلافت کا انعقاد تمام امت کے ایک جگہ اکٹھا ہونے سے ہوتا تو اس کی سبیل ہی نہیں۔ بلکہ اس (امت) کے کرتا دھرتا لوگ اپنے فیصلے کا ان لوگوں کو بھی پابند بنائیں گے جو (بعیت کے وقت موجود نہ ہوں گے) پھر موجود کو بھی یہ اختیار نہ ہوگا کہ وہ بعیت سے) انحراف کرے اور نہ ہی غیر موجود کو یہ حق ہوگا کہ وہ کسی اور کو (خلیفہ) منتخب کرے (صفحہ ۴۲۸ خطبہ نمبر ۱۷۱ "نہج البلاغہ" امامیہ لاہور۔)

اہل بصیرت کا فرض ہے کہ سیدنا علی رضؓ کے ارشاد پر انصاف سے غور فرما دیں۔ کہ جب سیدنا معاویہؓ کی وفات پر دار الحکومت دمشق میں مسلمان قوم کے کرتا دھرتا بزرگوں

نے امیر یزیدؓ سے خلافت کی بعیت کر کے فیصلہ صادر فرما دیا۔ اور پھر آنحضور صلعم سے فیض یافتہ اس وقت کے بزرگ اور محترم ہستیوں سیدنا عبداللہ بن عباسؓ ترجمان القرآن اور شیخ الصحابہ سیدنا عبداللہ بن عمرؓ اور سیدنا عبداللہ بن جعفرؓ آنحضور صلعم کے پروردہ سیدنا علیؓ کے داماد اور سیدنا حسینؓ کے بہنوئی اور سیدنا علیؓ کے لائق فرزند محمد بن حنفیہؒ اور دوسرے تمام سرکردہ مسلمانوں نے مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ میں امیر یزیدؒ کیلئے خلافت کی بعیت کر کے اس فیصلے پر مہر ثبت کر دی اور سیدنا علیؓ کے ارشاد کے مطابق مندرجہ بالا بزرگوں اور تمام دوسرے سرکردہ مسلمانوں نے سیدنا حسینؓ کو "تو یہ دباز گشت" کے لئے کہہ کر اپنا فرض پورا کرتے ہوئے حد سے زیادہ سمجھایا، خدا سے ڈرایا، تفرقہ ڈالنے سے روکا۔ لیکن سیدنا حسینؓ پر کچھ اثر نہ ہوا۔ لہذا جب دار الحکومت اور مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ میں مسلمین قوم کے سرکردہ بزرگوں نے امیر یزیدؓ کی خلافت کو تسلیم کر لیا تھا۔ اور سیدنا حسینؓ کو تفرقہ ڈالنے سے روک رہے تھے۔ تو پھر بقول سیدنا علیؓ ایک دو بزرگوں کو کیا حق پہنچتا تھا کہ وہ اکثریت کے فیصلے کو رد کر کے قوم میں تفرقہ ڈالیں۔ اور پھر سیدنا علیؓ کے ارشاد و عمل کے مطابق حکومت سے انکار کرنے والوں پر سختی کرنے کا بھی حکومت وقت کو پورا پورا حق پہنچتا تھا۔ جیسا کہ سیدنا علیؓ بعیت نہ کرنے والوں اور بعیت سے روکنے والے دوسروں کو سزا دینے کے لئے مدینہ منورہ سے چل کر بصرہ پہنچے اور جنگ جمل جیسے تباہ کن حادثہ سے دوچار ہوئے جس میں آنحضور صلعم کے خاص الخاص جان نثاروں اور توحید و سنت کے پروانوں نے جام شہادت نوش فرمایا۔ یہ تفرقہ باز سبائی دین حق کے دشمن آنحضور صلعم کی محبوب حرم محترم ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضؓ کی توہین کا باعث بنے۔ اور پھر سیدنا علیؓ سیدنا معاویہؓ کو بھی تو بعیت نہ کرنے ہی کی سزا دینے کے لئے کوفہ سے شام

روانہ ہوئے۔ اور بیعت ہی کے مطالبہ سے جنگ صفین جیسے ہولناک فتنے سے قوم کو دوچار ہونا پڑا۔ اور بیعت ہی کے جھگڑے میں قرون اولیٰ کے تقریباً پچاسی ہزار مسلمان جن میں بڑے بڑے صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ بھی شامل تھے جو آپس کی خانہ جنگی کا شکار ہوئے برعکس اسکے سیدنا حسینؓ مدینہ منورہ میں امیر یزیدؓ کی بیعت سے گریز کر کے مکہ مکرمہ آکر حکومت کا تختہ الٹنے کے لئے لگاتار چار ماہ تک پروگرام بناتے رہے۔ کوفیوں سے خط و کتابت کرتے رہے، کوفی آپکے پاس آتے جاتے رہے دیگر دوستوں اور بھی خواہوں کو ساتھ لانے کی کوشش کرتے رہے۔ مگر باوجود ان تمام باتوں کے حکومت نے آپ پر کسی قسم کی سختی نہ کی اور نہ ہی کسی قسم کی آپ پر پابندی لگائی۔ بلکہ بقول طبری جیسا کہ ابھی ابھی اوپر گذر چکا ہے۔ جب آپ دار الامن مکہ مکرمہ سے خروج کر کے چلے تو حکومت نے سیدنا ابن جعفرؓ کی سفارش پر امان نامہ لکھ دیا جس میں ہر قسم کی حفاظت کیلئے اللہ تعالےٰ کو گواہ و کفیل بنایا گیا۔ لیکن سیدنا حسینؓ کوفی تفرقہ بازوں کے سہارے، سرکردہ مسلمانوں کی مرضی کے خلاف حکومت کا تختہ الٹنے کے لئے کوفہ روانہ ہو گئے۔ یہ وہ باتیں ہیں جنہیں تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے مسلمان اچھی طرح جانتے ہیں۔ یہ تاریخی حالات واضح طور پر ثابت کرتے ہیں۔ کہ امیر المومنین یزیدؓ کی خلافت، سیدنا علیؓ کی خلافت سے بوجہ خانہ جنگی کے بدرجہا اولیٰ اور اتفاق کی حامل تھی۔

قارئین حضرات! جب حالات یہ ہیں تو کیوں اسلام کے دشمن سبائیوں کے بہکانے میں آکر اتنی ٹھوس اور واضح حقیقت و اجماعِ امت کو جھٹلایا جا رہا ہے۔ یہ تو قرآن و سنت کے سراسر خلاف ہے۔

علمائے دہلی سیدنا حسینؓ کو غلطی پر سمجھتے ہیں! اب اہل حق! وہ فتویٰ ملاحظہ فرمادیں

جو مشہور علماء اہل سنت و متحدہ ہندوستان دہلی نے تہذیب والتہذیب کی ایک روایت پر لکھی ہوئی کتاب "واقعہ کربلا" طبع دہلی کے صـ٢٢ تا ٢٦ پر دیے ہوئے ہیں

شیخ الکل حضرت العلامہ مولانا مولوی ابو سعید محمد شرف الدین صاحب ناظم مدرسہ سعیدیہ دہلی تحریر فرماتے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ اَمَّا بَعْدُ۔ میں نے رسالہ واقعہ کربلا، مصنفہ مولوی ابو الکلام ظفر عالم صاحب خطیب کا مطالعہ کیا۔ انہوں نے تہذیب التہذیب کی صحیح روایت کا ترجمہ کر کے اس کے چند نتائج اخذ کئے ہیں۔ میں نے اس کو اصل سے ملا کر دیکھا بالکل اصل کے مطابق ہے اور بالکل صحیح و معتبر ہے۔ اور الاصابہ فی تمیز الصحابہ جلد ثانی میں بھی اسی روایت کو لکھ کر کہا ہے کہ واقعہ کربلا یا مقتل حسین اور لوگوں کی تصانیف بھی ہیں جن میں رطب دیابس، صحیح سقیم، سب کچھ ہے مگر یہ روایت عمار دہنی والی نے سب سے بے پروا کر دیا، یعنی یہ بالکل صحیح ہے اور کوئی بھی صحیح نہیں۔

قال وصنف جماعة من القدماء فی مقتل الحسین ... تصانیف فیھا الغث والثمین والصحیح والسقیم وفی ھذہ القصة التی سقتھا غنی انتھا۔

تاریخ الخلفاء میں بھی اسی روایت کا مضمون ہے باقی رہے وہ نتائج جو مولوی صاحب موصوف نے اس روایت سے اخذ کئے ہیں وہ بالکل واضح اور صحیح ہیں یعنی یہ کہ واقعہ کربلا مذہبی جنگ نہ تھی۔ اول میں محض سیاست اور آخری حفظ ناموس کی تھی جو لوگ اس کو مذہبی بتاتے ہیں ان کو نہیں معلوم کہ اس میں کیا قباحت ہے۔ سنیئے! مذہبی جنگ اہل

اسلام کی کھلے ہوئے کفارہ ومشرکین سے ہوتی ہے۔ کیا کوئی صاحب ثابت کر سکتے ہیں کہ یزیدؓ کی بیعت کرنے والے سب کے سب صحابہ وتابعین جنہوں نے یزیدؓ کی بیعت کر لی تھی۔ معاذ اللہ کافر، مشرک، بے دین تھے۔ جن کے لئے امام حسینؓ اور ان کے برسرپیکار ہوئے۔ ہرگز ہرگز ایسا نہ تھا۔ یزیدؓ کی بیعت اکابر، صحابہ مثل امام حسینؓ کے چچا عبداللہ بن عباسؓ وعبداللہ بن عمرؓ وغیرہ ہزارہا صحابہ وتابعین نے کر لی تھی! اور جمہور صحابہ وتابعین اسی طرف تھے۔ (فتح الباری مطبوعہ انصاری دہلی ص ۶۲ جلد ۲)

اس سے واضح ہے کہ یزیدؓ کی بیعت جمہور صحابہ وتابعین نے کر لی تھی۔ پھر مذہبی جنگ کس سے کرنے چلے تھے؟ اجی حضرت یہ تو شیعوں کا افسانہ اور پروپیگنڈا اور پرلے درجے کا دھوکہ چالبازی ہے۔ اس سے انہوں نے بعض اہل سنت کو بھی بہکا دیا ہے۔ پھر مذہبی جنگ تھی تو پہلے امام حسینؓ کو بحکم   پر عمل پیرا ہو کر اہل حل وعقد کے شورے سے یہ کام کرنا لازم تھا انہوں نے نہیں کیا، بلکہ بعض صحابہ مثلاً ان کے چچا عبداللہ بن عباسؓ اور عبداللہ بن عمرؓ جابر بن عبداللہ وابو سعید خدریؓ والو واقعہ وغیرہم نے ان کو اس جنگ سے روکا بھی کہ مت جاؤ قتل ہو جاؤ گے اور کچھ نہ ہو گا۔ اہل کوفہ بے وفا دھوکہ باز ہیں، مگر وہ نہ مانے چلے گئے۔ پھر جو ہونا تھا ہوا۔ (تہذیب التہذیب ص ۳۰۶ جلد دوم۔ ص ۳۵۷۔ تاریخ الخلفاء ص ۲۰۶)

ہاں یہ روایت مذکورہ فی الرسالہ سے بالکل واضح ہے کہ پہلے امام صاحب کا عزم بالجزم سیاسی تھا۔ پھر قادسیہ پہنچ کر بعد ملاقات حر بن یزیدؓ وہ ارادہ فسخ ہو گیا اور مسلم کے بھائیوں کی خاطر بادل ناخواستہ قتل مسلم کے انتقام کے لئے کوفہ برائے انتقامی جنگ روانہ ہوئے، پھر میدان کربلا میں وہ ارادہ بھی فسخ ہو گیا۔ یزیدؓ کے پاس جاتے یا اور کسی مقام پر نکل جانے کا اظہار کیا۔ مگر لوگ اس بات کو نہ مانے۔ تب آئے جب اپنی جان

بچا کر کسی سرحد پر چلے جاتے یا یزیدؓ کے پاس جانے کا اظہار کیا کہ اس کے پاس جا کر بیعت کروں گا۔ (کمانی تاریخ الخلفاء ص ۱۴۴) یا کوئی اور صورت نکالوں، تو پھر مذہبی جنگ کہاں رہی اور کس سے جس سے پناہ لینے کو فرماتے ہیں۔ مذہبی جنگ بتانے والوں کے لئے جائے شرم ہے۔ اس جنگ کے سیاسی جنگ ہونے کی ایک یہ دلیل بھی ہے جو شیعوں کی معتبر کتاب احتجاج طبرسی ص ۱۵۴ میں ہے کہ جب امام حسینؓ علیہ السلام کو کربلا میں دشمنوں نے گھیر لیا، تو آپ نے فرمایا۔ اے لوگو! تمہیں ہلاکت وبربادی نصیب ہو۔ تم نے بیقرار ہو کر ہم کو پکارا۔ اور ہم تمہاری پکار پر تیزی کے ساتھ آئے۔ تو تم نے ہم پر وہ تلوار نکالی جو ہمارے ہاتھ تھی۔ اور وہ آگ ہم پر بھڑکائی جو ہم نے اپنے اور تمہارے دشمن پر بھڑکائی تھی۔ لیکن تم ہماری بیعت کی طرف دوڑے جس طرح کدو کے کیڑے اڑتے ہیں۔ اور تم اس پر اس طرح گرے جس طرح پروانے گرتے ہیں۔ پھر تم نے اس بیعت کو توڑ دیا۔

اس روایت کتب شیعہ سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ امام حسینؓ سیاسی جنگ کے لئے گئے تھے نہ کہ مذہبی کے لئے۔ مگر کوفی شیعوں نے ان کو دھوکہ دیکر بلایا اور پھر خود ہی ان کو شہید کر کے آپ ہی ان کے ماتم کے افسانے وضع کر کے رونے پیٹنے لگ گئے۔ اور آپ کی محبت کا دم بھرنے لگے۔ ہاں شیعوں کا اصولی مسئلہ تقیہ جو بڑا لازمی تھا۔ امام حسینؓ نے اس کے خلاف عمل کر کے اس کو باطل کر دیا۔ ورنہ وہ تقیہ کر کے بچ سکتے تھے۔ نیز اس جنگ کے سیاسی اور مذہبی نہ ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے جو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کوفہ جانے کے وقت دو منزل پر راستہ میں جا کر کہا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا اور آخرت میں اختیار دیا ہوا

تھا کہ جس کو چاہیں پسند کریں تو حضور علیہ السلام نے آنحضرت کو پسند کیا۔ اور آپ گوشہ جگر رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، آپ سے اللہ تعالیٰ نے جو اس کو پھیر دیا ہے، یہی آپ کیلئے بہتر ہے آپ کو یہ دنیا یعنی یہ سیاست و حکومت نہیں ملے گی، یہی آپ کے لئے بہتر ہے آپ کو اس غرض سے نہ جائیں، مگر وہ نہ مانے۔ آخر عبد اللہ بن عمر رضؓ نے کہا، جائیے اللہ حافظ ہے (تہذیب التہذیب ص۳۵۷ جلد سوم و تاریخ الخلفاء ص۱۴۲) خلاصہ یہ کہ اس جنگ کے مذہبی ہونے کی کوئی دلیل نہیں۔ راقم ابو سعید محمد شرف الدین بنگش دہلی

محی السنت حضرت العلامہ صدر المدرسین مدرسہ میاں صاحبؒ مولانا مولوی ابو الزبیر محمد یونس صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

میں نے کتاب واقعہ کربلا مصنفہ مولوی ظفر عالم صاحب سلمہ کو مختلف مقامات سے دیکھا۔ یہ کتاب اپنے موضوع پر بہت ہی کافی ہے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ، بموجب حدیث من قتل دون ماله و فی ملالیة دون عرضه بے شک شہید ہیں۔ مگر ان کی شہادت سے یزیدؒ کو کیا واسطہ یزیدؒ نے ابن زیاد کو نہ تو قتل حسینؓ کا حکم دیا تھا نہ قید کرنے کا۔ تاریخ الامامت والسیاست لابن قتیبہ میں ہے کہ جب یزیدؒ کو ان کی شہادت کا علم ہوا تو اس نے ابن زیاد کو بہت کچھ سخت و سست کلمات کہے۔ مسلمانوں میں جو خرافات ماہِ محرم میں مروج ہیں وہ درحقیقت شیعہ حضرات کے پروپیگنڈے ہیں۔ نام کے سُنی المذہب ان کے دام تزویر میں آ کر کہیں واقعات شہادت غلط طریقہ سے بیان کرنے لگے کہیں تعزیہ داری وغیرہ کی بت پرستی میں مبتلا ہو گئے کہیں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ان کی اولاد پر تبرا بازی کرنے لگے۔ شیعہ حضرات اپنے تعید دو شمہ دہی میں اس طرح کامیاب ہو گئے اور سُنی صاحبان نے ان کا جو کام تھا۔

اس میں ان کے ممد و معاون ہو گئے۔ مسلمانو! اگر چاہتے ہو کہ شرک جیسی لعنت سے آزاد ہو اور صحابہ کرامؓ کی ناموس محفوظ رہے تو قوم میں جملہ رسوم مروجہ سے اجتناب کرا اور شیعوں کے اعمال و اعتقاد سے کوسوں دور رہو وما علینا الا البلاغ

محمد یونس غفر لہ، صدر مدرس مدرسہ حضرت میاں صاحب۔

شیخ الحدیث حضرت العلامہ مولانا مولوی عبید اللہ صاحب مبارک پوری رحمانی مدرس مدرسہ دار الحدیث رحمانیہ دہلی تحریر فرماتے ہیں۔

"معتبر تاریخی روایات سے معمولی سمجھ کا آدمی بھی یہ نتیجہ اخذ کرنے پر مجبور ہے کہ کربلا کا واقعہ محض اس لئے پیش آیا کہ حضرت حسینؓ رضی اللہ عنہ نے قطعاً دور اندیشی اور تدبیر سے کام نہیں لیا۔ مخلص بہی خواہوں کے مشوروں کو ٹھکرا دیا۔ حالات و واقعات سے آنکھیں موند لیں۔ ان شیعان علیؓ پر اعتماد کر لیا۔ جن سے ان کے پدر بزرگوار حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ اپنی زندگی کے آخری دنوں میں تنگ آ گئے تھے۔ اور جن کی فطرت میں غداری و فتنہ انگیزی شرارت، بغاوت، سازش اور خدیعت داخل تھی۔ آخر کار انکی فطری غداری رنگ لائی اور جگر گوشہ رسولؐ اور دوسرے اہل بیت کو شہید کر ڈالا ہمارے نزدیک حضرت حسینؓ نے بے موقع اور بے محل و بلا ضرورت یہ اقدام کر کے عظیم ترین غلطی کا ارتکاب کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ امت میں ہمیشہ کے لئے اختلاف و افتراق اور شقاق و عداوت پیدا ہو گئی۔ اور امت اسلامی کا شیرازہ بکھر گیا۔ رسالہ میں پیش کردہ روایت بلا شبہ معتبر ہے اور اس سے اخذ کردہ نتائج صحیح ہیں لیکن روافض کے مقابلے اپنے گھر کی روایات سے استدلال کرنا روافض کے لئے کب قابل التفات ہو سکتا ہے؟ ضرورت اس امر کی ہے کہ ان کے خلاف

انہیں کی مستند معتبر روایات کتب سے استناد کیا جائے"۔ عبداللہ مبارک پوری

مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بھی سیدنا حسینؓ کو غلطی پر سمجھتے ہیں۔

اگر بالفرض اجماع کو مان لیا جائے تو وہ اجماع حضرت امام حسینؓ کے بعد منعقد ہوا تھا۔ لہٰذا اس اجماع کی مخالفت امام حسینؓ کو کچھ مضر نہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ امام حسینؓ نے اپنے زمانے میں ایک اختلافی مسئلہ میں غلطی کی (تحقیق انیق بحوالہ حسینؓ و یزیدؓ یوسف لدھیانوی ٹوبہ ص۲۳۶)

سیدنا حسینؓ نے دوستوں کی نصائح کو نہ مانا

ولید بن عقبہ بن ابی سفیان مدینہ کے گورنر تھے وہ نیک و عافیت پسند شخص تھے۔ جب حضرت حسینؓ اور ابن زبیرؓ ان سے نظر بچا کر مدینہ سے مکہ پہنچ گئے تو حضرت حسینؓ اہل کوفہ کے خطوط وصول کر کے بہت خوش ہوئے۔ خطوط اس مضمون کے تھے کہ کوفہ کے عرب آپ کی سرداری قبول کرنا چاہتے ہیں۔ اور وعدہ کرتے ہیں کہ آپ کو خلیفہ مان کر عراق کی کل رعایا کو آپ کی اطاعت قبول کرنے پر آمادہ کر لیں گے۔

حضرت حسینؓ کے پاس اب کوفہ سے قاصد پر قاصد آنے لگے، آخر میں جو قاصد آیا دی ایک بہت بڑی لمبی عرض داشت لایا۔ جس کے دس اوراق پر دستخط تھے۔ دور اندیش دوستوں نے آپ کی ہر طرح کی منت و سماجت۔ عجز و انکساری کے ساتھ سمجھایا کہ اس خطرناک منزل میں آپ قدم نہ رکھیں۔ اور ایسے لوگوں کے وعدوں اور ظاہری جوش پر اعتبار نہ کریں۔ جو آپ کے والد بزرگوار علیؓ کو فریب دے چکے ہیں۔ مگر حضرت حسینؓ نے کسی کی بھی بات نہ سنی اور ان بے شمار درنہ دستوں کو فخریہ دکھانے لگے۔ جو ان کے

پاس کوفہ سے آئی تھیں۔ ان کی نسبت خوش ہو ہو کر کہتے تھے، کہ وہ دو اونٹ کا بوجھ ہیں حضرت حسینؓ نے صرف ان صداؤں کو مانا جو ان کے دل سے اٹھیں اور دوستوں کی نصائح سے دل کی صداؤں کو ماننا بہتر سمجھا۔ اور تن بہ تقدیر کوفہ روانہ ہو گئے۔ حضرت حسینؓ کی خلافت کے لیے جو جوش عراق میں ظاہر کیا گیا تھا اسے مذہب کے ساتھ قطعاً کوئی لگاؤ نہ تھا۔ عراق ایک مستثنیٰ صورت رکھتا تھا۔ یہ وہی ملک ہے جہاں کے لوگوں نے شروع ہی سے عادت فساد۔ بدنظمی اور بدعملی کا طریقہ اختیار کر رکھا یعنی وہ طریقہ جو بدوؤں کی خصوصیت تھا۔ اور ان کی طبیعت کا نمایاں پہلو تھا۔ اس لیے عراق کا ملک سیاسی مفسدوں اور فتنہ انگیزوں کا معدن اور قاتلوں و قزاقوں کا مسکن تھا (ص۵ تا ۷، عبرت نامہ اندلس ڈوزی طبع لاہور)

سیدنا حسینؓ کا محاصل پر قبضہ

سیدنا حسینؓ مکہ سے چلکر ابھی ایک منزل تقسیم پر پہنچے تھے کہ آپ کو ایک قافلہ ملا جو یمن سے خراج و محاصل وغیرہ کا مال لئے دمشق امیر المومنین یزیدؓ کے پاس جا رہا تھا۔ وہ تمام کا تمام اہل آپ نے اس خیال سے اپنے قبضہ میں کر لیا کہ کوفیوں نے آپ کی بیعت کر لی تھی۔ اور آپ گویا آپ خلیفہ بن چکے تھے۔

مؤرخ لکھتے ہیں "حضرت حسینؓ نے وہ سب مال اسباب، جو یمن سے خراج وغیرہ کا یزیدؒ کے پاس دمشق جا رہا تھا، قبضہ میں لے کر اونٹ والوں کو جو جانا چاہتے تھے کرایہ وغیرہ دیکر کر دیا اور جو انکے ساتھ جانا چاہتے ہے انہیں کوفہ جانے کے لیے ساتھ رکھ لیا۔ (طبری جلد ۲ ص۲۱۴۔ جلاء العیون ص۴۷۷ باب ۵۔ محرم نامہ ص۱۰۴)

اہل حق قارئین! حقیقت سورج کی طرح روشن ہے کہ سب خلافت حاصل کرنے کا ہی جھگڑا تھا۔ اگر تبلیغ دین کا معاملہ ہوتا تو صحابہ کرامؓ آپ کے عزیز و اقارب اور باقی سنجیدہ

مسلمان آپ کو اس خطرناک سفر سے منع نہ کرتے۔ اور پھر آپ کے ہمراہ کسی صحابیؓ رسول پاکؐ کا نہ ہونا بھی ثابت کرتا ہے۔ کہ صحابہ کرامؓ اس غلط اقدام کے مخالف تھے۔ ان کی رائے کے خلاف آپ خلافت حاصل کرنے کوفہ گئے تھے۔ اور خلافت ہی کی آرزو کے نتیجہ میں کربلا کا یہ حادثہ پیش آیا۔ حیرت کا مقام ہے اور افسوس اس اندھی عقیدت پر جو حقیقت کو جھٹلائے۔ عام لوگوں کی تو بات ہی اور ہے جو محافظ دین اور عالم ہونے کے مدعی ہیں۔ ان میں سے بھی بہت سے کہتے ہیں کہ امیر المومنین یزیدؓ کی حکومت صحابہ کرامؓ پر سختی کرتی تھی۔ صحابہ کرام اور دوسرے بزرگوں نے ڈر کر ان کی خلافت کی بیعت کی تھی۔ اور سیدنا حسینؓ ڈرتے ہوئے مکہ معظمہ چھوڑ کر کوفہ چلے گئے تھے۔ یہ خیال رکھنے والے وہ لوگ ہیں جو اپنے آپ کو اسلام کے علمبردار اور مبلغ کہتے ہوئے نہیں تھکتے، حالات بتاتے ہیں کہ سیدنا معاویہؓ اور امیر المومنین یزیدؓ سب سے نیک سلوک کرتے تھے۔ اور خاص طور سے سیدنا حسینؓ سے نواسہ رسول پاک صلعم ہونے کی وجہ سے امتیازی سلوک کرتے تھے حتیٰ کہ ان کی زیادتیوں سے بھی چشم پوشی کرتے تھے جس کے جواز کا کوئی مذہبی پہلو نہیں صرف اخلاقی پہلو ہے۔ یہ سیدنا معاویہ اور امیر المومنین یزیدؓ ہی حلم و کرم تھا۔ کہ وہ آنحضور صلعم کے تعلق اور قرابت کی وجہ سے سب کچھ برداشت کر رہے تھے۔ یہ محض شر انگیز پروپیگنڈا ہے کہ انہوں نے صحابہؓ پر سختیاں کی تھیں۔ ایک بار سیدنا معاویہؓ کے زمانہ خلافت میں بھی سیدنا حسین نے خراج کے مال پر قبضہ کر کے اپنے لواحقین و حالی موالیوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ اور اس پر سیدنا معاویہؓ نے انہیں فقط اس قدر لکھا تھا کہ برخوردار یہ کام ٹھیک نہیں میرے ہوتے تو تم یہ کام کر گذرے ہوں میں تمہاری قدر کرتا ہوں۔ لیکن ایسا نہ ہو کہ کوئی دوسرا جو تمہاری قدر نہ کرتا ہو ایسے فعل پر تمہارے ساتھ سختی سے پیش آئے لیکن اب پھر ایک بار یمن سے خراج کا مال لے کر دمشق امیر یزیدؓ کے پاس جانے والے قافلہ

سے سیدنا حسینؓ نے وہی سلوک کیا۔ لیکن امیر المومنین یزیدؓ کی فراخدلی اور مروت دیکھیے کہ انہوں نے بھی ان سے اس کے متعلق کسی قسم کی باز پرس نہ کی۔ حالانکہ آپ کا گورنر مکہ بھی اس فعل پر تنبیہ کر سکتا تھا۔ لیکن اس نے بھی رواداری سے کام لیا۔ اہل نظر جانتے ہیں کہ ایسے فعل کی نہ تو مذہبی قانون اجازت دیتا ہے اور نہ ہی دنیاوی قانون۔ یہ کون سا اصول ہے کہ کسی حکومت میں کوئی ہستی خواہ وہ کتنی ہی ممتاز کیوں نہ ہو اس کے نظم و نسق کو درہم برہم کرے۔ اہل بصیرت یہ بھی اچھی طرح جانتے ہیں کہ دنیا کی کوئی بھی ذمہ دار حکومت ایسا فعل ہرگز برداشت کرنے کو تیار نہیں ہو سکتی۔ خواہ سربراہ حکومت کا کوئی عزیز ترین رشتہ دار ہی کیوں نہ ایسے فعل کا مرتکب ہو۔ لیکن یہاں تو اس دین میں یہ کام ہو رہا ہے جس دین کے بزرگ حکومت کا ایک پیسہ بھی اپنے ذاتی تصرف میں لانے سے پرہیز کرتے تھے۔ اس کے برعکس امیر المومنین یزیدؓ کو بدنام کرنے کے لئے کوفیوں نے اس جھوٹ کا سہارا ڈھونڈا۔ کہ ان کی حکومت سیدنا حسینؓ پر سختی کرتی تھی۔ پڑھنے والوں نے بھی اس پر غور نہ کیا اور یہ جھوٹ جوں کا توں آج تک بلا ثبوت اسلامی سوسائٹی میں کھرے سکے کی طرح چالو ہے

اسلام کے بنیادی احکام

ہلاکت ہے ہر جھوٹ باندھنے والے (اور سچ کو جھٹلانے والے) گناہ گار پر (قرآن کریم)

اسلام نے شخص پرستی کا کہیں حکم نہیں دیا اور نہ ہی اس بات کو جائز رکھا کہ مسلمان کسی ایک نیک ہستی کی محبت میں حد سے زیادہ تجاوز کر کے انصاف سے کہیں دار چلا جائے۔ اور اس ایک ہی کی عقیدت و محبت میں کسی حق بات کو سننے کا روادار تک نہ ہو۔ یہ بات تو قرآن اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم مبارک کے سراسر خلاف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں جو محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا گیا ہے۔ اس میں یہ حکم یہ

آیت :۔ اَلْیَوْمَ یَئِسَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ دِیْنِکُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ
اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ
وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ط

ترجمہ :۔ آج وہ لوگ جو کافر ہیں (نافرمانی کر کے ادھر ادھر بھٹکنے والے) تمہارے دین سے ناامید ہو گئے ہیں سو ان سے مت ڈرو آج میں نے تمہارا دین تمہارے لئے کامل کر دیا ہے اور تم پر اپنی (تمام) نعمتیں پوری کر دی ہیں اور تمہارا دین اسلام ہونے پر میں راضی ہوا۔ (مائدہ آیت ۳) نازل فرما کر اپنے دین اسلام میں ہر قسم کی کمیوں اور زیادتیوں کے دروازے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیتے۔ اس لئے نبی پاک صلعم کی زندگی کے بعد نہ تو کوئی بڑے سے بڑا حادثہ دین کہلا سکتا ہے اور نہ ہی کسی بڑے سے بڑے بزرگ کا عمل اور حکم دین کہلا سکتا ہے۔ اگر کوئی بات قابل قبول ہو سکتی ہے تو وہ ہے صحابہ کرام رض کا اجماع۔ کیوں کہ صحابہ کرام رض آنحضور صلعم کی صحبت اور تعلیم مبارک سے دین حق کا عکس بن چکے تھے۔ اس لئے آنحضور صلعم نے ارشاد فرمایا کہ میرے اور میرے صحابہ رض کے بعد تمام راستے جہالت اور گمراہی کے ہیں۔" ان حالات میں مسلمان پر فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ دین کی کوئی بھی بات کرتے وقت صحابہ کرام رض کی حیثیت کو مدنظر رکھے۔ کیوں کہ صحابہ رض ہمارے لئے دین کے بارے میں حجت اور کسوٹی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ لہذا خلافت کے سلسلہ میں صحابہ کرام رض کے مسلک یا دینی مصلحت (جو انہوں نے دین اور قوم کی فلاح و بہبود کے لئے متفقہ طور پر سرانجام دی ہو) کی مخالفت کرنے والا اول درجہ کا منافق ہے۔ کیوں کہ ایسا کرنے سے ان بزرگ ہستیوں پر اعتراض آتا ہے جنہوں نے اسلام کو اپنی بے لوث قربانیوں سے ترقی کی انتہائی منازل تک پہنچایا۔ اگر میں کہوں کہ

نہیں یہ وہ شجر جس نے ہوا پانی سے غذا پائی صحابہ رض نے پلایا خون اس نے پرورش پائی

تو مبالغہ نہ ہوگا۔ یہاں اہل بصیرت سے دو سوال دریافت کرنا بھی ضروری ہے۔

(۱) جب کبھی آپ حضرات نے سمجھ کر تفکر و تدبر اور دیانت داری سے کام لیکر کسی کام کا فیصلہ کر دیا ہو۔ اس کے بعد آپ سے کم درجہ کے لوگ اٹھیں اور کہیں کہ جناب آپ نے یہ کام ٹھیک نہیں کیا۔ آپ کو اسے اس طرح کرنا چاہیئے تھا۔ اور آپ نے اس میں یہ غلطی کر ڈالی ہے۔ ان حالات میں آپ کا جواب کیا ہوگا؟ کیا آپ ان کم علم اور دین سے دور لوگوں کی رائے سے اتفاق کریں گے؟ یا قرآن کریم کے اس فرمان "وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلَامًا" پر عمل کریں گے۔ یقیناً اصول کے مطابق آپ ایسے لوگوں کی بات کسی صورت بھی تسلیم کرنے کو تیار نہ ہوں گے۔

(۲) آپ حضرات جب کسی شخص کے پیچھے نمازیں پڑھیں اس کے فرمودہ خطبات سنیں۔ اس کو عزت کی نگاہ سے دیکھیں اسکی زیر کمان دین الہٰی کی حفاظت کریں۔ اس کے احکام کی پابندی کو اپنے اوپر فرض سمجھیں۔ اس کے ساتھ ہر طرح سے تعاون کریں انہی حالات میں ایک شخص اٹھے آپ کے امام و امیر اور رہنما کا دشمن اور اول درجے کا بے دین آدمی اس کی پگڑی اچھالنے کی کوشش کرے۔ تو کیا آپ آسانی سے اس لایعنی حرکت کو برداشت کرنے کو تیار رہا ہوں گے۔ ہرگز نہیں، یہ تو عقل و دانش اور انسانیت کے سراسر خلاف ہے۔ جب آپ اپنے امیر و امام اور اپنے صحیح کئے ہوئے فیصلے کے خلاف عام لوگوں کی بات برداشت کرنے کو تیار نہیں ہیں تو پھر صحابہ کرام رض اور تابعین عظام اپنے امیر و امام کے خلاف اگر کوئی شخص کچھ کہتا تو کس طرح برداشت کر سکتے تھے۔ لہٰذا خلافت کے بارے میں صحابہ کرام رض کے کئے ہوئے فیصلہ پر ہمیں اعتراض کرنے کا کیا حق ہے

لہذا عقل سلیم رکھنے والے دوستوں کی خدمت میں بخاری کی یہ روایت پیش کی جاتی ہے جو دوسری جگہ درج ہو چکی ہے اس پر غور کریں اور دیکھیں کہ صحابہ کرامؓ اپنے امیر یزیدؒ کے خلاف کسی قسم کی کوئی بات برداشت کرنے کو تیار نہ تھے۔

"سیدنا عبداللہ بن عمرؓ حادثہ کربلا کے تین سال بعد اپنے بیٹوں بھائیوں اور دوستوں کو جمع کر کے فرماتے ہیں۔ کہ تم میں سے جس نے میرے امیر کے خلاف بغاوت میں حصہ لیا یا ان کی بیعت توڑ دی تو یاد رکھو میرے اور اس کے تعلقات ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائیں گے۔ (بخاری باب الفتن پارہ ۲۹)

گویا آپ اپنے بیٹوں، بھائیوں اور دوستوں کو تو چھوڑنے کے لیے تیار ہیں لیکن امیر المومنین یزیدؒ کو کسی صورت بھی چھوڑنے کو تیار نہیں ہیں۔ سیدنا عبداللہ بن عمرؓ اور اس وقت کے دوسرے مسلمان جس طرح اس وقت اپنے امیر سے بیعت کرتے تھے وہ بھی صحیح بخاری ہی سے ملاحظہ فرمادیں۔ امیر المومنین یزیدؒ تو حضور صلعم کے نزدیکی رشتہ دار تھے آپ سے کم درجہ اور بعد آنے والے امیر عبدالملک سے سیدنا عبداللہؓ اس طرح بیعت کرتے ہیں "اللہ تعالیٰ کے بندے امیر المومنین کی جناب میں میں اقرار کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے بندے عبدالملک امیر المومنین کا حکم سنوں گا اور اطاعت کروں گا (میرا یہ اقرار) اللہ تعالیٰ کی سنت اور اس کے رسولؐ کی سنت کی پیروی میں ہے، جس حد تک بھی میرا مقدور ہو گا اس میں کوتاہی نہیں کروں گا) یہی اقرار میرے بیٹوں نے بھی کیا ہے۔" (صحیح بخاری پارہ ۲۹ کتاب الاحکام

جب یہ بات صاف اور واضح ہے کہ صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی حکم کی نافرمانی کرنا گناہ عظیم سمجھتے تھے، تو پھر یہ کس طرح

ہو سکتا ہے کہ سینکڑوں کی تعداد میں آنحضور صلعم کے حکم پر جان قربان کرنے والے صحابہ کرامؓ اور ان کے جان نثار تابعین عظامؒ ایک جابر انسان سے ڈر کر دین حق کے واضح حکموں سے منہ موڑ لیتے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ کے حکموں اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو پس پشت ڈال کر اللہ تعالیٰ کے نافرمانوں میں داخل ہو جاتے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ کے یہ حکم بھی صحابہ کرامؓ کے سامنے تھے "اور جو کوئی نہ حکم کرے مطابق اس کے جو اتارا ہے اللہ نے پس یہی لوگ ہیں کافر اور یہی لوگ ہیں ظالم اور یہی لوگ ہیں فاسق۔" آیت ۴۴ و ۴۵، ۴۷، المائدہ)

اگر کوئی پروپیگنڈے کے زیر اثر لوگ کے استدلال کو تسلیم کر لیا جائے کہ صحابہ کرام اور تابعین عظامؒ نے امیر یزیدؒ سے ڈر کے، یا کسی دوسری   کے تحت خلافت کی بیعت کی تھی اور امیر کوفیوں کے مطابق عیب دار تھے تو پھر آنحضور صلعم کی بشارتیں اور صحابہ کرامؓ کی حیثیت دگرگوں نظر آتی ہے اور اس کا نتیجہ لازماً یہ نکلتا ہے۔

(اول) آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ارشادات ان کی نیکی و نیک سیرتی کے بارے میں ارشاد فرمائے تھے اور آنے والے تمام زمانوں سے اپنے بعد صحابہ کرامؓ اور پھر تابعین عظامؒ کا زمانہ سب سے بہترین زمانہ ارشاد فرمایا تھا۔ ان ارشادات پر حرف آتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی کہ اے میرے رسولؐ کے صحابیو" میں نے ایمان تمہارے دلوں میں اس قدر مضبوط کر دیا ہے اب کسی قسم کی نافرمانی تمہارے نزدیک بھی نہیں آسکتی۔" (حجرات) تو کیا ایسے قوی الایمان صحابہ کرامؓ اور ان کے تابعین عظامؒ کسی جابر اور فاسق سے بیعت کر سکتے تھے۔

(دوم) اور پھر اگر امیر المومنین یزیدؒ میں کسی قسم کا کوئی بھی نقص تھا اور صحابہ کرامؓ تابعین عظامؒ نے اس کے فاسق ہوتے ہوئے خلافت کی

بیعت کر کے اللہ تعالیٰ کے دین کی خدمت اور سارے کا سارا اسلامی نظام ان کے سپرد کر دیا تھا۔ اور خود اپاہج ہو کر گوشہ گیری اختیار کر لی تھی۔ تو پھر ایسا کرنے والے تمام بزرگ ذیل کے خداوندی حکموں اور آنحضور صلعم کے ارشادات کی زد میں آتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے وہ حکم جن کے خلاف کرنا صریح کفر ہے

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۫ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝

(۱) ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ اے لوگو جو ایمان لائے قائم رہو انصاف پر اور گواہی دو اللہ تعالیٰ کی طرف اگرچہ خلاف ہو اپنی ذات کے یا ماں باپ کے یا قرابت داروں کے اگر کوئی مال دار ہو یا غریب تو اللہ تعالیٰ دونوں کا (تمہاری نسبت) زیادہ خیر خواہ ہے سو تم خواہش کی پیروی نہ کرو انصاف کرنے میں اگر تم پیچ دار بات کرو یا (حق سے) اعراض کرو جو تم کرتے ہو اللہ اس سے خبردار ہے (نساء آیت ۱۳۵)

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

(۲) ترجمہ۔ اللہ حکم دیتا ہے۔ اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اپنے باپوں اور بھائیوں کو دوست نہ بناؤ اگر وہ ایمان پر کفر کو عزیز رکھیں اور جو کوئی تم میں سے ایسوں کو

دوست رکھیں تو یہی ظالم ہیں (سورۃ توبہ آیت ۲۳)

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ۝

(۳) ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ اپنے رسولؐ کو اس طرح خطاب کرتا ہے۔ نہ پائے گا تو کسی قوم کو جو ایمان رکھتے ہوں اللہ پر اور آخرت پر پھر دوستی رکھیں ان لوگوں سے جو مخالفت کریں اللہ کی اور اس کے رسول کی اگرچہ ہوں ان کے باپ یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے قرابت دار (سورۃ مجادلہ آیت ۲۲)

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ ۝

(۴) ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے، کہ اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسولؐ کی اور صاحب حکم کی جو تم میں سے ہو۔ (نساء آیت ۵۹)

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

(۵) ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ اے ایمان والو۔ اور چاہیئے کہ تم میں ایک جماعت ایسی ہو جو بلاتی رہے نیک کام کی طرف اور اچھے کاموں کا حکم دے اور برے کاموں سے روکے اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں۔ (آل عمران آیت ۱۰۴)

اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ ۠ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝

(۶) ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ اے ایمان والو! یہ شیطان صرف اپنے دوستوں کو ڈراتا ہے

سوتم ان سے مت ڈرو مجھ سے ڈرو اگر تم ایمان رکھتے ہو۔ (آل عمران آیت ۱۷۵)
فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ (۷) ترجمہ: اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ اے ایمان
والو۔ سو تم لوگوں سے مت ڈرو مجھ سے ڈرو۔ (مائدہ آیت ۴۴)
وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ ۝
(۸) ترجمہ: اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ اے ایمان والو۔ ڈرتے رہو اللہ سے اور یاد رکھو کہ اللہ
ساتھ پرہیزگاروں کے ہے۔ (البقرہ آیت ۱۹۴) یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا
اللّٰهَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ۝
(۹) ترجمہ: اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور جو لوگ حق
پر ہیں ساتھ دو ان کا۔ (توبہ آیت ۱۱۹) یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ
لَا یَضُرُّکُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْ اِلَی اللّٰهِ مَرْجِعُکُمْ جَمِیْعًا...
فَیُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ (۱۰) ترجمہ: اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ اے لوگو جو
ایمان لائے ہو اپنی جانوں کی فکر کرو، جو گمراہ ہوا وہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا
جب تم ہدایت پر ہو (مائدہ آیت ۱۰۵) اَتَخْشَوْنَهُمْ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ
اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝
(۱۱) ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ ایمان والو۔ کیا تم ان سے ڈرتے ہو بلکہ اللہ ہی
زیادہ حق دار ہے کہ تم اس سے ڈرو۔ اگر تم ایمان والے ہو (توبہ آیت ۱۳)
وَلَا تَرْکَنُوْا اِلَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّکُمُ النَّارُ وَمَا لَکُمْ مِّنْ دُوْنِ
اللّٰهِ مِنْ اَوْلِیَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ۝
(۱۲) ترجمہ: اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ اے ایمان والو۔ اور ان کی طرف مت جھکو جو ظالم

ہیں (اگر تم جھک گئے) پھر لگے گی تم کو آگ اور اللہ کے سوا تمہارے کوئی حمایتی نہ ہوں
گے۔ پھر تمہیں مدد بھی نہیں ملے گی (ھود آیت ۱۲۳)
یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا
یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓی اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی
وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝
(۱۳) ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ اے لوگو جو ایمان لائے ہو کھڑے ہو جایا کرو اللہ
کے لئے گواہی دینے کو انصاف کی اور کسی قوم کی دشمنی کے باعث انصاف کو ہرگز مت چھوڑو۔ (مائدہ ۸)
یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا ۝
(۱۴) ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ اے لوگو جو ایمان لائے ہو ڈرتے رہو اللہ سے
اور کہو بات سیدھی (الاحزاب آیت ۷۰)
وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَکْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝
(۱۵) ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ اے ایمان والو۔ اور مت ملاؤ سچ میں جھوٹ
اور مت چھپاؤ سچ کو جان بوجھ کر (البقرہ آیت ۴۲)

محمد کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات گرامی۔

(۱) سیدنا عبد اللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب گرفتار
ہوئے بنی اسرائیل گناہوں میں منع کیا عالموں انکے نے پس نہ باز آئے وہ اور ہم
نشینی کی علماء ان کے نے ان کی مجلسوں میں اور کھایا پیا ساتھ ان کے پس ملایا اللہ
نے دل بعضوں کا ساتھ بعض کے پس لعنت کی اللہ تعالیٰ نے ان کو اوپر زبان داؤدؑ

اور عیسیٰ بیٹے مریم علیہ السلام کے بسبب گناہ اور تجاوز کرنے اللہ تعالیٰ کی حدوں سے کہا ابن مسعودؓ نے کہ اٹھ بیٹھے آنحضورؐ کے تھے تکیہ لگائے ہوئے ایس فرمایا قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے نہیں تم مسلمان یہاں تک کہ منع کرو تم ظالم کو منع کرنا اچھی طرح سے (مشکوٰۃ) (۲) دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قسم ہے اللہ تعالیٰ کی البتہ کہو ان کو بات اچھی اور منع کرو ان کو بری بات سے اور پکڑو ہاتھ ظالم کا اور مائل کرو اس کو حق پر مائل کرنا خوب اور البتہ روکو ان کو حق پر روکنا اچھی طرح سے اگر نہ کرو گے ایسا البتہ مار دیگا اللہ تعالیٰ دل بعض کے کو دل بعض پر پھر البتہ لعنت کرے گا تم پر جیسے لعنت کی بنی اسرائیل پر۔ (مشکوٰۃ) (۳) اوس بن شرحبیلؓ سے روایت ہے کہ سنا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے تھے کہ جو شخص چلے ساتھ ظالم کے تاکہ تائید کرے اس کی حالانکہ جانتا ہے کہ وہ ظالم ہے۔ پس نکل گیا اسلام سے۔ (مشکوٰۃ)

(۴) سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب دیکھیں لوگ کسی ظالم کو ظلم کرتے پس نہ پکڑیں ہاتھ اس کا قریب ہے کہ پکڑے ان سب کو اللہ تعالیٰ ساتھ عذاب کے (مشکوٰۃ)

ہم اہل حق سے بزور التماس کرتے ہیں کہ ان اسلام کے بنیادی حکموں کے پیش نظر غور فرمادیں کہ صحابہؓ کرام نے جو امیر یزیدؓ کی ولیعہدی سے لے کر دور خلافت تک حیات تھے۔ نیز تابعین عظامؒ جو صحابہ کرامؓ سے تربیت یافتہ تھے ان بزرگوں نے اسلام کے ان احکام کے ہوتے ہوئے سیدنا حسینؓ کا اگر آپ خلافت کے بارے میں حق پر تھے تو کیوں ساتھ نہ دیا۔ اور کیوں بقول سبائیوں کے آپ کو بے یار و مددگار مظلومی کی حالت میں موت کے منہ میں دھکیل دیا۔ جب کہ مالک حقیقی کا یہ حکم موجود تھا کہ اے ایمان والو!

مجھ سے ڈرتے رہو اور جو لوگ حق پر ہیں ان کا ساتھ دو لیکن صحابہ کرامؓ اور دوسرے کسی بزرگ نے بھی آپ کا ساتھ نہ دیا بلکہ یہ سب بزرگ امیر یزیدؓ کی بیعت خلافت میں داخل ہو گئے اگر امیر یزیدؓ بقول سبائیوں کے عیب دار تھے پھر صحابہ کرام اور تابعین عظامؒ نے امیر کی بیعت کر کے نہ ہی شہادت صحیح اور حق بردی اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی پرواہ کی اے ایمان والو! اگر تمہارے باپ اور بھائی بھی غلط کام کریں تو ان کو بھی دوست نہ بناؤ اور اللہ تعالیٰ نے جو ان پر یہ اعتماد کیا تھا کہ اے میرے رسولؐ تو نہیں دیکھے گا کہ مجھ پر ایمان رکھنے والے کسی غلط کار کو دوست نہیں بنائیں گے چاہے وہ ان کے باپ بھائی اور رشتہ دار بھی کیوں نہ ہوں۔ کی بھی پرواہ نہ کی، تو پھر کیا ان بزرگوں نے ایک غلط کار انسان کو اپنا امیر و امام چن کر خدا اور رسولؐ کا مقابلہ کیا۔ اور خدا رسولؐ کے نافرمان کے حکم کی پیروی کی۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے ان حکموں کو کہ لوگوں سے نہ ڈرو، شیطان اور شیطان کے دوستوں سے نہ ڈرو۔ بلکہ مجھ سے ڈرو۔ اگر تم ایمان دار ہو۔ لیکن انہوں نے ایک نہ سنی۔ گویا ان بزرگوں نے ایک جابر سے ڈر کر دین حق کی سربراہی اس کے سپرد کر کے خود اس سے وظیفے کھانے ہی میں نجات سمجھی۔ اور قولاً قولاً ضدیداً کی بھی مخالفت کی اور اگر امیر یزیدؓ غلط کار تھے تو ان بزرگوں نے سچ کو بھی جھوٹ میں ملایا۔ اور ایک غلط کار کی خاطر سیدنا حسین کو تفرقہ باز کا خطاب دینے سے بھی گریز نہ کیا۔

امیر المومنین یزیدؓ اللہ تعالےٰ اور اسکے رسولؐ پاک کے طاعت گذار تھے

اس آیت۔ یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ ہ

اللہ تعالیٰ نے ایمان دار لوگوں کے لئے حکومت کے بارے میں صاف اور واضح طور پر حکم فرما دیا ہوا ہے کہ اگر حکومت کا سربراہ اللہ اور اس کے رسول کا اطاعت گذار نہ ہو تو مذہبی طور پر اس کی اطاعت کسی طور بھی جائز نہیں۔ کیوں کہ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لانے کا تقاضہ ہی یہ ہے کہ ظلم کو دنیا سے ختم کیا جائے۔ پیغمبر اعظم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والے لوگ صحابہ کرامؓ جو آپؐ سے تعلیم دین حاصل کر کے اسلام کا عکس بن چکے تھے جو اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کو خوشی سے قبول کرتے تھے اور قرآن کریم کے اشاروں پر چلنا جن کی زندگیوں کا معمول بن چکا تھا وہ خوب جانتے تھے کہ ہمارے ذمہ کیا فرائض ہیں اور ہمیں کیا کرنا ہے۔ اہل حق یہ بھی اچھی طرح جانتے کہ صحابہ کرامؓ اور ان کے تابعین عظام اللہ تعالیٰ کے حکموں کے مقابلہ میں ایک جابر تو کیا تمام دنیا کو بھی خاطر میں نہ لاتے تھے۔ اور پھر ان بزرگوں کے سامنے اللہ تعالیٰ کا یہ حکم بھی موجود تھا کہ۔

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا ۝

ترجمہ:۔ ”ان میں سے کسی گناہ گار یا منکر (یعنی حقیقت سے انکار کرنے والے) کی اطاعت نہ کر“ (آیت ۲۳ دہر پارہ ۲۹)

لہٰذا صحابہ کرامؓ اور ان کے تابعین عظامؒ کس طرح اپنے رب کے واضح حکموں کی خلاف ورزی کر سکتے تھے آیت مذکورہ میں اللہ تعالیٰ اپنے فرمانبردار بندوں کو حکم دے رہا ہے کہ اے ایمان والو اس صاحب حکم کی اطاعت کرنا جو میرا اور میرے رسولؐ کا صحیح معنوں میں اطاعت گزار ہو، اور ہو بھی تم میں سے

ایمان دار۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ ایمان والو۔ اطیعوا اللہ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ اللہ تعالیٰ نے اولی الامر اہل نہ لگا کر صاحب حکم کو پہلے والی دونوں اَطِیْعُوْا کا پابند کر دیا ہے جس سے صاف اور واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ اس صاحب حکم کی اطاعت ،، حکم مل رہا ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاک صلعم کا پورے طور پر اطاعت گزار ہو ورنہ آیت مذکور اس طرح ہوتی۔ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاَطِیْعُوْا اِلٰی الْاَمْرِ یا پھر اس طرح ہوتی اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ وَاِلَی الْاَمْرِ لہٰذا جو لوگ اس آیت سے ایرہ وغیرہ کی اطاعت کا جواز نکالتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔ کیوں کہ اس حکم میں واضح طور پر ایمان والوں کو مِنْکُمْ تم میں سے کہہ کر خطاب کیا گیا ہے۔ اور ان صحابہ کرامؓ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو خطاب ہے جنہوں نے قرآن کریم کے ہر حکم ہر لفظ کی تفسیر و تعبیر آنحضور صلعم سے اسی طرح سیکھی اور سمجھی تھی جس طرح اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ سے آنحضورؐ کو سکھائی یا سمجھائی تھی۔ آنحضور صلعم سے تعلیم یافتہ صحابہ کرامؓ قرآن کریم کے حکموں پر سوچ سمجھ کر بلکہ موت سے بے فکر اور بے خوف ہو کر عمل کرتے تھے۔ ثابت ہوا کہ اگر امیر المومنین یزیدؓ اللہ اور اس کے رسول کے اطاعت گزار اور صحابہ کرامؓ کی طرح ایمان دار نہ ہوتے تو صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ موت کو تو قبول کر سکتے تھے لیکن ان کا امیر یزیدؓ کی بیعت کرنا مشکل بلکہ ناممکن تھا۔ اگر انصاف اور دیانتداری سے اس ایک آیت پر ہی غور کر لیا جائے، تو روز روشن کی طرح صاف نظر آتا ہے کہ امیر المومنین یزیدؓ خلیفہ برحق تھے۔

صحابہ کرامؓ نے سیدنا حسینؓ کو غلطی پر قرار دیا

جیسا کہ بیان ہو چکا ہے کہ حضرت سیدنا حسینؓ

مدینہ سے امیر یزیدؓ کی بیعت سے گریز کر کے چلے آئے تھے اور راستے میں سیدنا عبداللہ بن عمرؓ نے سیدنا عبداللہ بن عباسؓ ترجمان القرآن کی موجودگی میں فرمایا تھا کہ حسینؓ تم خدا سے ڈرو، اور جماعت المسلمین میں تفرقہ نہ ڈالو۔ یعنی امیر یزیدؓ کی بیعت کر لو۔ اور پھر اس کے بعد مکہ مکرمہ سے سیدنا حسینؓ کے کوفہ روانہ ہونے پر اس وقت کے تمام بزرگوں نے بلکہ آپ کے بھائیوں اور نزدیکی رشتہ داروں نے بھی آپ کو امیر یزید کے خلاف اُٹھنے سے منع فرمایا تھا جیسا کہ وضاحت سے بیان کر دیا گیا ہے۔ اور جب آپ تمام بزرگوں دوستوں اور بھی خواہوں کے مشوروں کو ٹھکرا کر کوفہ روانہ ہوئے تو اس وقت کے سب سے بڑے عالموں مجتہدوں آنحضور صلعم کے مکتب فیض عام سے فیض یافتہ دین حق کے روشن میناروں نے یعنی سیدنا عبداللہ بن عباسؓ اور سیدنا عبداللہ بن عمرؓ اور بعض دوسرے بزرگوں نے یہاں تک کہہ دیا تھا کہ آپ وہاں جا کر ضرور قتل ہوں گے۔ اور تمام کے تمام بزرگوں نے آپ کو غلطی پر سمجھا جس کو علامہ ابن خلدون اس طرح بیان کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں۔ "رد کنے والے بزرگ سیدنا حسینؓ کو کوفہ جانے میں غلطی پر سمجھتے تھے۔" کیا سبائیوں کے کہنے کے مطابق ان بزرگوں نے امیر المومنین یزیدؓ کی بیعت کسی مصلحت کے ماتحت کی تھی۔ کیا یہ سب بزرگ امیر یزیدؓ کی خلافت پر دل سے راضی نہ تھے۔ اور کیا سیدنا حسینؓ کو ان کا روکنا بھی امیر یزیدؓ کے حق میں نہ تھا۔ بلکہ ایک وقتی بات تھی۔ اور کیا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کو یہ تعلیم دینا کہ جابر حاکم کے سامنے کلمۂ حق کہنا افضل جہاد ہے۔ محض رسمی بات تھی۔ اور آنحضورؐ کا ان کو یہ تعلیم دینا کہ ظالم حاکموں کی ہم نشینی نہ کرنا۔ اور ظالموں کے ہم نوالہ وہم پیالہ نہ بن جانا۔ بلکہ ظالم کو ظلم سے اچھی طرح روکنا۔ ورنہ اسلام سے

نکل جاؤ گے۔ اور یہ کہ پکڑو ہاتھ ظالم کا اور مائل کرو اس کو پر اچھی طرح سے۔ اور پھر یہ ارشاد کہ مت چلو ساتھ ظالم کے تاکہ تائید کرو اس کی اگر تم نے ایسا کیا تو نکل جاؤ گے اسلام سے اور آنحضور کا یہ فرمان کہ اگر تم نے ظالم کا ہاتھ نہ پکڑا تو تم سب عذاب میں گرفتار کئے جاؤ گے۔

گویا بقول سبائیوں کے اس وقت کے تمام کے تمام مسلمانوں نے معہ صحابہ کرامؓ کے جو بھی اس وقت دنیا میں حیات تھے۔ سوائے ابن زبیرؓ اور سیدنا حسینؓ اور آپ کے ہمراہیوں کے جو کربلا میں کوفیوں نے قتل کر دیئے۔ بلکہ سیدنا زین العابدین بھی کیوں کہ کربلا کے بعد انہوں نے امیر یزیدؓ کی بیعت کر لی تھی۔ ان سب نے اللہ تعالیٰ کے حکموں اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مندرجہ بالا ارشادات کی زبردست مخالفت کی۔ معاذاللہ۔ اہل نظر! خدارا غور کریں کہ کیا ایسا ہو بھی سکتا ہے کہ جن پاک ہستیوں سے خدا خوش تھا رسول پاکؐ خوش اور مطمئن تھے۔ اور پھر خود یہ بزرگ حق کے مقابلہ میں ساری دنیا کو بھی خاطر میں نہ لاتے تھے۔ یہ وہی بزرگ ہیں جن کی ایمانی قوت نے طاغوتی طاقتوں کو تہ و بالا کر دیا تھا۔ جن کی محنتوں اور صبر بانیوں کی وجہ سے آج ہم مسلمان کہلا رہے ہیں۔

سبائیوں نے محض تفرقہ ڈالنے کے لیے غلط پراپیگنڈہ کیا

یہ تو ابو مخنف جیسے کذاب سبائی راوی کی داستان سرائی ہے جو الف لیلیٰ کی کہانیوں سے کسی صورت بھی کم نہیں۔ جس میں مسلمان قوم بغیر سوچے سمجھے اندھی عقیدت کا شکار ہو کر کہاں سے کہاں چلی گئی ہے۔ اور اب کسی سچی بات کے سننے پر بھی تیار نہیں ہے۔ اگر اس کوئی پروپیگنڈے کو تسلیم کر لیا

جائے کہ امیر فاسق تھے، تو اس کا نتیجہ لازماً یہ نکلتا ہے کہ اس وقت کے تمام اسلام کا نام لیوا لوگ جو امیر کے برسر اقتدار آنے میں معاون و مددگار بنے یا جنہوں نے انکے برسر اقتدار آنے کی تائید کی یا ان سے دنیاوی فائدے اٹھانے کی خاطر خاموش رہے یا پھر امیر المومنین یزیدؒ خلافت المسلمین کے لائق تو نہ تھے لیکن زبردستی ان کو برسر اقتدار لایا گیا۔ یا خود اس پر زبردستی قابض ہو گئے اور یہ دین حق کے نقیب اسلام کو سمجھنے والے بزرگ اور ان کے تابعین ڈرے ہوئے خاموش رہے۔ بلکہ اللہ تعالےٰ کے فرمانوں اور آنحضور صلعم کے ارشادات کو بالائے طاق رکھ کر اس کی بیعت کر کے اس کے ہم نوا بن کر اس کے معاونین کی صفوں میں شامل ہو کر ایک فاسق کو من مانی کرنے کی کھلی چھٹی دے کر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کا مقابلہ کیا۔

اگر فی الحقیقت حالات یہی ہیں تو پھر کیا نعوذ باللہ من ذالک ہم یہ سمجھیں کہ وہ انقلاب جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت بابرکت سے صحابہ کرامؓ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگیوں میں آیا تھا وہ عارضی تھا۔ وہ قلوب جو وحی الٰہی و قرآن حکیم کی تعلیم سے روشن ہو گئے تھے۔ وہ ایک فاسق کے خوف سے مدہم بلکہ بالکل ہی بے نور ہو گئے تھے۔ اور محمد کریم صلعم کا وہ اصلاحی انقلاب جس نے تمام ظالموں، فاسقوں، گمراہوں اور خود غرضوں کا ستیاناس کر کے رکھ دیا تھا جلد ہی بے اثر ہو گیا تھا اور وہ حق پر مر مٹنے کا جذبہ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاک صلعم کی تعلیم ذرنگار نے ایمان لانے والوں کے دلوں میں پیدا کیا تھا۔ وہ جلد ہی زائل ہو گیا تھا۔ اور نبی کریم صلعم کے یہ سب پروانے ہی دنیا کو فانی اور بے سور سمجھتے تھے۔ وہ دنیا کے متوالے بن کر رہ گئے تھے۔ اور وہ کفر والحاد و نفاق و بے ترسی اور مطلب پرستی کے غبار ہو

رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے خداوندی طاقت سے اسلام کے پروانوں کے دلوں سے صاف اور دور کر دیئے تھے۔ وہ فی الفور لوٹ آئے تھے۔ وہ دل وہ قلوب جو اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور محمد کریم صلعم کے خلق عظیم سے شمع نبوتؐ کے پروانے اور دین حق کے داعی بن چکے تھے۔ وہ اسلام کو خیرباد کہہ کر دین سے برطرف ہو چکے تھے۔ اور خدائی منزل سے راہ یافتہ جو دین حق کا عکس بن چکے تھے۔ جلد ہی تاریکیوں میں بھٹکنے لگے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان بزرگوں کو جن خطابات سے نوازا تھا۔ یہ سب خطاب محض عارضی تھے۔ معاذ اللہ، ثم معاذ اللہ کیا خدا بھی اس حقیقت کو نہ پا سکا کہ یہ لوگ بہت جلد ظالم و جابر کے حمائتی بن جائیں گے اور یہ فرمان خداوندی، کہ یہ میرے بندے نافرمانوں کے لئے بڑے سخت اور آپس میں بڑے رحمدل ہیں، محض رسمی کلام تھا۔ اللہ اکبر ہرگز نہیں یہ تو اسلام دشمن سبائیوں کا پروپیگنڈا ہے۔ اہل حق خوب جانتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ بلکہ اس وقت کے تمام مسلمانوں نے اسلام کو بلند کرنے کے لئے اپنے مال اور اولادیں بلکہ اپنی جانیں بھی وقف کر رکھی تھیں۔ ان کے لئے حق پر مر مٹنا تو آسان اور معمولی بات تھا لیکن کسی غلط بات کو تسلیم کرنا گناہ عظیم تھا۔ اسلئے وہ بات صاف کرنا ہی ذریعہ نجات جانتے تھے۔

سیدنا علیؓ کی بیعت سے صحابہ کرامؓ نے انکار کر دیا

اہل بصیرت تاریخ داں اچھی طرح جانتے ہیں کہ اکثر صحابہؓ نے سیدنا علیؓ کی بیعت فقط ایک مطالبہ کی بنا پر نہیں کی تھی ان کا کہنا تھا کہ سیدنا علیؓ اگر سیدنا عثمان غنیؓ کے خون کا قصاص پہلے لے لیں تو ہم بخوشی بیعت کر لیں گے۔ اس ایک وجہ سے صحابہ کرامؓ باوجود سبائیوں کی

سختیوں کے سیدنا علیؓ کی بیعت نہیں کرتے اور یہاں کہا جا رہا ہے کہ امیر یزیدؓ بقول سبائیوں کے فاسق ہوتے ہوئے بھی صحابہ کرامؓ ان کی بیعت کر لیتے ہیں اللہ اکبر یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ جو لوگ ایک غدر کی وجہ سے تو بیعت سے انکار کر دیتے اور سختیاں برداشت کرتے ہیں۔ لیکن دوسری طرف وہی صحابہ کرامؓ ایک فاجر و فاسق کی بیعت فوراً کر لیتے ہیں۔ یہ سب کچھ غلط الزام ہے جو لوگ حق و صداقت کی خاطر سیدنا علیؓ جیسے بزرگ اور بدری صحابیؓ کی بیعت سے انکار کر سکتے ہیں وہ امیر یزیدؓ کی بیعت سے بھی انکار کرنے کی طاقت اور جرأت رکھتے تھے۔ جن صحابہ کرامؓ نے سیدنا علیؓ کی بیعت سے انکار کر دیا تھا ان کا تعارف ہم آپ کو ذیل میں کراتے ہیں۔

سیدنا علیؓ کی بیعت سے انکار کرنے والوں کے متعلق ابن خلدون کی شہادت

"سعدؓ۔ سعیدؓ، ابن عمرؓ، اسامہ بن زیدؓ، مغیرہ بن شعبہؓ، عبداللہ بن سلامؓ قدامہ بن مطعونؓ، ابن ابی سعدؓ، کعب بن عجرہؓ، کعب بن مالکؓ، نعمان بن بشیرؓ، احسان بن ثابتؓ۔ مسلمہ بن مخلدؓ، فضالہ بن زیدؓ وغیرہ جو صحابہ کرامؓ مختلف شہروں میں پھیلے ہوئے تھے۔ انہوں نے بھی سیدنا علیؓ کی بیعت سے اس لئے ہاتھ کھینچ لیا کہ پہلے حضرت عثمانؓ کا خون بہا لیا جائے۔ اور پھر بیعت کا مسئلہ سامنے لایا جائے۔" (صـ۲۲۴ مقدمہ) مزید لکھتے ہیں۔ "معاویہ، عمر بن عاص ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ، زبیرؓ۔ ابن زبیرؓ۔ عبداللہ، طلحہؓ، اور ان کے بیٹے، معاویہ بن خدیج، رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین یا اور۔ اور صحابہؓ جو جو اس خیال سے متفق تھے

وہ مدینہ میں رہ کر بھی بیعت علیؓ سے دست کش رہے (صـ۲۲۵ مقدمہ ابن خلدون طبع کراچی) مفتی جعفر حسین صاحب مترجم نہج البلاغہ لکھتے ہیں۔ سعد بن ابی وقاصؓ۔ ابو موسیٰ اشعریؓ۔ احنف بن قیسؓ، اور انس بن مالکؓ وغیرہ نے بے شک کھل کر باطل کی حمایت نہیں کی مگر حق کی نصرت سے ہاتھ اٹھا لینا بھی ایک طرح سے باطل کو تقویت پہنچانا ہے اس لئے ان کا شمار بھی مخالفین حق کے گروہ میں ہوگا (حواشی نہج البلاغہ صـ۱۲۷ امامیہ لاہور)

کاش مفتی جعفر حسین صاحب نے جہاں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں جان جن کو آنحضورؐ نے خطاب فرمایا تھا۔ کہ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ یعنی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو کھل کر باطل کی حمایت نہ کرنے اور حق کی نصرت سے ہاتھ اٹھا لینے والے کے خطاب سے نوازا ہے۔ وہاں مسلمانوں کو یہ بھی بتا دیتے کہ سیدنا علیؓ کے بڑے بھائی اور بزرگ خاندان سیدنا عقیلؓ بن ابی طالب، سیدنا سعدؓ سے بھی زیادہ سیدنا علیؓ کے مخالف نکلے، جو جنگ صفین میں اپنے چھوٹے بھائی علیؓ کو غلطی پر سمجھتے ہوئے ان کو مخالف سیدنا معاویہؓ سے مل کر ان کے مقابلہ میں لڑتے رہے۔

شیعہ مورخ شاکر حسین صاحب مولف "مجاہد اعظم" لکھتے ہیں کہ اکابر صحابہ کرامؓ نے سیدنا علیؓ کی خلافت کو تسلیم نہیں کیا تھا

جن لوگوں نے علی مرتضیٰ کا تعلق اور رسول خدا سے ان کی خصوصیت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ انہوں نے علیؓ سے بیعت تک نہ کی تھی اور آنجا لیکہ یزیدؓ اور عبدالملکؒ جیسوں (؟) کی بیعت کو بخوشی گوارا کر لیا۔ ان بزرگواروں میں (۱) سعد بن ابی وقاص (۲) عبداللہ بن عمرؓ (۳) عبداللہ بن سلامؓ (۴) حبیب بن سنان

(۵) اسامہ بن زید (۶) قدامہ بن مقعون (۷) مغیرہ بن شعبہ (مہاجرین) اور (۱) احسان بن ثابت (۲) کعب بن مالک (۳) سلمہ بن مخلد (۴) محمد بن مسلمہ (۵) نعمان بن بشیر (۶) زید بن ثابت رضؓ (۷) رافع بن خارج (۸) فضالہ بن علید (۹) کعب بن عجزہ (۱۰) سلمہ بن سلامہ (انصار) جیسے اکابر اور مشاہیر اسلام شامل ہیں۔ انہوں نے جناب امیرؑ سے بیعت تک نہ کی امداد دینا تو درکنار یہاں تک آپ نے دل برداشتہ ہو کر مدینہ سے ہجرت اختیار کی کوفہ کو اپنا دارالسلطنت قرار دیا اور پھر جیتے جی مدینہ میں قدم نہ رکھا (ص ۱۴۹ مجاہد اعظم) گویا بقول شاکر حسین صاحب صحابہ کرامؓ رضوان اللہ اجمعین نے خلافت کے بارے میں سیدنا علیؓ سے یہاں تک اختلاف کیا کہ آپ تنگ آکر رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمسائیگی چھوڑ کر اور مدینہ رسول پاکؐ صلعم سے ہجرت کر کے کوفہ چلے گئے اور پھر جیتے جی مدینہ منورہ میں قدم تک نہ رکھا لیکن تاریخ سے واقفیت رکھنے والے خوب جانتے ہیں کہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ اپنی جان قربان کرنا تو بخوشی قبول کر لیتے ہیں لیکن اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمسائیگی کسی صورت چھوڑنا گوارا نہیں کرتے۔ اور پھر آج اس گئے گذرے زمانہ میں بھی اہل ایمان مدینۃ الرسولؐ کی زیارت کو ترستے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے انہیں وہاں پہنچا دیتا ہے تو ان کی از حد یہ خواہش ہوتی ہے کہ اپنے وطن کو واپس نہ جائیں۔ دیار محبوبؐ ہی میں جیئیں اور اسی خاک پاک میں مریں۔ اور صرف دنیا وی مجبوریوں کی وجہ سے انہیں اپنے وطنوں کو واپس لوٹنا پڑتا ہے۔ لیکن بقول شیعہ سیدنا علیؓ اپنی خلافت کے سلسلہ میں صحابہ کرامؓ کے عدم تعاون کی وجہ سے اس قدر تنگ اور مجبور ہو چکے تھے کہ آپ نے دیار محبوبؐ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ترک

کر دیا۔ اور کوفہ کو اپنا دارالحکومت قرار دیکر جیتے جی مدینہ منورہ واپس نہ آئے یعنی سیدنا علیؓ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمسائیگی چھوڑ کر گویا اپنے گھر بار کو خیر باد کہہ کر کوفہ جیسے بیوفا شہر کو اپنا اور اپنی حکومت کا مرکز بنا لیا نتیجہ یہ نکلا کہ مدینہ رسولؐ صلعم سے مرکز اسلام ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو کر رہ گیا۔ بلکہ مدینہ رسول صلعم کے علاوہ کوفہ کے مدینہ کی جگہ لینے کی وجہ سے قیامت تک مسلمانوں کا ایک مرکز پر جمع ہونا مشکل بلکہ ناممکن ہو گیا اور نہ صرف یہ بلکہ سیدنا علیؓ پر صحابہ کرامؓ کے عدم تعاون کا یہاں تک اثر پڑا کہ آپ اپنی خلافت میں نہ ہی حج اور نہ ہی امیر حج کے فرائض ادا کر سکے۔ جب کہ امارت حج خلافت کا جزوِ اعظم ہے اور نہ ہی عمر بھر دیار محبوبؐ کے دیدار سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر سکے

سیدنا علیؓ نے اپنے ساتھیوں کی خواہش کیخلاف چل کر نقصان اٹھایا

اہل حق اس بات کی حقیقت دریافت کرنے پر مجبور ہیں کہ اگر سیدنا علیؓ کی خلافت پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اتفاق کر لیا تھا۔ تو پھر کوفہ اور اہل کوفہ میں وہ کون سی مقدس کشش تھی جس نے آپ کو دیار محبوبؐ اور اپنے حقیقی ساتھیوں کی رفاقت ترک کرنے پر مجبور کر دیا تھا ان کی رفاقت جن کے متعلق خود خالق حقیقی کا ارشاد گرامی ہے کہ میرے رسول محمدؐ کریم صلعم کے ساتھی آپس میں نہایت ہی رحمدل ہیں کیوں آپ نے اس شہر کو جس کو شیخین نے سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق اپنا یا ہوا تھا، چھوڑ کر اس شہر کو اپنا دارالسلطنت بنایا جس کو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے آباد کیا تھا، جو ایرانی اور دوسرے سرحدی علاقوں کو چھوڑ کر مدینہ طیبہ چلے آئے تھے، فاروق اعظمؓ نے ان کے طور اطوار کا گہری نظروں سے مطالعہ کرنے کے بعد ان کا اپنے پاس مدینہ منورہ میں رہنا بھی گوارہ

نہ کیا۔ اور ان اُجڈ قسم کے لوگوں کو مدینۃ الرسول سے آٹھ نو سو میل دور پھینک دیا۔ کہ کہیں یہ اس پاک شہر کے پاک ماحول کو بھی اپنی کرتوتوں سے مذموم نہ بنا دیں۔ لیکن سیدنا علیؓ نے ان ہی اہل کوفہ کو اپنا خیر خواہ اور ساتھی سمجھا جنہوں نے سب سے پہلے اسلام میں تفرقہ ڈالنے والے عبداللہ بن سبا کی آواز پر لبیک کہا۔ اور فرشتہ سیرت خلیفہ راشد سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ظلماً شہید کر کے اسلام میں تفرقہ کی بنیاد رکھی۔ اور پھر انہوں نے کمال عیاری سے اپنی اسلام دشمنی کا ثبوت اسی طرح دیا کہ سیدنا علیؓ کے طرفدار بن کر آپ کو کوفہ لے گئے۔ اور وہاں آپ کو ہر طرح سے بے بس کر دیا اور آخر میں انہیں بھی اپنی ہوس کا شکار بنا لیا۔ آپ کا دوسرے مقدس شہروں کو ترک کر کے کوفہ کو اپنا دار السلطنت بنانے سے اسلام اور مسلمان قوم کو کچھ بھی حاصل نہ ہوا۔ بلکہ ان کی اجتماعی قوتیں پارہ پارہ ہو کر رہ گئیں آپس کی خانہ جنگی میں بھائی نے بھائی کا گلا کاٹا۔ اور ان کوفی سبائیوں کی لگائی ہوئی آگ نے مسلمان قوم کو تباہی کے کنارے لا کھڑا کیا۔ ان کے برپا کردہ اختلافات کی شدت کے نتائج ساڑھے تیرہ سو برس کے بعد آج بھی مسلمان بھگت رہے ہیں۔ ان تمام فتنوں کا سرچشمہ وہ کوفہ ہی تھا جس کو سیدنا علیؓ نے سبائیوں کے ایماء پر اپنا دار الحکومت قرار دیا تھا جس کی مذمومیت اور کراہیت اس گہرے درجے تک پہنچ چکی ہے کہ کوئی بھی مسلمان آج اپنے آپ کو کوفی کہلانے کے لئے تیار نہیں بلکہ کوفی کا لفظ ظلم و بربریت اور انتہائی حقارت و نفرت بن چکا ہے۔ یہاں تک اپنے آپ کو سید کہنے کہلانے والے مسلمان دوسرے کی شہروں سے تو اپنی نسبت قرار دیکر بخاری زنجانی، ترمذی، کرمانی وغیرہ کہلانا تو اپنے لئے باعث صد افتخار و امتیاز سمجھتے ہیں لیکن اپنی جد امجد سیدنا علیؓ کے دار الحکومت کوفہ سے اپنے آپ کو نسبت دیکر کوفی کہلانے

کو کوئی بھی تیار نہیں ہے۔ حالانکہ سیدنا علیؓ نے تو اسلام کے مقدس شہروں کو ترک کر کے اسی کوفہ کو اپنا دار السلطنت بنایا تھا۔ اُس کوفہ کو اس وقت سے لے کر آج تک مسلمان بلکہ تمام دنیا والے نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں حالانکہ دوسرے مسلمان حکمرانوں کے علاوہ غیر مسلموں کو بھی ہمیشہ اپنے دار الحکومت پر فخر رہا ہے۔

حضرت ولی اللہؒ صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ

"خلافت سیدنا علی رضؓ کی قائم نہیں ہوئی"

حضرت مرتضیٰ باوجودیکہ خلافت کے وافر اوصاف رکھتے تھے (لیکن) خلافت پر متمکن نہ ہو سکے اور نہ ہی ان کا حکم اقطار ارض میں نافذ ہوا (بلکہ) ہر روز انکی حکومت کا دائرہ تنگ سے تنگ ہوتا چلا گیا۔ یہاں تک آخر ایام میں سوائے کوفہ اور اس کے آس پاس ان کی حکومت کا کوئی ٹھکانہ رہا۔" (صہ ۲۴۹ جلد ۲)

مزید فرماتے ہیں "خلافت حضرت علیؓ کے لئے قائم نہ ہوئی۔ کیوں کہ اہل حل و عقد نے اپنے اجتہاد سے اور مسلمانوں کی نصیحت کی خاطر ان سے بیعت نہیں کی۔ (ازالۃ الخفاء صہ ۲۷۹ جلد ۲ مطبع صدیقی بریلی)

حضرت ولی اللہ صاحبؒ یہ بھی فرماتے ہیں کہ سیدنا علیؓ امام برحق نہ تھے

بعد وفات آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت صدیق اکبرؓ امام برحق تھے۔ اور ان کے بعد حضرت عمر فاروقؓ۔ کیوں کہ وہ دونوں علم و فضل اور صلاح فلاح دارین کے ساتھ مبشر اور مظفر و منصور تھے (اس لئے) آنحضور صلعمؐ نے (ان کے لئے) اور حیات

عالیہ کی بشارت دی۔ برخلاف حضرت علیؓ مرتضیٰ کے کیوں کہ آپ اگرچہ عشرہ مبشرہ سے تھے لیکن مظفر و منصور اور امام ظاہر (یعنی امام برحق) نہ تھے (صہ ۶۲ جلد ۲) مزید لکھتے ہیں۔ بے شک حضرت صدیقؓ و حضرت عمر فاروقؓ اور ذوالنورین حضرت عثمانؓ غنی نے روم و فارس فتح کئے اور ان پر مسلط ہوئے قرآن مجید جمع کیا اور وہی تمام عالم اسلام میں شائع ہوا۔ اور مشتہر ہوئے اور خلافت حضرت علی مرتضیٰ کی کبھی بھی منتظم نہیں ہوئی (ازالۃ الخفاء جلد ۲ صہ ۶۶ اردو طبع لاہور)

حضرت ولی اللہؒ بھی فرماتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ وسلم نے فرمایا

"حضرت عثمانؓ کے بعد خلافت خاصہ قائم نہ ہوگی"

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی حدیثوں میں صراحت اور وضاحت سے فرمایا ہے کہ حضرت عثمانؓ کے بعد خلافت خاصہ منتظم نہ ہوسکے گی (ازالۃ الخفاء جلد ۲ صہ ۲۴۹)

شیخ الاسلام حضرت امام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں کہ "سیدنا علیؓ کی خلافت پر مسلمانوں نے اتفاق نہیں کیا تھا"

بیشک تینوں خلفاء (سیدنا صدیق اکبر و سیدنا عمر فاروق اور سیدنا عثمان غنیؓ) پر تمام امت متفق ہوگئی تھی۔ اور اس طرح انہیں خلافت کا مقصود حاصل ہوگیا تھا (ان کی خلافت مسلم ہوجانے کا ثبوت یہ ہے کہ) انہوں نے کفار کے ساتھ جہاد کئے (اور ملک فتح کئے) شہروں کو اپنے زیر اقتدار لائے۔ اور علیؓ کی خلافت میں نہ کفار سے جہاد ہوا اور نہ ہی شہر فتح ہوئے اس دور میں فقط تلوار اہل قبلہ ہی میں چلتی رہی"۔ (صہ ۱۲۵ جلد ۱ منہاج السنۃ)

شیخ الاسلام یہ بھی لکھتے ہیں کہ اکثر مسلمانوں نے سیدنا علیؓ کی بیعت نہ کی تھی"

"پس مسلمانوں کی کثیر تعداد نے یعنی نصف امت نے یا اس سے کچھ کم یا کچھ زیادہ نے ان کی (سیدنا علیؓ کی) بیعت نہ کی تھی نہ سعد بن ابی وقاص نے بیعت کی اور نہ ابن عمرؓ نے اور نہ دوسرے (عام صحابہؓ) نے" (صہ ۲۳۵ جلد ۲)

مزید فرماتے ہیں اور (سیدنا) علیؓ اپنے فوجی ظالموں کے قہر سے عاجز تھے انکے اعوان و انصار ان کے احکام کی موافقت نہیں کرتے تھے (صہ ۲۰۲ جلد ۲ منہاج السنۃ)

مزید لکھتے ہیں یعنی ان کی (سیدنا علیؓ) خلافت میں دین اسلام کو شوکت نہ ہوئی بلکہ اسلام میں فتنہ واقعہ ہوا اور شام و مشرق (یعنی ایران وغیرہ) کے کفارہ و نصاریٰ اور مجوسیوں کو جو (مسلمانوں کے) دشمن ہیں ان کے (مسلمانوں کے) تباہ کرنے کی طمع پیدا ہوئی (صفحہ ۱۳۸ جلد ۲ منہاج السنۃ)

خود سیدنا علیؓ کا اپنا بیان ہے کہ قریش میں سے کسی نے بھی میری خلافت کو تسلیم نہیں کیا

"خدایا! میں قریش اور ان کے مددگاروں کے خلاف تجھ سے مدد چاہتا ہوں کیوں کہ انہوں نے قطع رحمی کی اور میرے مرتبہ کی بلندی کو پست سمجھا اور اس خلافت پر کہ جو میرے لئے مخصوص تھی جھگڑنے کے لئے ایکا کرلیا ہے"۔ (صہ ۴۲۶ خطبہ نمبر ۱۷) مزید فرماتے ہیں "خدا! میں قریش سے انتقام لینے پر تجھ سے مدد کا خواستگار ہوں، کیونکہ انہوں نے میری قرابت و عزیزداری کے بندھن توڑ دیئے اور میرے ظرف کو اوندھا کر دیا اور اس حق میں کہ جس کا میں سب سے زیادہ اہل ہوں جھگڑا کرنے کے لئے ایکا کرلیا ہے۔ (صہ ۵۰۲)

خطبہ نمبر ۲۱۹ نہج البلاغہ امامیہ لاہور) اور پھر خود سیدنا علیؓ اپنی خلافت کی تعریف اس طرح بیان فرماتے ہیں "اے بھائیو! جو تم کہتے ہو میں اس سے بے خبر نہیں ہوں لیکن میرے پاس قوت و طاقت کہاں ہے جب کہ فوج کشی کرنے والے اپنے انتہائی زور دوں پر ہیں وہ ہم پر مسلط ہیں ہم ان پر مسلط نہیں (یعنی حکومت ہماری نہیں ان کی ہے ہم پر حکومت کر رہے ہیں۔ ہم ان کی مرضی کے بغیر کچھ بھی نہیں کر سکتے) صفحہ ۴۲۰ خطبہ نمبر ۱۶۶ نہج البلاغہ امامیہ لاہور

ابن ابی الحدید نے تو سیدنا علیؓ کی خلافت کا تانا بانا ہی بیان کر دیا

شرح نہج البلاغہ میں بیان کرتے ہیں "کل اہل بصرہ (حضرت علیؓ) سے متنفر تھے اور کوفہ و مدینہ کے اکثر لوگ اور مکہ کے تو سب ہی لوگ ان سے متنفر تھے۔ اور سب قریش ان کے خلاف تھے اور جمہور خلق ان کی مخالف اور بنی امیہ کے ساتھ تھی۔ عبد الملک بن عمیر نے عبد الرحمٰن بن ابی بکرہ کا قول بیان کیا ہے کہ میں نے (سیدنا) علی کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ انسانوں میں سے کسی ایک کو بھی وہ برائی پیش نہیں آئی جو مجھے آئی ہے پھر (یہ کہہ کر) رونے لگے (بحوالہ التحقیق مزید) ان بیانات و واقعات کی روشنی میں دو باتیں واضح طور پر سامنے آجاتی ہیں اول یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ کی غالب اکثریت نے جن میں بہت ہی بلند مقام رکھنے والی شخصیتیں بھی شامل تھیں۔ مثلاً سعد بن ابی وقاصؓ آنحضور صلعم صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں اور سیدنا زبیرؓ آنحضور صلعم اور سیدنا علیؓ کے پھوپھی زاد بھائی اور سیدنا طلحہ وغیرہ ہم صحابہ کرامؓ رضی اللہ عنہم بلکہ ان تمام مسلمانوں نے جو سیدنا عثمانؓ غنی رضی اللہ عنہ کے قتل کو ظلم عظیم سمجھتے تھے کسی نے بھی سیدنا علیؓ کی خلافت کو تسلیم نہ کیا تھا۔ اور تمام کے تمام مسلمان سمجھتے تھے کہ آج سے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے خلافت نبوت کا

خاتمہ ہو گیا ہے اور اب جبری حکومت کا دور شروع ہو گیا ہے جیسا کہ ازالۃ الخفا اور الاستیعاب کے حوالوں سے ثابت ہوتا ہے"۔ حضرت ثمامہ بن عدی آنحضور صلعم کے صحابی ہیں۔ آپ عہد عثمانی میں صنعا (یمن) کے گورنر تھے جب آپ کو ان اندوہناک حالات یعنی شہادت عثمان غنیؓ کی خبر ملی اور آپ مسجد میں خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے تو شدت غم سے رونے لگے اور دیر تک روتے رہے۔ پھر کہا"۔ آج امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے خلافت نبوت کا خاتمہ ہو گیا ہے اور اب ملوکیت اور جبری حکومت کا دور دورہ شروع ہوا۔ (الاستیعاب صفحہ ۷۹ جلد ا طبع دکن) و (ازالۃ الخفا صفحہ ۲۵ جلد ۲ مطبع صدیقی بریلی)

(دوم) یہ کہ سیدنا علیؓ کی خلافت نہ صرف بے بس تھی بلکہ سبائیوں کے رحم و کرم پر ہی قائم تھی۔ جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ آپ کا ارشاد "ہم ان پر مسلط نہیں بلکہ وہ ہم پر مسلط ہیں" اور پھر آپ کے مندرجہ ذیل بیانات سے بھی یہی کچھ ثابت ہوتا ہے"۔ رعیتیں اپنے حکمرانوں کے ظلم و جور سے ڈرا کرتی تھیں اور میں اپنی رعیت (یعنی اپنے شیعوں) کے ظلم سے ڈرتا ہوں"۔ (صفحہ ۹۵ خطبہ صفحہ ۲۶۸) مزید فرماتے ہیں۔ کیا یہ عجیب بات نہیں کہ معاویہؓ چند تند مزاج لوگوں کو دعوت دیتا ہے اور وہ بغیر کسی امداد و امانت اور بخشش و عطا کے اس کی پیروی کرتے ہیں اور میں تمہیں "امداد" کے علاوہ تمہارے معینہ عطیوں کے ساتھ دعوت دیتا ہوں مگر تم مجھ سے پراگندہ و منتشر ہو جاتے ہو اور مخالفتیں کرتے ہو۔ تم تو میرے کسی فرمان پر راضی ہوتے ہو اور نہ اس پر متحد ہوتے ہو جا ہے وہ تمہارے جذبات کے موافق ہو یا مخالف میں جن چیزوں کا سامنا کرنے والا ہوں ان میں مجھے سب سے زیادہ محبوب موت ہے (یعنی میں تم میں رہنے کی بجائے مر جانا بہت بہتر سمجھتا ہوں۔)

(صفحہ ۴۴۷ خطبہ نمبر ۱۷۸ نہج البلاغہ امامیہ لاہور)

مرقومہ بالا وضاحتی بیانات اور تاریخی حقائق سے لامحالہ ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ سیدنا علیؓ کی خلافت کو وہ ہمہ گیر مقبولیت حاصل نہ تھی جو عوام الناس کے جگری تعاون سے حاصل کی گئی کسی حکومت کا طرۂ امتیاز ہوا کرتی ہے دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے کہ صحیح معنوں میں "حکومت" نام ہی اس اجتماعی قوت کا ہے جو حاکم اور محکوم کے تعاون سے ملکی وملی فلاح وبہبود کے لئے پیدا ہوتی ہے۔ یہی وہ قوت ہے جس سے حاکم عوام الناس کے حقوق کی پوری پوری نگہداشت کرتا ہے، خارجی ابتداء سے مقابلہ میں اپنے ملک کا دفاع بھی اسی سے حاصل ہوتا ہے اور داخلی اختلافات کو بطریق احسن انجام دیکر ملک کے گوشہ گوشہ میں امن وامان کا دور دورہ اسی سے قائم رہتا ہے۔ عوام کی خوشحالی اور خوشنودی کا یہ عالم ہوتا ہے کہ وہ حاکم کے اشارۂ ابرو پر اپنی جان تک کی متاع عزیز قربان کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ لیکن جب کسی ملک کی حکومت اپنے ملک کا دفاع نہ کر سکے دوسری طاقتیں اس سے ملک چھین لیں۔ ملک میں خانہ جنگی کا یہ عالم ہو کہ خود سربراہ حکومت عوام کے عدم تعاون اور حالات کی ناسازگاری سے تنگ آکر ان کے سامنے ہتھیار ڈال دے۔ اور اس کی مایوسی وناکامی کی انتہا یہ ہو کہ وہ خود اپنی ہی موت کا آرزو مند ہو۔ نہ صرف یہ بلکہ اپنے پر فتن عہد حکومت میں اپنی رعایا کے ہاتھوں قتل ہو جائے۔ تو اس قسم کی ابتری اور خانہ جنگی کے پر دَور کو صحیح معنوں میں حکومت کا نام دینا ایک عجیب سی بات دکھائی دیتا ہے۔ اسکے برعکس اسلام کے بے مثال علم برداروں سیدنا ابوبکر صدیقؓ، سیدنا عمر فاروقؓ، سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو خلیفۃ الرسولؐ اور خلیفۃ المسلمین اسی لئے کہا جاتا ہے کہ ان بزرگوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جانشین ہونے کی وجہ سے مسند خلافت

پر سے اسلام اور دنیا نے اسلام کی جو جو بیش بہا خدمات سرانجام دی ہیں، ان کا اقرار غیر مسلمان حکما اور مدبرین نے بھی واشگاف الفاظ میں کیا ہے۔ ان بزرگوں نے نہ صرف اسلامی مملکت کی حدود کو وسعت دی بلکہ دور ونزدیک کے تمام مسلمانوں کو ایک مرکز سے وابستہ رکھا۔ عوام کی فلاح وبہبود کے سلسلہ میں جو قوانین وضع کئے ان کا اقرار غیر مسلم، قوموں کے کئی سربراہوں اور مورخوں کے سلسلہ میں ہندو قوم کے سربراہ گاندھی جی آنجہانی نے بھی کیا ہے یہاں تک کہ انہوں نے انگریزی عہد حکومت کی تنقیص کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ متحدہ ہندوستان میں اگر سیدنا عمرؓ کے عہد حکومت کے قوانین نافذ کر دیئے جائیں تو وہ انہیں بسر وچشم قبول کرنے کو تیار ہیں۔ اس طرح انہوں نے اسلام کے اس عظیم فرزند کے عہد حکومت کو خراج تحسین ادا کیا۔

سیدنا علیؓ کو وصیِ رسولؐ کہنا سراسر غلط ہے

اہل بصیرت خوب جانتے ہیں کہ وصی بنانے والے اس شخص کو وصیت کر کے اپنا وصی و وارث بناتے ہیں جس پر ان کو غایت درجہ اعتماد ہو۔ اور وہ سمجھتے ہوں کہ یہ شخص ہماری خواہشات اور پروگرام کے مطابق ہماری وصیت کو عملی جامہ پہنانے کی صلاحیت اور طاقت رکھتا ہے۔ حقیقت میں وصی وہی شخص کہلا سکتا ہے جو وصیت کرنے والے کی خواہشات کے مطابق خود بھی عمل کرنے اور دوسرے لوگوں سے بھی اس پر عمل کروا سکنے کی طاقت رکھتا ہو۔ لیکن جو شخص کسی ہستی کی وصیت کے مطابق عمل درآمد نہ کرا سکے تو اس کو وصی کہنا ہی غلط ہے بلکہ اس سے وصیت کرنے والے کے انتخاب پر بھی حرف آتا ہے۔ غور کا مقام ہے کہ جب بھی سیدنا علیؓ کو وصیِ رسولؐ کہنے والوں سے دریافت کیا جاتا ہے کہ اگر فی الحقیقت آپ وصیِ رسولؐ تھے تو آپ کا دور بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کی طرح کامیاب و

کامران کیوں نہ ہوا۔ اور وہ کیا وجوہات تھیں جن کی وجہ سے آپکے زمانہ میں مسلمان قوم کو بجائے فائدہ کے نقصان پہنچا۔ کیوں آپ کی حکومت کا دائرہ تنگ سے تنگ تر ہوتا چلا گیا۔ کیوں مذموم ماحول سے تنگ آ کر آپ موت کے آرزومند ہوئے۔ تو جواب ملتا ہے کہ آپ کے مخالفوں نے حالات ایسے پیدا کر دیئے تھے کہ آپ کو کام کرنے کا موقعہ ہی نہ مل سکا۔ اس کا جواب (اول) تو یہ ہے کہ کام کرنے والے حالات کے محتاج نہیں ہوا کرتے۔ جیسا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ ہمارے سامنے ہے کہ تمام دنیا کے دشمن ہونے کے باوجود بھی آنحضور صلعم ہر طرح سے کامیاب ہوئے۔ اور پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حقیقی وصی رسولؐ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ بھی دنیا کے سامنے ہے۔ جب کہ بعض علاقوں میں جو لوگ ابھی تازہ تازہ مسلمان ہوئے تھے۔ اور ابھی تک اسلامی تعلیم سے کماحقہ واقف بھی نہ ہوئے تھے ان کو جھوٹی نبوت کے مدعیوں اور منافقوں نے مرتد ہونے پر مجبور کر دیا تھا۔ جس سے ارتداد کے فتنے نے زور پکڑا حتیٰ کے اس قسم کی افواہیں عام ہو گئیں کہ مرتدین مدینۃ الرسولؐ پر حملہ کرنے کے لئے پر تول رہے ہیں۔ اور بعض ناعاقبت اندیش مسلمانوں نے زکوٰۃ جیسے اہم فریضے کے ادا نہ کرنے کا اعلان بھی کر دیا تھا۔ لیکن سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جن کے ظاہری قوا ضعیفی کی وجہ سے جواب دے رہے تھے۔ باوجود حالات ناسازگار ہونے کے بھی کسی بات کو خاطر میں نہیں لاتے۔ تمام صحابہ کرامؓ معہ سیدنا علیؓ و عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ نے ایک خطرناک حالات کے پیش نظر وصی رسولؐ کی خدمت میں عرض کی کہ ایسے حالات کے ہوتے ہوئے ایک لشکر اسلام کو مدینہ سے باہر نہ بھیجا جائے۔ دوسرے زکوٰۃ سے انکار کرنے والوں سے تالیف قلوب اور نرمی کے ساتھ پیش آیا جائے۔ لیکن آپ نے صحابہؓ کے مشورہ

سے اتفاق نہ کیا بلکہ سیدنا عمر فاروقؓ جیسے مخلص ساتھی اور بہترین مشیر سے کہا۔ کہ اے عمرؓ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ تم تو جاہلیت کے زمانہ میں بڑے سخت تھے مسلمان ہو کر کیوں ذلیل خیالات کے مالک بن گئے ہو۔ حقیقی وصی رسولؐ مشیروں اور ناسازگار حالات کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے اپنے حسن تدبر و فہم و فراست سے کام لیتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ اس ذات پاک کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر درندے مجھے اٹھا کر ہی کیوں نہ لے جائیں تو بھی میں اپنے ہادی و رہنما کی خواہش کے مطابق حق کا بول بالا کرنے کے لئے اسامہؓ کے لشکر کو مدینہ سے ضرور روانہ کروں گا۔ اور اگر لوگ زکوٰۃ کے مال سے ایک رسی کا ٹکڑا دینے سے انکار کریں گے تو میں ان کے ساتھ بھی جہاد کروں گا۔ واقعات شاہد ہیں کہ ایک ضعیف انسان کے جذبہ ایمان کے سامنے باقی تمام صحابہ کرام کو معہ سیدنا علیؓ کے سر تسلیم خم کرنا پڑا۔ پھر دنیا نے دیکھا کہ ظاہر طور پر ایک ضعیف اور لاغر انسان نے کس طرح تمام طاغوتی طاقتوں کو تہہ و بالا کر کے رکھ دیا۔ اور وصیت کرنے والے کی خواہشات کے مطابق ان کے مشن کو دنیا میں کامیاب کیا۔ یعنی احکام خداوندی اور سنت نبویؐ کو اپنی خداوند قوت سے نافذ کر کے خود بھی ان پر عمل کیا اور دوسروں سے بھی کرایا۔ گویا اپنے عمل سے وصی رسولؐ ہونے کا عملی ثبوت بہم پہنچا دیا۔

(دوم) سیدنا علیؓ کو وصی رسولؐ کہنے والوں کا عقیدہ یہ ہے کہ امام کا براہ راست اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔ یعنی امام بغیر کسی وسیلہ کے اللہ تعالیٰ سے ہدایات حاصل کرتا ہے اگر فی الحقیقت یہ بات درست ہے۔ تو اللہ تعالیٰ سے ہدایات حاصل کرنے والے کا ہر قدم راستی پر ہونا چاہیئے۔ پھر یہ بات آئین خداوندی کے سراسر خلاف ہے کہ جو کام حق و صداقت کی بنیادوں پر اور حکم خداوندی سے کیا

جائے وہ ناکام ہو۔ اور خاص طور پر جب عثمان حکومت بھی قبضے میں ہو۔ تو اس صورت میں تو ناکام ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ سبائیوں کے اس عقیدہ کے پیش نظر تو حالات ناساز گار ہونے کا سوال بھی پیدا نہیں ہونا چاہیئے۔ ہاں اس بات کا خدشہ ضرور ہے کہ جب اس مذہب کی بنیادی تقیہ پر ہے تو ہو سکتا ہے کہ ان کا خدا بھی اپنے وصی کے ساتھ تقیہ ہی کر رہا ہو کیونکہ حقیقی خدا نے تو اپنے کلام میں ایمان داروں سے وعدہ فرمایا ہوا ہے کہ میں تمہیں اسی طرح حکومت عطا کروں گا جس طرح تم سے پہلوں کو عطا کی تھی، اور تمہیں ہر طرح کے ڈر اور خوف سے نجات دوں گا، تم میری ہی عبادت کرو گے۔ یعنی میرے نام کو بلند کرو گے۔ لیکن جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ سبائیوں کے وصی اعلان کرتے ہیں کہ "باغی ہم پر مسلط ہیں" اور "میں اپنی رعیت یعنی اپنے شیعوں سے ڈرتا ہوں۔" اور ان سے تنگ آکر موت کا آرزو مند ہوں۔" جب ان کے ڈر اور خوف کی یہ انتہا ہے تو پھر سبائیوں کے وصی کے ساتھ انکے رب کے تمام وعدے تقیہ نہیں تو اور کیا ہیں۔ اور فی الحقیقت حالات یہی ہیں تو جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے بصیرت جیسی نعمت عطا فرمائی ہوئی ہے وہ تو کسی صورت میں بھی سیدنا علیؓ کو وصی رسولؐ تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہیں۔ کاش کہ مسلمان اس حقیقت کو سمجھ جائیں کہ وصی رسولؐ کا مسئلہ سبائیوں کی خانہ ساز حجت اور ڈھونگ کے سوا کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ جو تفرقہ بازوں نے محض اسلام میں رخنہ اندازی اور مسلمانوں کو آپس میں لڑانے اور محض سیدنا علیؓ کو دوسرے صحابہ کرامؓ پر فوقیت دینے کے لئے گھڑا ہے۔ اگر مسلمان اس سبائی پروپیگنڈے کی زد سے بچ کر اپنے بزرگوں کو برا بھلا کہنا ترک کر دیں اور صحابہ کرامؓ پر معترض ہونے کی بجائے

خود اپنے اقوال و افعال کا محاسبہ کر کے عند اللہ سرخرو ہونے کی کوشش کریں تو ان کے لئے بہت ہی بہتر ہو اور اس ذہنی الجھن سے بھی بچ جائیں۔

لہٰذا سیدنا علیؓ کے دور فتن کے برعکس سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور امیر المومنین سیدنا یزیدؓ دونوں کی خلافتوں کے ساتھ صحابہ کرامؓ اور تابعین عظام نے سابقہ خلافتوں کی طرح اتفاق کیا اور ان کے اعوان و انصار بھی ان پر راضی اور خوش تھے۔ اور ان کے حسن انتظام و نظم و نسق کی مقبولیت عوام کی فلاح و بہبود کا معراج تھا کہ راعی اور رعایا دونوں باہم شیر و شکر ہو کر اسلام اور مسلمان قوم کی سرفرازی و سربلندی کیلئے کامیاب کوششیں کرتے رہے۔ طول و عریض مملکت کے کسی بھی گوشے سے کسی غیر مسلم کو بھی سر اٹھانے کی جرأت نہ ہو سکی، چہ جائیکہ کوئی مسلمان اپنے امیروں کے خلاف ہتھیار اٹھاتا۔ اس طرح باوقار اور پر عظمت حکومت کی متعدد بہاریں دیکھنے کے بعد دونوں خلفاء نے طبعی موت سے اللہ تعالیٰ کے جوار رحمت میں پناہ لی یہ ان دونوں بزرگوں کی خوشگوار اور مقبول عوام حکومتیں رعایا کی ان سے خوشنودی اور اطمینان و سکون ہی کا نتیجہ تھا کہ سیدنا امیر معاویہؓ کے بعد ان کے قابل فخر بیٹے امیر المومنین یزیدؓ اور پھر ان کے بعد ان کے بیٹے معاویہ بن یزیدؒ کے پائے تخت کے آگے عوام نے سر تسلیم خم کر کے ان کی خلافتوں کی تائید و حمایت کا ثبوت بہم پہنچایا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر سبائیوں کی سختیاں

قارئین غور فرما دیں کہ کیا یہ صحیح خیال ہے کہ صحابہ کرامؓ نے ڈر کر یا بہ تقاضائے مصلحت بیعت کی تھی اور دل سے راضی نہ تھے۔ خوب لیکن اہل علم سے مخفی نہیں ہے۔ کہ سیدنا علیؓ کی بیعت نہ کرنے والوں کے ساتھ سبائیوں نے کیا کیا سلوک کئے تھے اور کتنے صحابہ کرامؓ اور دوسرے لوگ حق بات کہنے کی پاداش میں ان

مصباح الظلم) اسی طرح قاضی نور اللہ شوستری مجالس المومنین میں لکھتا ہے۔ خلافت حضرت علیؓ کا حق تھا جسے شیخین نے غصب کر لیا اور خود خلیفہ بن بیٹھے۔ ان کے تسلط کی وجہ سے حضرت عثمانؓ اور امیر معاویہؓ کو اقتدار حاصل ہوا اور امیر معاویہؓ کے تسلط سے یزیدؒ کو اقتدار ملا۔ اور یزیدؒ کے تسلط کی وجہ سے واقعہ کربلا پیش آیا اس طرح شہادت امام حسینؓ کا سبب خلافت شیخین ہے۔ چنانچہ امام باقر نے فرمایا ہے کہ ہمارے اور ہمارے شیعوں کے خون کا ایک قطرہ بھی جو گرایا گیا ہے یا قیامت تک جو گرایا جائے گا۔ وہ حضرات شیخین کی گردن پہ ہے دوسرے یہ کہ جب زید بن علیؓ بن حسینؓ نے معرکہ جنگ میں ہشام بن عبدالملک کی فوج کے ہاتھ سے تیر کھایا تو کہا کہ مجھے حضرات شیخین نے یہاں لا کھڑا کیا ہے۔ تیسرے یہ کہ ایک شیعی شاعر نے کہا ہے کہ واقعہ کربلا عمر کی طرف سے ہے کیوں کہ قانون جفا کا موجد وہی ہے نعوذ باللہ۔ چوتھے جب ایسے اسباب مہیا ہو جائیں جو واقعہ سقیفہ کے وقت موجود تھے۔ تو عقل مند لوگ ابتداء ہی میں یہ حکم قطعی وعقلی صادر فرما دیتے ہیں کہ اسباب کے نتائج ایسے ہوں گے جیسا کہ واقعہ کربلا۔ (صفحہ ۵۲۵ مجالس المومنین بحوالہ تحفہ شیعہ) اور پھر جیسا کہ آج بھی یہ لوگ علی اعلان اور دھاندلی کے زور سے صحابہ کرامؓ کے شیدائیوں کے سامنے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بہترین مشیر اور مخلص ساتھی، محسن انسانیت اور حق کے عکس سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا پتلا بنا کر اور گلے میں جوتوں کا ہار ڈال کر جلوس نکالتے ہیں اور پھر پتے کو جلا دیتے ہیں۔ (استغفر اللہ) یہ سانحہ مورخہ ۲۰-۷-۶۴ء کو ضلع جھنگ تھانہ گڑھ مہاراجہ موضع جائی جون میں ہوا ہے۔ جو اہل حق کی آنکھیں کھولنے کے لئے حجت کا مقام رکھتا ہے۔ اور پھر یہ سانحہ بھی نیا اور پہلا نہیں۔ بلکہ اس سے پہلے

اسی ضلع کے ایک گاؤں جسو بلیل میں بھی یہ لوگ اسی طرح کی شرمناک شرارت کر چکے ہیں اور پھر جسو بلیل کے بعد اسی قسم کی شرارت علی رضا آباد میں بھی سنی گئی تھی) خبر ہفت روزہ "دعوت" ۳ جولائی ۶۴ء لاہور)

صحابہ کرامؓ کی محبت کا دم بھرنے والو! دیکھ لیا امیر المومنین یزیدؒ کو برا کہنے کا اصل مقصد یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ کو برا کہنے کے لئے راہ ہموار کی جائے۔ گویا امیر کو بطور دروازہ استعمال کیا جا رہا ہے اگر ہم لوگوں کو صحابہ کرامؓ سے ذرہ بھر بھی محبت وانس ہے، تو پھر یہ تبرا بازی کے تمام ذرائع بند کر دادینا ہمارا فرض ہے۔

نجات اُخروی اور مصالحت کی تجویز

ان حقائق کی روشنی میں نجات اخروی کے حصول کے لئے ہم پر یہ فرض عائد ہو جاتا ہے کہ نہ صرف حقیقت کا اعتراف ہی کریں بلکہ اس کی نشر و اشاعت کے لئے بھی کمربستہ ہو جائیں۔ اس عظیم حقیقت کے لئے جس پر کوئی سبائی پروپیگنڈا نے عام مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے غلط فہمیوں کے غلاف چڑھا رکھے ہیں، واقعات کی روشنی میں حقیقت یہی ہے کہ امیر المومنین یزیدؒ خلیفہ برحق تھے، اور اگر خدانخواستہ ہم اس غلط فہمی میں مبتلا رہتے ہیں جس کا اس مذموم پروپیگنڈا نے ہمیں شکار بنا رکھا ہے۔ تو غور فرمایئے کہ امیر یزیدؒ کی امارت کو تسلیم کرنے والے تمام صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ حضرات کی حیثیت ہی کیا باقی رہ جاتی ہے۔ جنہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب کا زمانہ دیکھا ہے وہ زمانہ جسے خود آنحضور صلعم نے اپنے بعد بہترین زمانے کے خطاب سے نوازا ہوا ہے۔ کیا وہ بزرگ دین حق پر جانیں قربان کرنے والے اپنے وقت کے

حالات کو جو ان کے زمانہ میں ہوئے ان کو وہ ہم سے بہتر نہ جانتے تھے۔ اور کیا وہ خود ہم تمام بعد آنے والوں سے ہر طرح اعلیٰ و افضل اور بہتر حیثیت کے مالک نہ تھے جو ہم ان کے سامنے یا خود ان کے لئے ہوئے کاموں میں مین میخ نکال رہے ہیں۔ بخدا! یہ سبائی کوفی جھوٹے ہیں اور ان کا پروپیگنڈا محض غلط اور جھوٹا ہے لیکن صحابہ کرامؓ اور ان کے تابعین عظامؒ کسی صورت بھی غلط راہ پر گامزن نہیں ہو سکتے تھے ہم لوگ کوفیوں کے غلط پروپیگنڈے کو تو بلا تحقیق تسلیم کر لیتے ہیں لیکن ہم نے صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ کے قول و فعل کی اہمیت کی طرف کبھی توجہ ہی نہیں دی۔ ہمیں دیانتداری سے تاریخ کے اس دوسرے روشن پہلو کو آئندہ کے لئے اپنے پیش نظر رکھنا چاہیئے۔

امیر و امام اور خلیفہ کی تعریف

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں انسان کو دنیا میں اپنا نائب قرار دیتے ہوئے "خلیفہ" کے لقب سے موسوم کیا ہے۔ اور شروع اسلام میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق سب سے بڑے مذہبی فریضہ یعنی نماز کی امامت بھی خلیفہ ہی کا کام تھا۔ فوجی مہموں کی ذمہ داری اور دنیاوی امور طے کرنے خلیفہ ہی کے فرائض تھے۔ اس لئے خلیفہ وقت کو امیر اور امام کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا تھا۔ بلکہ خلیفہ کے نائب مثلاً گورنر یا فوجی جرنل بھی امیر ہی کہلاتے تھے کیوں کہ خلیفہ کی طرف سے اپنے اپنے علاقوں میں نماز کی امامت بھی انہی کے فرائض میں داخل تھی۔ اس لئے یہ بھی وہاں امیر و امام ہی کہلاتے تھے۔ لہٰذا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک اسلام کسی نبی کے آنے کے خلاف ہے۔ اس لئے ہر

اصل میں خلیفہ وقت ہی امام وقت بھی ہوا کرتا تھا۔ سوادِ اعظم یعنی مسلمانانِ عالم کی اکثریت اپنے اس قومی مسلمان رہنما کو جو دینی اور دنیوی اعتبار سے اسلامی صفات سے متصف ہوتا اسے ہی اپنا امیر و امام یعنی خلیفہ قرار دیتی۔ جیسے جیسے وقت گزرتا گیا اور مسلمان دین سے دور ہوتے چلے گئے۔ اور اہل تفرقہ نے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اور قوم کی امامت ایک پیشہ بن کر رہ گئی۔ یہاں تک مسلمانوں کے وہ لوگ امام بننے لگے جن کو دین سے دور کا بھی تعلق اور واسطہ نہیں ہے بلکہ امامت محض روٹی کا ذریعہ بن کر رہ گئی ہے۔ علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے۔

قوم کیا چیز ہے قوموں کی امامت کیا ہے.... اس کو کیا سمجھیں یہ بیچارے دو رکعت کے امام

وہی خلافت اور امامت تو وہ صحیح مسلمانوں کے ساتھ ہی ختم ہو کر رہ گئی۔ اب اہل تفرقہ کا حال سنو! جن بیچاروں نے جن خلافت و حکومت کے لئے اتنے پاپڑ بیلے جن کا شمار ناممکن ہے جنہوں نے مسلمانوں کو آپس میں لڑا لڑا کر پچاسی۸۵ ہزار نیک ترین مسلمانوں کے خون سے سبائی مذہب کی بنیاد رکھی۔ لیکن ان کا حکومت کا خواب شرمندہ تعبیر پھر بھی نہ ہوا۔ لہٰذا خلافت تو ان کی قسمت میں نہ تھی اور نہ ہی انہیں ایک دن نصیب ہوئی لیکن انہوں نے اسلام کی بربادی کے لئے ایک فرضی امامت کا ایسا شوشہ چھوڑا جس نے اسلام کی نشوونما اور مرکزیت کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے پارہ پارہ کر کے رکھ دیا اس فرضی امامت کو ان لوگوں نے ایک عجیب رنگ میں پیش کیا جو اصول اسلام اور قرون اولیٰ کے مسلمانوں کے مسلک کے سراسر خلاف ہے۔ یہ امامت وہ درخت ہے جو نہ تو آج تک بارآور ہوا ہے اور نہ ہی قیامت تک اسکے بارآور ہونے کی کوئی امید کی جا سکتی ہے۔ بلکہ یہ امامت وہ معمہ ہے جس کو عقل انسانی سمجھنے سے بالکل قاصر ہے

اور مثال اس کی یہ ہے کہ ایک فوق العقل قسم کا انسان جو دوسرے انسانوں کو کسی قسم کا کوئی فائدہ خواہ وہ عقلی ہو یا مالی پہنچانے کی طاقت سے یکسر خالی ہو۔ اور کہہ رہا ہو کہ میں لوگوں کا بادشاہ ہوں۔ اور عقل سے بے بہرہ توہم پرست قسم کے لوگ اس کی ہاں میں ہاں ملا کر دوسرے صاحب بصیرت لوگوں کو بھی مجبور کر رہے ہوں کہ وہ بھی اس کی حکومت کو تسلیم کر لیں ان حالات میں تو سمجھدار لوگوں پر فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ حقیقت حال سے اپنے بھائیوں کو آگاہ کریں۔ قرآن کریم اور پیغمبر اسلام کی سنت کے مطابق امام کے فرائض شیخ الاسلام جناب ابن تیمیہؒ کے الفاظ میں سنیں۔ ان آئمہ کو جب یہ قدرت واختیار ہی نہ تھا۔ کہ جمعہ وجماعات کی نمازوں کی امامت کرتے۔ جہادوں میں قائدہ امام ہوتے یا حج کے زمانے میں امیر حج ہوتے یا شرعی حدود قائم کر سکتے یا نزاعی معاملات کا تصفیہ اور مقدمات کا فیصلہ کر سکتے یا کسی شخص کا حق دلوا سکتے خواہ وہ لوگوں کے ذمہ ہوتا یا بیت المال میں۔ اور نہ وہ مسافروں کے لئے راستوں کو محفوظ و مامون کر سکتے تھے۔ کیوں کہ یہ سب امور تو محتاج ہیں قدرت واختیار کے اور یہ قدرت و اختیار بغیر اعوان اور مددگاروں کے میسر نہیں ہو سکتا۔ ان آئمہ کو نہ تو اس کا اختیار تھا اور نہ قدرت بلکہ یہ قدرت اور اختیار تو ان کے علاوہ دوسروں کو حاصل تھا۔ پس جو شخص ایسے عاجز مامون سے ان باتوں کی توقع کرے وہ نادان و بے انصاف ہے۔" منہاج السنۃ جلد ۲ ص ۱۲) باوجودیکہ یہ امامت ان تمام اوصاف سے یکسر خالی ہے۔ لیکن کہا یہ جا رہا ہے کہ یہ امامت نبیوں سے بھی بلند مقام رکھتی ہے۔

مجلسی لکھتے ہیں علمائے شیعہ کا اعتقاد ہے کہ حضرت امیر اور تمام آئمہ طاہرین تمام پیغمبروں سے افضل ہیں (حیات القلوب ص ۸۰۸ جلد ۲ طبع لکھنؤ

ہم واضح طور پر صاف صاف بتا دینا چاہتے ہیں کہ اہل سنت والجماعت جن کو صحابہ کرامؓ سے انس ومحبت ہے وہ ایسے کمزور اور بے اختیار ائمہ کو جن کا تعمیر ملت کے کاموں میں کسی قسم کا کوئی حصہ نہ ہو۔ جیسا کہ علامہ ابن حزم نے اپنے وقت میں ان کے کارناموں پر روشنی ڈالی ہے۔" امامیہ کے وہ تمام ائمہ جنہوں نے بجز اپنے سکونتی مکان کے اور کہیں کبھی حکم نہیں دیا اور نہ کبھی ایک گاؤں یا اس سے بھی کم پر حکومت کی۔ تو پھر ان لوگوں کی (مسلمانوں کو) کیا حاجت ہے خاص کر ایک سو اسی۱۸۰ برس سے تو یہ لوگ ایسے کھوئے ہوئے امام کا دعویٰ کرتے ہیں جو عنقائے مغرب کی طرح پیدا ہی نہیں ہوا (ملل والنحل ابن حزم بحوالہ تحقیق سید وسادات ص ۲۰۹)

لہٰذا اہل سنت ایسے کمزور آئمہ کو ان اہل حق اموی بزرگوں کے مقابلہ میں کھڑا کرنے کو ہرگز تیار نہیں ہیں جنہوں نے اسلام کو دنیا کے اکثر حصوں میں پہنچایا بلکہ آج ان خادمانِ اسلام اور مجاہدوں پر اعتراض کرنے والے اور باقی ہم تمام مسلمان ان ہی بزرگوں کی قربانیوں محنتوں اور کاوشوں کی بدولت مسلمان کہلا رہے ہیں۔ افسوس کہ آج بعض مسلمان سبائیوں کے پروپیگنڈا سے متاثر ہو کر گویا اس درخت کی جڑوں پر کلہاڑا چلا رہے ہیں جس کا پھل کھا کر انہوں نے پرورش پائی ہے۔ یہ تو سراسر احسان فراموشی اور انسانیت کا منہ چڑانے مترادف ہے۔

شیعی امام جناب علی الرضاؒ کی نظر میں امیر وامام کی تعریف شیعہ مجتہد جناب علی الرضا سے اس طرح روایت بیان کرتے ہیں۔" بے شک امامت دین کی باگ اور مسلمانوں کا انتظام اور دنیا کی اصلاح اور مومنوں کی عزت ہے۔ بیشک امامت درخت اسلام کی بڑھنے

والی جڑ اور اس کی بلند شاخ ہے۔ بلاشبہ امام کے ساتھ نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج اور جہاد کے فرائض ادا کئے جاتے ہیں۔ فیئے اور صدقات کی کثرت (ہوتی ہے) اور حدود احکام شرع کا جاری کرنا اور ملکی سرحدوں اور اطراف بلاد اسلام کی حفاظت ہے امام خدا کی حلال کردہ کو حلال اور حرام کردہ کو حرام کرتا ہے اور خدائی حدود کو قائم کرتا ہے۔ خدا کے دین سے ضرر کو دفع کرتا ہے اور خدا کی طرف حکمت و موعظت حسنہ اور حجت بالغہ کے ساتھ بلاتا ہے۔" (اصول کافی ص۱۲۰)

ہم اہل بصیرت کو دعوت دیتے ہیں کہ آیئے اور جناب علی الرضا کے بتائے ہوئے اصول کے مطابق دیکھیں کہ رہبر اعظم محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ کون کون سے جانشین اور امام المسلمین ہیں جو اس کسوٹی پر پورے اترتے ہیں۔ جن سے مسلمان قوم نے تعاون فرمایا ہو۔ جن کی وجہ سے دین حق نے وسعت حاصل کی ہو جنہوں نے خدا کے دشمنوں کو ناکوں چنے چبوائے ہوں اور جن سے جمیع المسلمین نے دینی اور دنیاوی فوائد حاصل کئے ہوں۔ خدا اور رسول پاکؐ پر ایمان رکھنے والوں۔ خردمندوں کا فرض ہے کہ وہ دیکھیں کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے لے کر وہ کون کون سے خلیفۃ المسلمین ہیں جو اس کسوٹی پر ہر پہلو سے پورے اترتے ہیں۔ اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد بارہ۱۲ خلیفوں والی حدیث میں داخل ہیں۔ تاکہ قوم عبداللہ بن سبا کے بچھائے جال سے نجات حاصل کر سکے۔ حضرت جابر بن سمرہؓ بیان کرتے ہیں کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اسلام طاقتور رہے گا یہاں تک کہ ہوں بارہ۱۲ خلیفے قریش میں سے۔ (مشکوٰۃ باب مناقب قریش)

امیر المومنین یزیدؓ امام برحق تھے

ہم اللہ و رسول پاک صلعم پر ایمان رکھتے ہوئے دیانت داری اور اسلام کی پیروی کو ذریعہ نجات سمجھتے ہوئے دعویٰ سے کہتے ہیں اور انشاء اللہ وہ اہل حق جو اصول اسلام اور تاریخی حالات سے واقف ہیں۔ ہماری تائید کریں گے کہ امیر المومنین یزیدؓ۔ جناب علی الرضا کے بتائے ہوئے اصول امامت پر ہر حالت میں پورے اترتے ہیں۔ آپ نے متواتر تین۳ سال امیر حج کے فرائض انجام فرمائے اور تمام مسلمانوں بلکہ امہات المومنینؓ اور تمام اکابر صحابہ کرام رضہ نے آپ کی امامت میں مناسک حج اور نمازیں ادا فرمائیں بڑے بڑے اجل صحابہ کرامؓ نے آپ کی قیادت میں جہاد کئے۔ اپنے چار سالہ دور خلافت میں امیر نے امامت کے فرائض ادا فرمائے۔ اور مسلمانوں کا نظام درست کیا دنیا کے کئی ملکوں کو فتح کر کے دین حق کو بلند کیا اور مومنوں کی عزت کا ڈنکا بجایا اور اسلام کی بڑھنے والی جڑ اور بلند شاخ کا صحیح نمونہ بن کر دکھایا۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ، جہاد، حج آپکی قیادت میں قوم نے نہایت ہی احسن طریقے پر سرانجام دیئے فیئے اور صدقات کی کثرت حاصل ہوئی۔ خدا کی حلال کو حلال اور حرام کو حرام قرار دیا اور خدا کے دین اسلام کی سرحدوں کی حفاظت بلکہ ان کو وسیع کیا۔ خدا کی حدود کو قائم کیا۔ ان سب باتوں کا ثبوت یہ ہے۔ کہ رہبر اعظم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کے مطابق انبیاء علیہم السلام کے بعد تمام انسانوں سے افضل اور نیک ترین انسانوں نے یعنی آنحضور صلعم سے فیض یافتہ صحابہ کرامؓ نے امیر المومنین یزیدؓ سے خلافت کی بیعت کر کے آپ کو اپنا امیر و امام تسلیم فرمایا اور امیر یزیدؓ کو امیر المومنین کے خطاب سے نوازا اور ہر طرح سے تعاون فرمایا جس کا ثبوت کتاب ہذا میں پیش کر دیا گیا ہے

امیر المومنین یزیدؓ ہی خلافت کے حقدار تھے

اب رہا یہ سوال کہ خلافت

کا زیادہ حقدار کون تھا۔ کیوں دوسرے اکابر کو چھوڑ کر امیر یزیدؓ کو خلیفہ بنایا گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم اور آپ کو کیا حق ہے کہ ہم سبائیوں کے بہکانے میں آکر بارہ تیرہ سو سال بعد صحابہ کرامؓ کے کئے کام اور متفقہ فیصلے پر اعتراض کریں ہمیں دیانتداری کے پیش نظر یہ حقیقت تسلیم کر لینی چاہئیے کہ صحابہ کرامؓ نے جو دین حق کی خدمت کی ہے اس کے مقابلہ میں ہم تو صفر سے بھی کم حیثیت رکھتے ہیں۔ ہمیں کیا حق ہے کہ ہم دین سے کوسوں دور ان بزرگ ترین ہستیوں کے کئے ہوئے کام جو انہوں نے اسلام اور قوم کی بہتری کو مدنظر رکھتے ہوئے متفقہ طور پر کیا ہو اس پر اعتراض کریں اور اس میں مین میخ نکالیں۔ ان اکابر کے فیصلوں پر جنہیں مالک حقیقی نے اچھے سے اچھے خطابات سے نوازا ہوا ہو اور اپنے دین کا عکس فرمایا ہو اعتراض کرنے کا تو صاف یہ مطلب نکلتا ہے۔ کہ ان نیک ترین ہستیوں سے ہم اپنے آپ کو بہت زیادہ عقل مند ان سے زیادہ اسلام کو سمجھنے والے اور ان سے زیادہ منصف مزاج اور صحیح فیصلے کرنے والے سمجھتے ہیں ہمیں خدا سے ڈرنا چاہتے اور یاد رکھنا چاہئیے کہ امیر یزیدؓ پر اعتراض کرنے سے ان تمام نیک مسلمانوں پر حرف آتا ہے، جنہوں نے ان کو برسر اقتدار لانے میں حصہ لیا، اور عملاً بیعت کی یا خاموش رہ کر اس کی تصدیق کر دی اہل نظر جانتے ہیں کہ دوسرے مؤثر اور طاقتور عناصر کے دست بازو کے بغیر تن تنہا کوئی شخص بھی اتنا بڑا منصب حاصل نہیں کر سکتا اور نہ ہی زبردستی سے اس پر متمکن رہ سکتا ہے اگر بفرض محال کوئی شخص زبردستی اتنے بڑے منصب پر قابض ہو جائے۔ تو اس کے مرنے کے بعد اس کی اولاد کو لوگ اس جگہ پر متمکن نہیں ہونے دیں گے۔ لہٰذا امیر المومنین یزیدؓ کی صداقت

کا یہ بھی ایک ثبوت ہے کہ لوگوں نے خوشی سے آپکے بعد آپ کے بیٹے کو خلیفہ منتخب کیا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ امیر المومنین یزیدؓ کو دنیائے عرب کی اکثریت کی تائید و حمایت حاصل تھی اور آج دنیا کے گوشے گوشے میں جمہوریت یعنی عوام کی اکثریت کی رائے کو سرفرازی دی جا رہی ہے۔ لہٰذا امیر المومنین یزیدؓ کے جمہوری انتخاب پر دنیا کو نکتہ چینی کا کیا حق پہنچتا ہے یہ تو عقل و دانست اور ایمانداری کے سراسر خلاف ہے

حکومت کے متعلق قانون قدرت

قُلِ اللّٰھُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِیَدِکَ الْخَیْرُ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ہ

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے حکومت عطا کرتا ہے اور جس سے چاہتا واپس لے لیتا ہے اور عزت و ذلت بھی اپنی منشاء اور مرضی کے مطابق دیتا ہے، وہ ہر بات پر قادر ہے"۔ (آل عمران آ ۲۶) سیدنا حسینؓ نے مدینہ منورہ میں گورنر مدینہ سے جو یہ کہا تھا کہ صبح جب لوگوں کو بیعت کے لئے بلاؤ گے تو ہم بھی موجود ہوں گے۔ انکے اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آپ کا سیاسی حربہ تھا۔ کیوں کہ شروع ہی سے آپ کو بلا وجہ خلافت کا حق دار سمجھ کر اسے حاصل کرنے کی امید رکھتے تھے۔ آپ کو اپنے بیس سالہ پروگرام اور کوفیوں سے کئے عہد و پیمان تو اچھی طرح یاد تھے۔ انہیں عملی جامہ پہنانے کے لئے آپ رات ہی کو مدینہ سے مکہ چلے آئے تھے تا کہ چار ماہ بعد حج کے موقعہ پر لوگوں کے اجتماع میں اپنے خروج کے لئے جماعت اکٹھی کر سکیں۔ چنانچہ آپ نے مکہ میں اپنی خلافت کے لئے دوستوں اور ہمدردوں

سے مل مل کر راہ ہموار کرنیکی کوششیں شروع کردیں۔ گو آپ اپنے سگے بھائیوں اور سب سے زیادہ ہمدرد چچازاد بھائی اور بہنوئی سیدنا عبداللہ بن جعفرؓ اور باقی رشتہ داروں اور بھی خواہوں کو تو متفق نہ کرسکے۔ لیکن کوفیوں کی خط و کتابت سے آپ اچھی طرح مطمئن ہو چکے تھے۔ کہ اب میں بہت جلد کوفہ جاکر خلافت پر قابض ہو جاؤں گا۔ اسی لیے آپ نے اپنے چچازاد بھائی مسلم کو کوفہ اپنی بیعت کے لئے روانہ کیا اور فرمایا کہ تم جاکر حالات حاضرہ کا اچھی طرح جائزہ لو اگر کوفہ والے دل و جان سے متفق ہو کر میری خلافت کے لئے بیعت کرلیں تو میں تمہارے لکھنے پر فوراً کوفہ پہنچ جاؤنگا آپ کوفیوں کو اچھی طرح جانتے تھے کہ یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے میرے بزرگ باپ کو شہید کیا تھا اور میرے بڑے بھائی پر قاتلانہ حملہ کیا اور ان کا سامان لوٹ لیا۔ اور زخمی کرکے ان کو کوفہ سے بھاگنے پر مجبور کر دیا تھا۔ لیکن آخر آپ بھی انسان تھے اور یہ انسانی کمزوری ہے کہ انسان جس چیز کا خواہش مند ہوتا ہے اس کے لئے اگر اسکا دشمن بھی کچھ امید دلاتا ہے تو سابقہ دشمنی کو فراموش کرکے اور خوش فہمی میں مبتلا ہو کر اس کے ساتھ ہو جاتا ہے چنانچہ سیدنا حسینؓ بھی اسی خوش فہمی میں مبتلا ہو گئے۔ اور چونکہ ابھی موقعہ تھا اس لئے آپ نے مزید تسلّی کے لئے مسلم کو کوفہ بھیجا تاکہ کوفیوں کی قسموں کو اچھی طرح دیکھ اور پرکھ لیا جائے۔ مگر وہ بھی فریب دہی میں لاجواب تھے انہوں نے اس وقت تک اپنے فریب کا علم تک نہ ہونے دیا جب تک آپ میدان کربلا تک نہ پہنچ گئے دوسری طرف قانون قدرت بھی انسانی تدبیروں اور تجویزوں کو بیکار ثابت کر رہا تھا۔ قانون قدرت سیدنا حسینؓ کی خواہش کے مخالف نظر آیا اور خدائی قانون نے دنیاوی اصولوں اور انسانی امیدوں کے برعکس ایک رُخ

پیش کیا۔ آپ نے خواہش کی تھی کہ خلافت مجھے ملے۔ لیکن آپ کے ہوش سنبھالنے سے بھی بہت پہلے اللہ تعالیٰ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اپنا اٹل قانون ہم تک پہنچا دیا تھا کہ اگر کوئی شخص ہمارے دین میں حکومت مانگے تو ہم اسے نہیں دیتے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طلب حکومت سے منع فرمایا

سیدنا ابو موسیٰ رضؓ روایت فرماتے ہیں کہ میں آنحضور صلعم کے پاس گیا تو آپکے پاس دو آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک نے آنحضور صلعم سے عرض کیا کہ "یا رسول اللہ صلعم امیر بنا کر مجھے اپنے بعض کاموں پر جن کا والی بنایا ہے آپ کو اللہ تعالیٰ نے" اور کہا دوسرے نے بھی اس طرح فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، قسم ہے اللہ تعالیٰ کی ہم نہیں حاکم بناتے کام اپنے پر اس شخص کو کہ مانگے ہم سے کوئی عہدہ۔ اور اس کو کہ حرص رکھے اس کی۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ فرمایا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں عامل بناتے ہم اوپر کام اپنے کے اس کو کہ ارادہ رکھے اس کا۔ (مشکوٰۃ متفق علیہ) اس فرمان کے مطابق سیدنا حسینؓ کو حکومت کا ملنا ممکن نہ تھا اور ارشاد نبوی صلعم کے خلاف تھا۔

صحابہ کرامؓ نے کیوں سیدنا حسینؓ کا ساتھ نہ دیا

اب قارئین وہ وجوہات ملاحظہ فرمادیں جن کی وجہ سے صحابہ کرامؓ اور دوسرے اہل الرائے مسلمانوں نے سیدنا حسین رضؓ کا ساتھ نہ دیا۔ آپ کے مشفق چچا سیدنا ابن عباسؓ اور حد سے زیادہ محب بہنوئی سیدنا ابن جعفرؓ اور نہایت ہی عزیز سگے بھائی محمد بن حنفیہؒ اور نہایت ہی مہربان اور عزیز رشتہ دار سیدنا عبداللہ بن عمرؓ۔ علاوہ ازیں آپکے باقی سگے بھائی اور عزیز

واقارب اور دوسرے تمام نیک دل مسلمان بزرگوں نے کسی طرح بھی آپ کا ساتھ نہ دیا حالانکہ تمام بزرگوں کو آپ سے بہت ہی محبت اور ہمدردی تھی۔ کوئی ایک فرد بھی نہیں چاہتا تھا کہ آپ کو کسی قسم کا کوئی دکھ یا تکلیف پہنچے لیکن یہاں تو دین کا معاملہ تھا یہ بزرگ دین کے مقابلہ میں باپ بیٹے، بھائی اور کسی عزیز رشتہ دار کو بھی کچھ نہ سمجھتے تھے۔ اس لئے تمام کے تمام بزرگ آپ کا ساتھ نہ دینے پر مجبور تھے۔ کیوں کہ ان کے سامنے ان کے رہبر اعظم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین روز روشن کی طرح موجود تھے۔ اور یہ سب بزرگان دین جنہوں نے آنحضور صلعم کے دست مبارک پر آپ کے فرامین پر عمل کرنے کے لئے بیعت کی ہوئی تھی وہ کس طرح ان اصولوں کے خلاف قدم اٹھا سکتے تھے۔ بیعت کے علاوہ صحابہ کرامؓ کے وہ درخشندہ اصول بھی پیش نظر تھے جنہیں پر دان چڑھانے کے لئے انہوں نے اپنے مال اور اولادیں بلکہ جانیں وقف کر رکھی تھیں وہ کس طرح ان اصولوں کی خلاف ورزی کر سکتے تھے۔ اور کس طرح سیدنا حسینؓ کا ساتھ دے سکتے تھے۔ وہ جس کی بیعت کر لیتے تھے اس کے خلاف بات سننا بھی گناہ سمجھتے تھے جب تک کہ اس سے خلاف اسلام کوئی بات سرزد نہ ہو۔ لہذا جب وہ بزرگ امیر یزیدؒ سے بیعت کر کے آپ کو اپنا امیر و امام یعنی خلیفہ تسلیم کر چکے تھے، تو کس طرح سیدنا حسینؓ کا ساتھ دے سکتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اس وقت کے تمام کے تمام مسلمان اور بزرگ، اسلام کے ان دونوں مرکزوں، مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ میں سے کسی ایک بزرگ نے بھی آپ کا ساتھ نہ دیا سوائے ان لوگوں کے جو رشتہ داری کے بندھنوں میں جکڑے ہوئے تھے۔ یہ تو سیدنا حسینؓ کی آنحضور سے قرابت کی وجہ تھی کہ آپ کو سب بزرگ پیار، محبت اور شفقت سے

خروج سے منع کر رہے تھے ورنہ اگر کوئی دوسرا شخص آپ کی جگہ ہوتا تو صحابہ کرامؓ اپنے امیر کے خلاف اس کو فتنہ سمجھتے ہوئے آنحضور صلعم کے حکم کے مطابق اسے ختم کرنا اپنا ملی فرض سمجھتے اب اہل حق کے سامنے آنحضور صلعم کے وہ فرامین جنکی وجہ سے صحابہ کرامؓ سیدنا حسینؓ کو اس قسم کے اقدامات سے روکتے تھے پیش کئے جا رہے ہیں ہمیں بھی اس واقعہ کو ان فرامین کی روشنی میں دیکھنا چاہیئے اگر سیدنا حسینؓ اس اقدام میں راستی پر ہوتے تو یقیناً دنیائے اسلام ایک سیلاب کی شکل میں امیر المومنین یزید کی خلافت پر امڈ پڑتی اور اسے خس و خاشاک کی طرح بہا لے جاتی اور سیدنا حسینؓ کی خلافت کا جھنڈا گاڑ دیتی۔ اہل بصیرت غور فرمادیں کہ کیا اس دور کے تمام مسلمان جن میں بے شمار صحابہ کرامؓ بھی شامل تھے۔ نعوذ باللہ بالکل (بقول مخالفین) اس حد تک خائف ہو چکے تھے کہ ان کے ایمان میں لچک پیدا ہو گئی تھی۔ یا وہ مداہنت سے کام لے رہے تھے کہ ان میں حق بات کہنے کی جرأت نہ رہی تھی۔ اور صرف سیدنا حسینؓ ہی اس دور کے واحد فرد تھے جو اسلام کے امانتدار کہلانے کے حقدار تھے۔ قارئین کرامؒ کو یہاں اس دوراہے سے صرف ایک راستہ اختیار کرنا ہوگا۔ یا تو وہ سیدنا حسینؓ کے علاوہ تمام عالم اسلام کو گمراہ تسلیم کرلیں۔ یا پھر انہیں سیدنا حسینؓ کے اس اقدام کو جو آپ نے صرف حکومت اور جاہ و جلال حاصل کرنے کے لئے اٹھایا تھا، صحابہ کرامؓ کی طرح غلط قرار دینا ہوگا۔ سوائے اس کے تیسرا کوئی راستہ نہیں۔

ارشاد خداوندی

یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ ۔

ترجمہ:- اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ تعالی کے حکم کی اور اس کے رسولؐ کے حکم کی اور ان حاکموں کی جو تم میں سے ہوں۔

(یعنی تمہاری طرح ایمان دار ہوں) (النساء آیت ۵۹)
پہلی آیت میں جہاں اللہ تعالیٰ نے صاحبِ امر کو عدل و انصاف کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ ہر کام کا فیصلہ میرا خوف دل میں رکھتے ہوئے ٹھیک ٹھاک دیانت داری سے کیا کرو۔ کیوں کہ میں سب کچھ جانتا ہوں۔ وہاں اللہ تعالیٰ نے اس آیت مذکورہ میں دوسرے عام مسلمانوں کو بھی صاحب حکم کی اطاعت و فرماں برداری کا حکم فرمایا ہے تاکہ حاکم و محکوم دونوں اللہ تعالیٰ کے حکم کی فرماں برداری کر کے اپنی دنیاوی زندگیاں بھی جنت نظیر بنالیں۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہو کر رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ اور آپس میں جھگڑنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ یعنی خود سر لوگ اللہ کو نہیں بھاتے

امیر کی اطاعت کے متعلق ارشادات نبوی

(۱) سیدنا ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص میری فرماں برداری کرتا ہے اس نے اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ اور جس نے اپنے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے اپنے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی سوائے اس کے نہیں کہ امیر بمنزلہ سپر کے ہے اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا جاتا ہے اس کے ماتحت۔ اور حفاظت کی جاتی ہے دین حق کی ساتھ اس کے۔ اور اگر حکم کرے وہ ساتھ خوف اللہ تعالیٰ اور ساتھ انصاف کے۔ پھر واسطے اس امیر کے لیبب ڈرنے خدا سے ثواب ہے بہت زیادہ۔ اور اگر حکم کرے وہ خلاف اس کے۔ اور پھر اس پر گناہ ہے لبسبب اس کے (متفق علیہ بحوالہ مشکوٰۃ)

(۲) سیدنا عبداللہ بن عمر فاروقؓ سے روایت ہے کہ سنا میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ جو شخص امیر کی تابعداری سے نکل جائے (یعنی امام وقت کا نافرمان ہو) اور اسی حالت میں ملاقات کرے قیامت کو اللہ تعالیٰ سے اور نہیں ہوگا کوئی جواب پاس اس کے اور جو کوئی اس حالت میں مر جائے کہ وہ کسی امیر کی بیعت میں داخل نہ ہو تو ایسا شخص کفر کی حالت پر مرا۔ (مسلم شریف) بحوالہ مشکوٰۃ)

(۳) سیدنا ابوہریرہؓ سے روایت ہے، کہ سنا میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے تھے کہ جو شخص امیر کی اطاعت سے نکلے اور جماعت سے جدا ہو اور پھر اسی حالت میں مر جائے تو وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے۔ (مسلم شریف)

(۴) سیدنا ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت بیعت کی جائے واسطے دو خلیفوں کے پس قتل کرو دوسرے کو ان دونوں میں سے (یعنی جس کی بیعت پہلے ہو جائے اسے خلیفہ تسلیم کر لو اور دوسرے کو قتل کر دو) اس حدیث کے ماتحت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص کے لیے بیعت منعقد ہو جائے اور اس کی حکومت قائم ہو جائے پھر اگر کوئی دوسرا شخص اس پر خروج کرے اور اس سے لڑے تو چاہیے کہ اس دوسرے کو قتل کر دیا جائے، خواہ وہ افضل ہو یا مساوی یا کمتر بہر حال بعد انعقاد بیعت سب مسلمانوں کو اس باغی کا دفعہ کرنا واجب ہوگا (ازالۃ الخفاء، ص۳۲ طبع کراچی)

(۵) سیدنا عرفجہؓ سے روایت ہے کہ سنا میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے تھے، قریب ہے کہ ہوں گے شر اور فساد پس جو شخص کہ ارادہ کرے جدائی ڈالنے کا اس امت کے معاملہ میں اس حال میں کہ امت ہو اکٹھی پس اور

اس کو ساتھ تلوار کے چاہے وہ کوئی بھی کیوں نہ ہو۔ (مشکوٰۃ)

(۶) روایت ہے سیدنا عبداللہ بن عمر فاروق رضؓ سے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے بیعت کی امیر سے اور دیدیا اس کو ہاتھ اپنا۔ اور میوۂ دل اپنے گا۔ پس اپنی طاقت کے مطابق اس کی اطاعت کرے اور پھر اگر دوسرا شخص اس کے خلاف خروج کرے (یعنی اس کے مقابلہ میں خلافت کا دعوٰی کرے تو اسکی گردن اڑادو (مسلم شریف)

(۷) سیدنا اسامہ بن شریک رضؓ سے روایت ہے کہ فرمایا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص امیر کے خلاف خروج کرے اور تفرقہ ڈالے میری امت میں، پس اڑادو گردن اس کی۔ (مشکوٰۃ)

(۸) سیدنا جنادہ بن امیہ رضؓ سے روایت ہے کہ ہم لوگ عبادہ بن صامت رضؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ اس زمانہ میں علیل تھے۔ ہم نے عرض کی اللہ تعالیٰ آپ کو سلامتی بخشے کوئی حدیث ایسی بیان فرمائیے جو آپ کے لئے نفع بخش اور آپ نے آنحضور صلعم کی زبان مبارک سے سنی ہو۔ فرمایا ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے طلب فرمایا اور ہم سے جن امور پر بیعت لی۔ ان میں امیر کی بات ماننا اور اطاعت کرنا بھی تھا اگرچہ وہ ہمیں پسند ہو یا ناپسند اس پر عمل کرنا مشکل ہو یا آسان خواہ اس کے لئے ہمیں۔ کوئی قربانی بھی کیوں نہ دینی پڑے۔ اور یہ کہ جو حکومت برسر اقتدار ہو اس سے ہم جھگڑا نہ کریں۔ حکومت کے بارے میں جب تک کہ اس سے کھلم کھلا کفر سرزد نہ ہو جو اس کے خلاف خروج کو جائز کردے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بارے میں کوئی قطعی دلیل موجود نہ ہو (صحیح بخاری پارہ ۲۹ باب الفتن)

(۹) سیدنا عبداللہ رضؓ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا

آنحضورؐ نے کہ مسلمان آدمی کو امیر کی بات کو سننا اور اس کی اطاعت کرنا لازم ہے جب تک کہ اسے گناہ کا حکم نہ کیا جائے۔ اور جب گناہ کا حکم کیا جائے تو نہ سننا اور نہ ہی اطاعت کرنا ضروری ہے۔ (صحیح بخاری پارہ ۲۹ کتاب الاحکام)

(۱۰) سیدنا عبداللہ بن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ فرمایا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے اپنے امیر کی ایسی بات دیکھی جو اسے بری معلوم ہو تو اس کو چاہیئے کہ صبر کرے کیوں کہ جو جماعت سے ایک بالشت بھی الگ ہوگا اور پھر وہ مر جائے گا تو وہ جاہلیت کی موت مریگا۔ (صحیح بخاری پارہ ۲۹ کتاب الاحکام)

اہل بصیرت حضرات جو حق بات کے متلاشی ہیں انہیں ان واضح شرعی احکام پر بار بار غور کرنا چاہیئے کہ ان واضح فرامین کے ہوتے ہوئے صحابہ کرام رضؓ یا کوئی دوسرا مسلمان جو ان فرامین کو صحیح سمجھتا تھا کس طرح سیدنا حسین رضؓ کا ساتھ دے سکتا تھا ان ہی فرامین کو مدنظر رکھتے ہوئے تمام کے تمام بزرگ اپنے امام وامیر یزید رضؓ کے خلاف اٹھنے پر آپ کو منع کرتے رہے اور آپ کو سمجھاتے رہے کہ خلافت تو ملنے کی نہیں کیوں جماعت سے علیحدہ ہو رہے ہو۔ کیوں ان مکاروں کے بہکانے میں آکر اپنا ہی نقصان کر رہے ہو۔ لیکن مشیت ایزدی ہو کر رہی۔ مکہ مکرمہ میں آپ نے حتی المقدور فرداً فرداً اپنے رشتہ داروں دوستوں اور باقی بہی خواہوں کو متفق کرنے کی کوشش کی لیکن سب نے جواب دیدیا حتیٰ کہ آپ کے پندرہ ۱۵ سگے بھائیوں میں سے بھی بمشکل پانچ نے آپ کا ساتھ دیا۔ یہاں تک کہ سیدنا عبداللہ بن جعفر رضؓ جو آپکے تایازاد بھائی اور سیدہ زینب رضؓ کے خاوند تھے۔ سیدہ زینب رضؓ نے ابن جعفر رضؓ پر اپنے بھائی کا ساتھ نہ دینے

کے لئے بار بار مجبور کیا اور خود بھی ساتھ جانے پر بضد ہوئیں۔ تو سیدنا عبداللہ بن جعفرؓ نے اپنی نیک اور صالح اور جوان بچوں والی بیوی کو تو اپنا گھر ویران کر کے بھیج دیا۔ (یعنی طلاق دیدی) لیکن اپنے امیر و امام یزیدؒ کے خلاف قدم اٹھانا گناہ سمجھتے ہوئے ساتھ دینے سے جواب دیدیا۔ ان کے علاوہ بھی جس بزرگ اور بھی خواہ کو آپ کے کوفہ روانہ ہونے کا علم ہوا۔ تو ان میں سے بعض نے منت سے اور بعض نے شفقت سے یہاں تک بھی کہہ دیا کہ اگر مجھے یقین ہوتا کہ آپ میری کوشش سے رک جائیں گے تو میں آپ کے بال پکڑ لیتا اور گلو گیر ہو جاتا اور لوگ یہ تماشہ دیکھنے کو جمع ہو جاتے۔ لیکن افسوس کہ آپ رکتے کے نہیں ہیں ہو ان میں سیدنا ابن عباسؓ پیش پیش تھے۔ مگر آپ نے سب کو جواب دیدیا یقیناً آپ پر کوفی شیعوں کا جادو چل چکا تھا۔ کیونکہ باوجود کوفیوں کو اچھی طرح جاننے کے پھر بھی کوئی کشش آپ کو کشاں کشاں کوفہ لئے جا رہی تھی۔ کاش سیدنا حسینؓ تحمل و بردباری اور ٹھنڈے دل سے کام لے کر اپنے بزرگوں، دوستوں اور عزیزوں کا کہا مان لیتے تو ان کے اس نیک اقدام سے تاریخ کا رخ کچھ اور ہوتا اور آج ہم اس شیعہ سنی جھگڑے کا شکار نہ ہوتے۔

اہل الرائے جذبات سے الگ ہو کر غور فرمائیں!

اہل بصیرت اچھی طرح جانتے ہیں کہ جب کوئی شخص ایسی غلطی کا مرتکب ہوتا ہے جس سے جانی اور مالی اور عزت جیسی اہم چیزوں کے نقصان کا اندیشہ ہو یا مذہب کے بگڑ جانے کا خطرہ ہو۔ ان اقدار کے ختم ہو جانے کا خدشہ ہو جو مذہب نے

ضروری اور اہم قرار دی ہوں۔ تو اس سے رکنے اور صحیح راستہ بتانے والے عوامی قسم کے انسان نہیں ہوا کرتے۔ بلکہ ایک خاص اور بلند مقام کے مالک ہوا کرتے ہیں ایسے لوگ جب کسی شخص کو کسی کام سے روکیں تو وہ یقیناً غلطی پر ہو گا۔ سیدنا حسینؓ کا خلافت حاصل کرنے کے لئے دین میں تفرقہ ڈالنے والے کوفی سبائیوں کے بلانے پر کوفے جانا جو نہ صرف غلط تھا بلکہ اسلام اور اسلامی مملکت اور جمیع مسلمانوں کے مفاد کے بھی سراسر منافی تھا۔ تاریخی حالات و واقعات کے غیر جانبدارانہ مطالعہ سے ہر شخص اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ سیدنا حسینؓ کا خروج ایک بہت بڑی سیاسی غلطی تھی۔ جس سے روکنے والے یقیناً حق پر تھے جس کا اقرار خود آپ نے کربلا کے میدان میں اس فقرہ سے " کہ واللہ ابن عباسؓ نے کیا ہی اچھی بات کہی تھی" اور اس تجویز کے پیش کر دینے سے کر لیا تھا۔ کہ " یا تو مجھے واپس جانے دیا جائے یا ترکی کی سرحد پر جہاد پر بھیج دیا جائے یا پھر امیر المومنین کے پاس جانے دیا جائے"۔ اگر واقعی آپ اپنے اس اقدام کو عین اسلام یقین کرتے تھے تو آپ کو " لا تخف " کے پیش نظر کربلا کا جرأت مندی حوصلہ اور شجاعت کے ساتھ ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہیئے تھا۔ آپ کے خیالات سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ دین اسلام سے کسی طرح کا بھی تعلق نہ رکھتا تھا اور خالصتاً ایک دنیاوی اور سیاسی قصہ اور تخت و تاج کے حصول کے لئے ایک ناکام جدوجہد سے زیادہ کچھ بھی نہ تھا تاریخ شاہد ہے کہ اس موقعہ پر جمیع مسلمانوں میں سے کسی ایک شخص کا دل بھی آپ کے لئے نہ پسیجا۔ اور کوئی ایک ذمہ دار شخص بھی اسلام کے ان دونوں

متبرک شہروں مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ سے ساتھ نہ نکلا۔ چہ جائیکہ حق و صداقت کے اعلان اور اسلام کی حفاظت کے لیے مسلمان اس سے پہلے بھی لاکھوں کی تعداد میں اکٹھے ہو کر دور دراز ملکوں میں جہاد کرتے رہے۔ بلکہ اس وقت بھی یعنی امیر المومنین یزیدؓ کے دور میں لاکھوں کی تعداد میں مسلمان اللہ تعالیٰ کے نام کو بلند کر رہے تھے۔ اگر یہ واقعہ بھی "حق و باطل" کا معرکہ ہوتا تو مسلمان اس موقعہ پر بھی سیدنا حسینؓ کے موقف کی تائید میں نکل کھڑے ہوتے اور خلافت یزیدؓ کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دیتے۔

بہرحال اس بات کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ سیدنا حسینؓ کو مشورہ دینے والے لوگ ہر طرح سے علم و فضل، عمر اور دین داری میں کسی طرح بھی کم نہیں تھے ان میں وہ بھی تھے جو دین داری میں آپ سے بھی بہت بلند مقام رکھتے تھے۔ جو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تہجد کی نمازوں کے لئے اٹھنا باعث نجات اور باعث فخر سمجھتے تھے اور نزول وحی کے روح پرور نظاروں کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر چکے تھے۔ مثلاً سیدنا عبداللہ بن عباسؓ، سیدنا عبداللہ بن عمرؓ اور دوسرے بزرگ جو آنحضور صلعم سے اس وقت فیض حاصل کر چکے تھے۔ جب کہ سیدنا حسینؓ ابھی اس دنیا میں تشریف ہی نہ لائے تھے۔ بلکہ آپ تو آنحضور صلعم کی رحلت کے وقت بھی ابھی معصوم بچے تھے۔ لہٰذا سیدنا حسینؓ کا اپنے بزرگوں و مخلص دوستوں اور ہمدرد بھائیوں کے مشوروں کو ٹھکرا کر اسلام میں تفرقہ ڈالنے والے اور سیدنا علیؓ کے قاتلوں اور سیدنا حسنؓ پر حملہ کر کے آپ کو زخمی کرنے اور آپ کا مال لوٹنے والوں پر اعتبار کرنا اور خلافت کی طلب میں کوفے جانا آپ کی

ایک عظیم اجتہادی غلطی تھا۔ جس کے ارتکاب سے آپ کو بزرگوں اور دانشوروں نے منع کیا۔ لیکن آپ نے تمام مشوروں اور نصیحتوں کو ٹھکرا دیا اور آخر کار ایسے اقدامات کا جو انجام ہوا کرتا ہے وہی ہو کر رہا۔

باب پنجم

سیدنا حسینؓ کا صحابیٔ رسول پاکؐ کیساتھ لڑنے کو نکلنا

جن ایام میں سیدنا امیر معاویہؓ کا انتقال ہوا۔ اس وقت آنحضور صلعم کے نیک و رحمدل اور بردبار صحابی سیدنا نعمان بن بشیرؓ کوفہ کے گورنر تھے ان کوفی سبائیوں نے آپ کی شرافت سے ناجائز فائدہ اٹھا کر سیدنا حسینؓ کو کوفہ سے رنگا رنگ مضامین کے خطوط لکھ کر آپ کو ورغلایا ان خطوط کا شمار سینکڑوں سے تجاوز تھا سیدنا نعمانؓ آنحضور صلعم کے صحابیؓ بن صحابیؓ تھے آپ کے والد ماجد سیدنا بشیرؓ نے سقیفہ بنی ساعدہ کے اجتماع میں سب سے پہلے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے خلافت کی بیعت کی تھی اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت سے متعلق سیدنا معاویہؓ کو سیدنا نعمان بن بشیرؓ نے ہی دمشق آ کر سب حالات سے آگاہ کیا تھا۔ آپ تمام خانہ جنگی کے دوران امیر معاویہؓ کے ساتھ رہے۔ اور آپ کے

زمانہ خلافت ہی سے کوفہ کے گورنر چلے آرہے تھے۔ امیر المومنین یزیدؓ کے شروع زمانہ میں جب مسلم نے کوفہ آکر مختار ثقفی منافق اور باقی سبائیوں سے مل کر خانہ جنگی کا آغاز کیا تو اسی خانہ جنگی کی بدولت ایسے نیک نفس اور رحمدل انسان کو آخر کار اپنی طبعی شرافت اور سیدنا حسینؓ کی خلافت کی خواہش اور کوفیوں کی عیاری کی وجہ سے معزول ہونا پڑا۔ یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ سیدنا حسینؓ کوفہ جہاد کرنے گئے تھے۔ وہ بتا سکتے ہیں کہ وہ کون سا کفر گڑھ تھا جو آپ فتح کرتے نکلے تھے۔ اس وقت تو کوفہ میں خالص اسلامی حکومت قائم تھی جس کے سربراہ رسول پاکؐ کے رحم دل صحابی نعمان بن بشیرؓ اور قاضی القضاۃ سیدنا علی کے خاص الخاص قاضی شریح تھے جنہوں نے سیدنا علیؓ جیسے بزرگ اور خلیفہ وقت ہونے کے باوجود آپ کے ایک مقدمہ کا جو آپ نے اپنی کھوئی درع کا ایک یہودی کے خلاف دائر کیا تھا۔ شہادت ناکافی ہونے کی وجہ سے یہودی کے حق میں فیصلہ دے کر اسلام اور انصاف کا بول بالا کیا تھا۔ اللہ وہ یہودی یہ فیصلہ سن کر بے ساختہ پکار اٹھا کہ یہ درع سیدنا علیؓ ہی کی ہے۔ اور مسلمان ہو گیا تھا۔ اور سیدنا علیؓ نے اس فیصلہ سے خوش ہو کر درع اپنے نو مسلم بھائی کو ہی بخش دی تھی۔ لہذا ایسے حکمرانوں کے خلاف سیدنا حسینؓ کا لڑنے کو نکلنا کس طرح جائز ہو سکتا ہے، اور پھر سیدنا حسینؓ کا خلافت حاصل کرنے کے لئے۔ اسلام اور اپنے خاندانی دشمنوں کے جھانسے میں آکر کوفے جانا اور راستے میں ان ہی کے ہاتھ سے قتل ہو جانے کو جہاد کا نام دینے والے بتا سکتے ہیں کہ مسلمانوں کا آپس میں لڑائی جھگڑا ہو جائے۔ تو اسے کیسے جہاد قرار دیا جا سکتا ہے۔ جب مسلمانوں کے آپس میں کسی جھگڑے کو جہاد قرار نہیں دیا جا سکتا۔ تو پھر حکومت وقت کے ساتھ سیدنا حسینؓ کے اس جھگڑے کو

کس طرح جہاد قرار دیا جا سکتا ہے۔ بلکہ قرآن کریم کے اصول اور اس حکم کے مطابق

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ

ترجمہ: "اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور جو لوگ حق پر ہیں ان کا ساتھ دو" (توبہ آیت ۱۱۹) اگر آپ اس اقدام میں حق پر تھے تو ان تمام مسلمانوں اور آنحضور صلعم کے ساتھیوں کو جو بھی اس وقت دنیا میں حیات تھے، معہ سیدنا حسینؓ کے چچا ابن عباسؓ اور بہنوئی ابن جعفرؓ اور بھائی محمد بن علی (ابن حنفیہ) اور دوسرے تمام رشتہ داروں کو جنہوں نے کربلا جانے میں آپ کا ساتھ نہ دیا تھا۔ سب کو کافر قرار دینا پڑے گا۔ صرف اس صورت میں ہی آپ کے اس جھگڑے کو جہاد کا نام دیا جا سکتا ہے۔

سیدنا حسینؓ کے غلط اقدام کو دینِ حق کو بچانے کی حجت کہنے والے جواب دیں

کہا جاتا ہے کہ سیدنا حسینؓ نے دین حق کو بچانے اور ایک "ظالم" حاکم کے خلاف جہاد کے طور پر یہ قدم اٹھایا تھا۔ یہ بہت بڑا دعویٰ ہے جسے آج تک کسی نے ثابت نہیں کیا اور بغیر سوچے سمجھے اس خیال کا چرچا کیا جا رہا ہے۔ بلکہ یہ بھی کہا جا رہا ہے۔ کہ آپ کی شہادت ہی سے اسلام زندہ ہوا۔ کیا اس خیال کے لوگ بتا سکتے ہیں کہ جب کوفیوں کا فریب حق الیقین بن کر سیدنا حسینؓ کے سامنے آگیا اور انہوں نے مایوس ہو کر کربلا سے واپسی کی اجازت چاہی۔ تو کیا اس وقت دین حق بچا لیا گیا تھا۔ کیا مایوس ہو کر ناکام واپس ہونے کی خواہش سے دین حق کی حفاظت کا فریضہ پورا ہو گیا تھا۔ اور اس واپسی سے اسلام بھی زندہ ہو چکا تھا اور بقول سبائیوں کے دین حق میں جو خرابیاں پیدا

ہو چکی تھیں وہ رفع ہو گئیں تھیں، جو آپ نے واپسی کا قصد کیا اور کیا معروضہ ظالم کو نیست و نابود کر دیا گیا تھا وہ مشن جو آپ مکہ مکرمہ سے لے کر نکلے تھے پورا ہو گیا تھا۔ اور دین حق کی مخالفت کرنے والا اب کوئی باقی نہیں رہا تھا۔ جو آپ واپس جانے کی اجازت طلب کر رہے تھے۔ اور جس کے خلاف جہاد کرنے نکلے تھے کیا وہ یکدم مومن ہو گیا تھا جو اس کے ماتحت جہاد پر بھیجے جانے کی درخواست کر رہے تھے اور کیا وہ اب نیک و انصاف پسند اور خلیفہ برحق ہو گئے تھے جو ان کی پناہ میں جا کر اپنا فیصلہ چکانے کو کہہ رہے تھے۔
اہل حق کا فرض ہے کہ ان تمام باتوں پر انصاف اور دیانت داری سے غور فرما دیں اور پھر اگر بفرض محال امیر المومنین یزید رضؓ میں کسی قسم کا نقص تھا تو سیدنا حسین رضؓ کو کوفہ کا رخ کرنے کی بجائے دمشق پر حملہ آور ہونا چاہتے تھا یا اس سے بھی نزدیک بصرہ پر جہاں ابن زیاد گورنر تھا حملہ کر کے دادِ شجاعت حاصل کرنی چاہیئے تھی۔ دراصل دمشق اور بصرہ کو چھوڑ کر کوفے کا قصد اس لئے کیا گیا تھا کہ سیدنا نعمان بن بشیر رضؓ آنحضور صلعم کے بردبار اور رحمدل صحابیؓ وہاں کے گورنر تھے جو مسلمانوں پر سختی کرنا گوارا نہ کرتے تھے۔ اور اسی وجہ سے کوفی آپ کی نرم دلی کا فائدہ اٹھا کر بار بار سیدنا حسین رضؓ کو ایسے شخص کا مقابلہ کرنے کے لئے کوفہ بلا رہے تھے اس کا مقابلہ جو خود دین کے شیدائی تھے۔ سنت نبویؐ کے مطابق ہر قسم کے فیصلے کر رہے تھے۔ اور قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر بات کرنا بھی گناہ سمجھتے تھے۔ شمع نبوتؐ کے پروانے تھے اور آنحضور صلعم کے حکم کے مطابق "جس کی بھی پیروی کرو گے راہ پا جاؤ گے" کے زمرہ میں داخل تھے۔ اور پھر

آنحضور صلعم کی اس حدیث کہ جو میرے اصحاب کو برا کہے گا وہ مجھے بلکہ اللہ تعالیٰ کو برا کہے گا۔ کے مطابق یہ بھی ماننا پڑے گا۔ کہ جو میرےؐ اصحاب رضؓ کے ساتھ لڑنے نکلا وہ میرے ساتھ بلکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ لڑنے نکلا۔ دراصل سیدنا حسین رضؓ حصول خلافت کے سلسلہ میں کوفیوں سے مدد حاصل کر کے سیدنا نعمان بن بشیر رضؓ کو کوفہ سے مار بھگانے کے بعد اپنی خلافت قائم کرنا چاہتے تھے۔ لیکن کوفیوں کی غداری کی وجہ سے آپ کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔

سیدنا نعمان بن بشیر رضؓ گورنر کوفہ کا اعلانِ حق

سیدنا نعمان بن بشیر رضؓ امیر کوفہ کو جب علم ہوا۔ کہ کوفی بغاوت پر آمادہ ہیں تو آپ نے اہل کوفہ کو اکٹھا کیا اور سمجھایا کہ دیکھو اسلام اتفاق و اتحاد کا سبق دیتا ہے اس لئے تم لوگ فتنہ و فساد سے دور رہو۔ آپ نے سب کو سنت رسول اللہ صلعم کی پیروی کا حکم دیا اور فرمایا کہ میں نہیں چاہتا کہ مسلمان کو میرے ہاتھ سے نقصان پہنچے۔ اور فرمایا کہ جو میرے ساتھ نہ لڑے گا میں اس کے ساتھ کبھی بھی نہ لڑوں گا لیکن یاد رکھو جو بھی تم میں سے اپنے امام و خلیفہ کی بیعت توڑے گا تو جب تک میرے ہاتھ میں تلوار ہے میں اس سے لڑتا رہوں گا۔

شیعہ مورخ طبری سیدنا نعمان رضؓ کی تعریف کرتا ہے

نعمان رضؓ ایک بردباد اور زاہد شخص تھے۔ امن و عاقبت کے خواہاں تھے انہوں نے اہل کوفہ کو فرمایا جو مجھ پر حملہ نہ کرے گا میں اس پر حملہ نہ کروں گا۔ لیکن مجھے قسم

ہے وحدہٗ لاشریک کی اگر تم اپنے امام یزیدؒ سے برگشتہ ہو گئے اور بیعت ان کی توڑ دی تو یاد رکھو میرے ہاتھ میں جب تک تلوار ہے میں تم سے قتال کرتا رہوں گا۔ (طبری جلد ۲ ص ۱۰۱) (ابن خلدون جلد ۵ ص ۶۴) (البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۲۵) تاریخ کا مطالعہ کے بغیر کوفی پروپیگنڈہ کے شکار سادہ لوح مسلمان اب ان حقائق کی روشنی میں کربلا اور سیدنا حسینؓ کے متعلق مبالغہ آمیز قصے کہانیوں کا غیر جانب دارانہ جائزہ لے کر سچ اور جھوٹ میں خود ہی تمیز کر لیں۔

ابن زیاد کا کوفہ میں تقرر

گورنر کوفہ سیدنا نعمان بن بشیرؓ اپنی طبعی شرافت کے باعث جب باغیانہ سرگرمیاں کچلنے میں ناکام رہے تو امیر المومنین یزیدؒ نے عبید اللہ بن زیاد کو جو بصرہ کے گورنر تھے۔ کوفہ کی گورنری کا چارج بھی دے دیا۔ کیونکہ کوفی شیعوں کی ذہنیت سے انہیں بخوبی واقفیت حاصل تھی۔ عبید اللہ کے والد امیر زیادؒ سیدنا علیؓ کے خاص الخاص طرف داروں میں سے تھے اور آپ کے زمانہ خلافت میں فارس کے گورنر رہ چکے تھے۔ (یعنی فارس کے امیر و امام تھے) گو آج کے شیعہ امیر زیادؒ کے حق میں بدگوئی کرتے ہیں لیکن اس وقت کے شیعان علیؓ پہلے ملک فارس میں جب آپ وہاں کے امیر تھے ان کی امامت میں نمازیں ادا کیا کرتے تھے۔ اور پھر سیدنا امیر معاویہؓ کی خلافت میں جب امیر زیادؒ کوفہ کے امیر و امام تھے تو بھی شیعان علیؓ ان کی امامت میں نمازیں ادا کرتے رہے۔ اب اہل نظر خود فیصلہ کریں کہ موجودہ دور کے شیعہ سچے ہیں یا اس وقت کے شیعان علیؓ حق پر تھے جو امیر زیادؒ کی امامت میں نمازیں پڑھتے تھے۔ یہ وہ باتیں ہیں جنکو جھٹلانا ناممکن ہے۔ سیدنا علیؓ کے دلی دوست اور گورنر کا بیٹا اپنے باپ کی طرح بہت ہشیار اور سمجھ دار

آدمی تھا۔ جب یہ گورنر ہو کر کوفہ آیا تو اکیلا آیا اپنے ساتھ اگر کوئی چیز لایا تو وہ فقط کوفیوں کو رام کرنے والی صلاحیت تھی جس سے اس نے آتے ہی ایک رات اور دن میں کوفے کا نقشہ بدل کر رکھ دیا۔ ابن زیاد نے آتے ہی رات کو جو خطبہ کوفہ کے دار الامارت میں دیا اس نے کوفیوں کے دلوں میں انقلاب پیدا کر دیا۔ اور جو کوفی امیر المومنین کے خلاف ہو کر سیدنا حسینؓ کو فریب دینے کے لئے مسلم کے ہاتھ پر سیدنا حسینؓ کی خلافت کی بیعت کرتے ہیں۔ اس خطبہ کو سن کر سیدنا حسینؓ کی بیعت توڑ کر مسلم کو گرفتار کر کے ابن زیاد کے سامنے پیش کرنے کے حق میں ہو جاتے ہیں۔ وہ خطبہ شیعہ مورخ طبری کی زبانی سنیں۔

ابن زیاد نے کوفیوں کو شر انگیزی سے منع کیا

عبید اللہ بن زیاد نے احمد و ثنا کے بعد کہا کہ امیر المومنین یزیدؒ (اللہ تعالیٰ ان کی بہتری کرے) نے مجھے تمہارے شہر اور حدود کا والی مقرر کیا ہے۔ اور یہ حکم دیا ہے کہ تمہارے مظلوموں کا انصاف کروں۔ اور محروموں کو عطا کروں۔ جو شخص بات سنے اور اطاعت کرے اس پر احسان کروں۔ اور جو دھوکہ باز اور نافرمان ہو اس پر تشدد کروں تم لوگوں کے معاملے میں میں ان کے فرمان کو نافذ کروں گا۔ تم میں سے جو اچھے کردار کا مالک اور فرماں بردار ہے۔ اس کے ساتھ میں مہربان باپ کی طرح پیش آؤنگا اور جو میرا حکم نہ مانے گا اور فرمان بجا نہ لائے گا اس کے لئے میرا تازیانہ اور میری تلوار ہے۔ آدمی کو چاہئے کہ اپنی جان کی خیر منائے۔ اور بات جب سچی ہو کر سامنے آئے تو پتہ چلتا ہے، کہ محض دھمکی سے کچھ نہیں ہوتا۔ یعنی جو کچھ میں نے کہا ہے وہ میں ضرور کر کے رہوں گا۔ اور تم دیکھ لو گے کہ جو کچھ میں نے کہا ہے سچ کہا ہے (طبری جلد ۲ ص ۱۸۴) (ابن خلدون کتاب ثانی جلد ۵ ص ۷۹)

قارئین حضرات ابن زیاد کے اس خطبے کو اگر انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو صاف نظر آتا ہے کہ عبیداللہ کا ایک ایک لفظ حقیقت کی ترجمانی کر رہا ہے کوفیوں کو شرافت کی زندگی بسر کرنے کی تلقین کی گئی ہے اور مظلوموں کی حمایت کا یقین دلایا گیا ہے اور ظالموں کو صاف صاف کہہ دیا گیا ہے کہ کسی صورت بھی فساد کرنے والوں کو معاف نہیں کیا جائے گا۔ اس تقریر کے بعد جو کچھ کوفہ میں ہوا، وہ روز روشن کی طرح عیاں ہے وہ کوفی جنہوں نے سیدنا نعمان بن بشیرؓ کی شرافت کا ناجائز فائدہ اٹھا کر سیدنا حسینؓ کو لکھا کہ ہم آپ کے ساتھ ہیں آپ جلدی کوفہ تشریف لائیں ہم یزیدؓ کے گورنر کو فوراً کوفہ سے نکال دیں گے وغیرہ وغیرہ۔ لیکن آج کوفی شیعوں نے ابن زیاد کی سرخ آنکھیں دیکھ کر تقیہ کا لباس اتار دیا۔ اور اصل رنگ میں نظر آنے لگے اور باوجود مسلم کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے ان کو گرفتار کر کے ابن زیاد کے حوالے کر دیا۔ اور خود بمصداق گدھے کے سینگ کہاں یعنی الگ تھلگ ہو کر سیدنا حسینؓ کی بیعت سے منحرف ہو گئے۔ اور پھر جو کچھ کوفہ و کربلا میں ان کوفی شیعوں نے کیا اسے دیکھنے والوں نے دیکھا اور جاننے والوں نے جان لیا۔ جب مسلم نے کوفیوں کو اصل شکل و صورت میں دیکھا تو مسلم نے التجا کرتے ہوئے ابن اشعث سے اپنے آخری وقت میں عرض کی۔ کہ تو مجھے امان تو نہیں دے سکتا لیکن اتنا سلوک تو کر کہ میرا پیغام حسینؓ تک پہنچا دے۔ اور وہ یہ کہ وہ کسی طرح بھی کوفہ نہ آئیں۔ اور ہر حالت میں واپس چلے جائیں۔ کیونکہ یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے آپ کے والد سے بھی دغا نہ کی کہ وہ مرنے کی تمنا کرتے تھے۔ انہوں نے آپ سے بھی اور مجھ سے بھی جھوٹ بولا۔ ابن اشعث نے منظور کر لیا کہ میں آپ کا یہ کام ضرور کر دوں گا۔ یہ بھی طبری کی زبانی سنیں۔

مسلم نے سیدنا حسینؓ کو واپس چلے جانے کا پیغام بھیجا

"مسلم نے ابن اشعث سے کہا میں سمجھتا ہوں کہ تو مجھے امان تو نہیں دے سکتا لیکن اتنا تو سلوک کر کہ کسی آدمی کو حسینؓ کے پاس بھیج دے۔ اور میری طرف سے پیغام پہنچا دے کہ مسلم نے اسے ان کے پاس بھیجا ہے وہ یہ بھی بتائے کہ مسلم گرفتار ہو چکا ہے وہ یہ نہیں چاہتا کہ آپ یہاں آئیں اور قتل ہو جائیں آپ ابھی اپنے اہل و عیال کو لے کر پلٹ جائیں اور کوفیوں کے دھوکہ میں نہ آئیں۔ یہ وہی لوگ ہیں جن سے چھٹکارا پانے کے لئے آپ کے والد مرنے اور قتل ہونے کی تمنا کیا کرتے تھے اور اہل کوفہ آپ سے بھی جھوٹ بول رہے ہیں اور مجھ سے بھی جھوٹ بولا اور فریب کیا۔ ابن اشعث نے کہا واللہ میں ایسا ہی کروں گا۔ اور پھر ابن اشعث کے ایاس طائی کو حسین کی طرف خط دے کر بھیجا۔ اور ایاس کو زاد راہ بھی دیا اور اونٹ بھی، ایاس روانہ ہوا۔ اور چار دن کی مدت میں مقام زبالہ پر حسینؓ سے ملا اور خط بھی دیا جسے پڑھ کر حضرت نے کہا "جو مقدر میں ہے وہ ہونے والا ہے"۔ (طبری جلد ۲ صفحہ ۲۰۲ طبع دکن)

سیدنا حسینؓ کو مسلم کے بھائیوں نے موت کے منہ میں دھکیل دیا

ابھی آپ قادسیہ نہیں پہنچے تھے کہ مسلم کا خط ملا اس افسوسناک خبر سے آپ کو نہایت ہی رنج ہوا۔ دوسرے حر بن تمیمی سے ملاقات ہوئی تو اس نے بھی کہا کہ کوفہ جانے میں آپ کے لئے کوئی بہتری نہیں اس لئے آپ واپس چلے جائیں آپ نے واپس جانے کا ارادہ بھی کیا۔ لیکن مسلم کے بھائی آڑے آئے۔ انہوں نے کہا جب

تک ہم انتقام نہ لے لیں واپس نہیں جائیں گے۔ آخر آپ نے بھی ان کی ہاں میں ہاں ملا دی اور آگے روانہ ہو گئے۔ کاش سیدنا حسین اپنی حیثیت کا خیال رکھتے ہوئے اپنے عزیزوں اور ماتحتوں کو سمجھاتے اور واپسی پر مجبور کرتے، چھوٹوں کے اشاروں پر نہ چلتے اپنی رائے کو مقدم رکھتے تو یہ دل ہلا دینے والا حادثہ پیش نہ آتا جو مسلمانوں میں انتشار و اختلاف کا موجب بنا۔

واقعات کا اہم موڑ شیعوں کی زبانی

طبری لکھتا ہے حسین رض بن علی رض کو جب مسلم بن عقیل کا خط پہنچا تو آپ اس مقام پر پہنچے تھے جہاں سے قادسیہ تین میل کے فاصلہ پر پڑتا ہے کہ حر بن تمیمی سے ملاقات ہو گئی حر نے پوچھا۔ آپ کہاں جاتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا اسی شہر میں جانا چاہتا ہوں۔ حر نے کہا پلٹ جائیے وہاں آپ کیلئے مجھے کسی بہتری کی امید نہیں۔ اس پر آپ نے لوٹ جانے کا ارادہ کیا۔ مسلم کے بھائیوں نے جو آپ کے ساتھ تھے۔ کہا واللہ ہم اس وقت تک نہیں لوٹیں گے جب تک ہم اپنا انتقام نہ لے لیں یا ہم بھی قتل نہ ہو جائیں۔ آپ نے کہا کہ تمہارے بعد ہمیں بھی زندگی کا کیا لطف ہے یہ کہہ کر آپ روانہ ہوئے اتنے میں۔ عبید اللہ کے لشکر کا ہراول دستہ سامنے آ گیا تو آپ کربلا کی جانب پلٹ گئے (طبری جلد ۲ صہ ۲۱۰) (ابن خلدون جلد ۵ صہ ۹۵)

ایک اور شیعہ کی رائے

مسلم کے قتل کی خبر سن کر حضرت حسین رض نے واپس جانے کا ارادہ کر لیا مگر فرزندان عقیل رض مانع ہوئے۔ چنانچہ آپ آگے چل دیئے۔ یہاں تک کہ آپ کوفہ کے نزدیک

پہنچ گئے وہاں حر بن یزید سے جن کے ساتھ ایک ہزار سوار تھے مڈبھیڑ ہوئی اس نے آپ کو کوفہ لے جانا چاہا لیکن آپ نہ مانے اور ملک شام کی طرف مڑ گئے۔ تاکہ یزید رض بن معاویہ رض کے پاس چلے جائیں لیکن جب کربلا کے مقام پر پہنچے تو انہیں آگے بڑھنے سے روک دیا گیا اور کوفہ لے جانے و عبید اللہ بن زیاد کا حکم ماننے کو کہا گیا۔ آپ نے اس سے انکار کر دیا اور یزید رض کے پاس ملک شام جانا پسند کیا (صہ ۱۷۹ عمدۃ الطالب فی انساب علی بن ابی طالب طبع لکھنؤ)

آزاد مؤرخ ڈوزی کی رائے

کوفہ کے افسوس ناک واقعات کی اطلاع حضرت حسین رض کو اس وقت پہنچی جب آپ راستہ میں تھے اور کوفہ تھوڑی دور رہ گیا تھا۔ آپ کے ہمراہ بمشکل سو نفوس تھے جن میں زیادہ تر آپ کے خاندان ہی کے لوگ تھے مگر باوجود متوحش خبروں کے آپ کوفہ کی جانب بڑھتے گئے یہ عام قاعدہ ہے کہ جب کسی سلطنت میں ایک بادشاہ کے سوتے ہوئے کسی دوسرے شخص کو بادشاہی کا دعویٰ ہوتا ہے تو پھر اس شخص پر کیسا سحر کا سا اثر ہو جاتا ہے جو کامیابی کی امید دلا کر اسے کسی قسم کا پس و پیش سوچنے نہیں دیتا۔ حضرت حسین رض کو بھی یقین تھا کہ جس وقت آپ کوفہ کے دروازے پر پہنچیں گے تو اہل شہر فوراً مسلح ہو کر آپ کی نصرت پر مستعد ہو جائیں گے۔ (صہ ۲۷ عبرت نامہ اندلس ڈوزی طبع لاہور)

سیدنا حسین رض اپنے موقف اور رائے کو ترک کر کے امیر المومنین یزید رض کے پاس جانا پسند کرتے ہیں

جب کربلا میں کوفی عیاروں نے آپ کو گھیر لیا اور ایک طرح سے بے بس کر دیا تو آپ نے فرمایا کہ تم نے مجھے لکھا تھا کہ جلدی آؤ ہمارا کوئی امیر نہیں ہے تو میں چلا آیا اب اگر میرا آنا تم کو ناگوار گزرا ہے تو مجھے واپس جانے دو یا کسی سرحد پر کفار کے ساتھ

جہاد پر جانے دو تاکہ میں جہاد کرتا ہوا شہید ہو جاؤں۔ یا میرا راستہ چھوڑ دو تاکہ میں یزیدؓ کے پاس جا کر ان کے ہاتھ میں ہاتھ دیدوں یعنی بیعت کر لوں۔ اب یہ آپ حضرات شیعہ مورخ طبری اور دوسرے مورخوں کی زبانی سنیں۔

تین تاریخی تجویزیں

محدثین کی ایک جماعت کا بیان ہے کہ حسینؓ نے کہا کہ تین باتوں میں سے میرے لئے ایک بات اختیار کرو۔ یا تو یہ کہ جہاں سے میں آیا ہوں وہاں چلا جاؤں یا یہ کہ ممالک اسلام کی سرحدوں میں سے کسی ایک سرحد پر مجھے روانہ کر دو کہ میں ان میں سے ایک بن کر رہوں یا یہ کہ مجھے یزیدؓ کے پاس جانے دو میں اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دیدوں۔ (طبری جلد ۲ صفحہ ۲۴۳)

ابن حجر اس طرح لکھتے ہیں

میں یزیدؓ کے پاس چلا جاتا ہوں، تاکہ اس کے ہاتھ میں ہاتھ دیدوں (صفحہ ۱۷ جلد ۱۲ اصحابہ)

سید امیر علی جج نے بھی یہی لکھا ہے

شیعہ مورخ سید امیر علی جج نے اپنی کتاب ہسٹری آف دی سارسینز طبع لندن کے باب صفحہ ۸۵ سطر ۸ پر اس طرح لکھتے ہیں۔ کہ مجھے واپس جانے دیا جائے یا ترکوں کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے سرحد پر بھیج دیا جائے۔ یا یزیدؓ کے پاس جانے دیا جائے۔

اکبر شاہ نجیب آبادی اور صادق حسین بھی ان کی تائید میں۔

حضرت حسینؓ نے ابن سعدؓ سے کہا کہ میں تین باتیں پیش کرتا ہوں، ان میں سے جسے چاہو قبول کر لو۔ پہلی یہ کہ جس طرف سے آیا ہوں اسی طرف چلا جاؤں اور گوشہ نشین ہو کر عبادت الٰہی میں مصروف ہو جاؤں۔ دوسری بات یہ کہ مجھے کسی سرحد کی طرف نکل جانے

جانے دو تاکہ میں کفار سے جہاد کرتا ہوا شہید ہو جاؤں تیسری یہ کہ مجھے یزیدؓ کے پاس جانے دو میں اس کے پاس جا کر اپنا معاملہ اس طرح طے کر لوں جس طرح میرے بھائی حسنؓ نے امیر معاویہؓ کے ساتھ طے کر لیا تھا (یعنی بیعت کر لوں) عمر بن سعدؓ نے کہا آپ کی شرائط قبول ہیں میں ابن زیاد کو لکھ دیتا ہوں (تاریخ اسلام اکبر شاہ جلد ۲ صفحہ ۶۲، تاریخ اسلام صادق حسین جلد ۲ صفحہ ۸۱)

حق و باطل کے معرکہ کا سوال ہی کہاں پیدا ہوتا ہے۔

سیدنا حسینؓ کی ان تینوں شرطوں کا صاف اور واضح نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ آپ نے واپس جانے کی تجویز پیش کر کے اس بات کو تسلیم کر لیا کہ انہوں نے کوفہ آنے میں غلط قدم اٹھایا تھا۔ اور انہیں سمجھانے والے حق پر تھے۔ اور آپ کا یہ کہنا کہ میں واپس جا کر گوشہ گیر ہو کر یاد الٰہی میں مصروف ہو جاؤں۔ ثابت کرتا ہے کہ آپ نے امیر المومنین یزیدؓ کی خلافت کو تسلیم کر لیا تھا۔ ورنہ سیدنا حسینؓ جیسے باہمت انسان کے گمنامی کی زندگی بسر کرنے کے کیا معنی۔ اور آپ کا یہ ارشاد کہ مجھے کسی سرحد پر جہاد میں شریک ہونے دیا جائے اور جہاد کرتے ہوئے شہید ہو جاؤں۔ آپ کی اس تجویز سے ثابت ہوا کہ آپ کا کوفہ جانا سیاسی مصلحت تھی آپکے اس اقدام کو جہاد کہنا یار لوگوں کا کام ہے۔ اس تجویز سے آپ نے امیر المومنین یزیدؓ کو حق پر ہونے کی سند عطا فرما دی۔ کیوں کہ شرعی اصول کے مطابق جہاد صرف اس شخص کے ماتحت ہو سکتا ہے جو خود حق پر ہو ظالم کے ماتحت جہاد کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور اس وقت تمام اسلامی سرحدوں پر امیر المومنین یزیدؓ ہی کے حکم کے ماتحت اسلام کے جان نثار جانباز سپاہی کفار سے جہاد کر رہے تھے۔ اس موقف کی شیعہ بھی تائید کرتے ہیں۔

"امام عادل ہی کے ہمراہ یعنی ماتحت ہو کر جہاد کرنا واجب ہے، اور اس جنگ میں

جہاد پر جانے دو تاکہ میں جہاد کرتا ہوا شہید ہو جاؤں۔ یا میرا راستہ چھوڑ دو تاکہ میں یزیدؓ کے پاس جاکر ان کے ہاتھ میں ہاتھ دیدوں یعنی بیعت کر لوں۔ اب یہ آپ حضرات شیعہ مؤرخ طبری اور دوسرے مؤرخوں کی زبانی سنیں۔

تین تاریخی تجویزیں

محدثین کی ایک جماعت کا بیان ہے کہ حسینؓ نے کہا کہ تین باتوں میں سے میرے لئے ایک بات اختیار کرو۔ یا تو یہ کہ جہاں سے میں آیا ہوں وہاں چلا جاؤں یا یہ کہ مملک اسلام کی سرحدوں میں سے کسی ایک سرحد پر مجھے روانہ کر دو کہ میں ان میں سے ایک بن کر رہوں یا یہ کہ مجھے یزیدؓ کے پاس جانے دو میں اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دیدوں۔ (طبری جلد ۲ صفحہ ۲۴۳)

ابن حجر اس طرح لکھتے ہیں

میں یزیدؓ کے پاس چلا جاتا ہوں، تاکہ اس کے ہاتھ میں ہاتھ دیدوں (صفحہ ۱۷ جلد ۱۲ اصحابہ)

سید امیر علی جج نے بھی یہی لکھا ہے

شیعہ مورخ سید امیر علی جج نے اپنی کتاب ہسٹری آف دی سارسینز طبع لندن کے باب صفحہ ۸۵ سطر ۸ پر اس طرح لکھتے ہیں کہ مجھے واپس جانے دیا جائے یا ترکوں کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے سرحد پر بھیج دیا جائے۔ یا یزیدؓ کے پاس جانے دیا جائے۔

اکبر شاہ نجیب آبادی اور صادق حسین بھی ان کی تائید میں۔

حضرت حسینؓ نے ابن سعدؓ سے کہا کہ میں تین باتیں پیش کرتا ہوں، ان میں سے جسے چاہو قبول کر لو۔ پہلی یہ کہ جس طرف سے آیا ہوں اسی طرف چلا جاؤں اور گوشہ نشین ہو کر عبادت الٰہی میں مصروف ہو جاؤں۔ دوسری بات یہ کہ مجھے کسی سرحد کی طرف نکل جانے

جانے دو تاکہ میں کفار سے جہاد کرتا ہوا شہید ہو جاؤں تیسری یہ کہ مجھے یزیدؓ کے پاس جانے دو میں اس کے پاس جاکر اپنا معاملہ اس طرح طے کر لوں جس طرح میرے بھائی حسنؓ نے امیر معاویہؓ کے ساتھ طے کر لیا تھا (یعنی بیعت کر لوں) عمر بن سعدؓ نے کہا آپ کی شرائط قبول ہیں میں ابن زیاد کو لکھ دیتا ہوں (تاریخ اسلام اکبر شاہ جلد ۲ صفحہ ۶۲) تاریخ اسلام صادق حسین جلد ۲ صفحہ ۸۱)

حق و باطل کے معرکہ کا سوال ہی کہاں پیدا ہوتا ہے۔

سیدنا حسینؓ کی ان تینوں شرطوں کا صاف اور واضح نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ آپ نے واپس جانے کی تجویز پیش کر کے اس بات کو تسلیم کر لیا کہ انہوں نے کوفہ آنے میں غلط قدم اٹھایا تھا۔ اور انہیں سمجھانے والے حق پر تھے۔ اور آپ کا یہ کہنا کہ میں واپس جاکر گوشہ گیر ہو کر یاد الٰہی میں مصروف ہو جاؤں۔ ثابت کرتا ہے کہ آپ نے امیر المومنین یزیدؓ کی خلافت کو تسلیم کر لیا تھا۔ ورنہ سیدنا حسینؓ جیسے باہمت انسان کے گمنامی کی زندگی بسر کرنے کے کیا معنی۔ اور آپ کا یہ ارشاد کہ مجھے کسی سرحد پر جہاد میں شریک ہونے دیا جائے اور جہاد کرتے ہوئے شہید ہو جاؤں۔ آپ کی اس تجویز سے ثابت ہوا کہ آپ کا کوفہ جانا سیاسی مصلحت تھی آپکے اس اقدام کو جہاد کہنا یار لوگوں کا کام ہے۔ اس تجویز سے آپ نے امیر المومنین یزیدؓ کو حق پر ہونے کی سند عطا فرما دی۔ کیوں کہ شرعی اصول کے مطابق جہاد صرف اس شخص کے ماتحت ہو سکتا ہے جو خود حق پر ہو ظالم کے ماتحت جہاد کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور اس وقت تمام اسلامی سرحدوں پر امیر المومنین یزیدؓ ہی کے حکم کے ماتحت اسلام کے جان نثار جانباز سپاہی کفار سے جہاد کر رہے تھے۔ اس موقف کی شیعہ بھی تائید کرتے ہیں۔

"امام عادل ہی کے ہمراہ یعنی ماتحت ہو کر جہاد کرنا واجب ہے، اور اس جنگ میں

قتل ہو کر مر جانا شہادت ہے (ص۲۵ مذہب شیعہ)

آپ کا یہ مطالبہ کہ مجھے امیر المومنین یزید رضؓ کے پاس جانے دیا جائے ثابت کرتا ہے کہ آپ امیر کو اپنا جد رد بھائی اور انصاف پسند سمجھتے تھے۔ کیوں کہ ایک باغیرت انسان موت کو توبخوشی قبول کر لیتا ہے۔ لیکن کسی صورت بھی اپنے دشمن جو فاسق و فاجر اور جابر و ظالم بھی ہو۔ کے سامنے مطلب براری کے لئے جانے کے لئے تیار نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا سیدنا حسین جو بہت بڑے غیور اور خود دار انسان تھے کا جان بچانے یا کسی اور مطلب براری کے لئے امیر المومنین یزید رضؓ کے پاس جانا ناممکنات میں سے ہے۔ یہ ایک مجاہد کی شان کے خلاف ہے لہٰذا جو لوگ سیدنا حسین رضؓ کا امیر کے پاس جا کر انکے ہاتھ میں ہاتھ دیدینے کو غلط رنگ دیتے ہیں وہ بیوقوف دوست کا پارٹ ادا کر رہے ہیں

سیدنا حسین رضؓ کے سوتیلے ماموں شمر کا موقع پر ہی بیعت کا مطالبہ

اس کے بعد سیدنا حسینؓ اور ابن سعدؓ نے تین چار بار ملاقات کی عمر بن سعدؓ نے عبید اللہ کو لکھا امابعد! خدا تعالیٰ نے آگ کو بجھا دیا ہے اور اتفاق پیدا کر دیا ہے۔ حسینؓ نے مجھ سے کہا ہے کہ یا تو اسی جگہ چلے جائیں جہاں سے آتے ہیں۔ اور انہیں کسی سرحد کی طرف جہاں ہم چاہیں بھیج دیا جائے۔ یا یہ کہ وہ جا کر یزیدؓ کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیدیں۔ اب اس امر میں تمہارے لئے وجہ رضا مندی اور امت کے لئے وجہ صلاح و فلاح بھی موجود ہے۔ ابن زیاد نے یہ خط پڑھ کر کہا کہ یہ اس شخص کا خط ہے۔ جو اپنے امیر کا خیر خواہ اور اپنی قوم کا شفیق ہے۔ اچھا میں نے اسے قبول کیا (طبری جلد ۲ ص۲۴۳) (ابن اثیر جلد ۴ ص۱۷۹) (ابن خلدون جلد ۵ ص۱۰۴)

لیکن ابن زیاد کی یہ بات سن کر شمر اٹھ کھڑا ہوا اور کہا کہ کیا تو ان کی یہ بات قبول کرتا ہے ارے وہ تیری زمین یعنی حکومت میں اتر رہے ہوئے ہیں واللہ تیری اطاعت کے بغیر اگر وہ تیرے شہر

سے چلے گئے تو قوت و غلبہ ان کو اور ذلت و عاجزی تیرے لئے ہے۔ یہ موقعہ انہیں نہیں دینا چاہتے اس میں تیرے لئے ذلت ہے۔ ہونا یہ چاہیئے کہ وہ اور ان کے انصار سب تیرے حکم پر گردن جھکا دیں۔ (طبری جلد ۲ ص۲۴۴) ابن زیاد نے شمر کے بہکانے میں آکر اس کو ابن سعدؓ کے پاس بھیج دیا اور لکھا کہ اگر تم سے یہ کام انجام پذیر نہیں ہو سکتا تو لشکر کی سرداری شمر کے سپرد کر دی جائے

ملا مجلسی لکھتے ہیں جب شمر یہ خط لے کر عمر بن سعدؓ کے پاس پہنچا تو خط پڑھنے کے بعد انہوں نے شمر سے کہا خدا تجھے بدترین جزا دے تو نے صلح نہ ہونے دی (ص۴۶۹ باب ۵ جلاء العیون)

کربلا میں پانی کی بندش کے قصے

کربلا میں پانی کی بندش کے قصے یہ لوگ بڑی دلسوزی اور آہ و زاری کے ساتھ بیان کرتے ہیں یہ سب کچھ محض لوگوں کے جذبات مشتعل کرنے کے لئے واویلا کیا جاتا ہے۔ حقیقت میں یہ سب کچھ فرضی ہے جسے جھٹلانے کیلئے بہت سے دلائل موجود ہیں۔ مثلاً طبری لکھتا ہے۔ کہ سیدہ زینب کو دس محرم کو غش آگیا تھا اور آپکو ہوش میں لانے کے لئے منہ پر چھینٹے مارے گئے تھے۔ اور سید امیر علی صاحب شیعہ لکھتے ہیں۔ کہ جب سیدنا حسین رضؓ دس محرم کو تھکے ماندے اپنے خیمہ کے دروازے میں آکر بیٹھے تو خیمہ سے آپ کو پانی کا پیالہ پیش کیا گیا۔ گویا کہ پینے نہانے وضو کرنے، چھینٹے مارنے اور تو رانگانے کے لئے تو پانی تھا۔ لیکن حقیقت کو چھپانے کے لئے لوگوں کو بنایا جا رہا ہے۔ اور پھر اس پانی کو سیدنا حسین رضؓ کا اعجاز بتانے کے لئے روائتیں گھڑی جا رہی ہیں یہ روایت مشہور ہے کہ جب آپ اور آپ کے اہل و عیال پر پیاس نے غلبہ پایا تو آپ نے اپنے خیمہ کے نزدیک بیلچے سے تھوڑی سی مٹی ہٹائی اور پانی حاصل کر لیا، خود پیا دوستوں کو پلوایا اور مشکیں بھر لیں، جس کو شیعوں کے بزرگ اس طرح بیان کرتے ہیں۔

دریاؤں کے نزدیک زمین کو تھوڑا سا کھودنے سے پانی حاصل ہو سکتا ہے

مجلسی لکھتا ہے کہ" امام نے ایک بیلچہ ہاتھ میں لیا اور پشت خیمہ حرم محترم سے سمت قبلہ نو قدم کے فاصلہ پر جا کر بیلچہ کو زمین پر مارا کہ بہ عجاز آنحضرت چشمہ آب شیریں ظاہر ہوا۔ اور امام حسینؓ نے مع اصحاب کے وہ پانی نوش فرمایا اور مشکیں وغیرہ بھر لیں۔ اور چشمہ غائب ہو گیا پھر اس کا اثر بھی کسی نے نہ دیکھا (صفحہ ۴۵۹ باب ۵ جلاء العیون) (صفحہ ۳ گلزار جنت) (صفحہ ۲۳۵ جلد ۲ کتاب دوم ناسخ التواریخ

حضرت عباسؓ کے بازو کٹنے کٹانے کے سب قصے فرضی ہیں

"آٹھویں محرم کو حضرت عباسؓ کا ان کے ماموں شمر کو بہت ہی لحاظ تھا لڑ بھڑ کر دریائے فرات سے بیس۲۰ مشکیں بھر کر صحیح سالم اپنے مقام پر پہنچ گئے تھے اور اس لڑائی میں کوئی شخص امام حسینؓ کے لشکر کا شہید نہیں ہوا (گلزار جنت صفحہ ۳۳) اس سے ثابت ہوا کہ شیعوں کے نزدیک حضرت عباس کے پانی لاتے ہوئے بازو کٹانے اور خیمہ تک پانی نہ پہنچا سکنے کی روائتیں بھی غلط ہیں۔ دراصل ایسا کوئی لڑائی جھگڑا ہوا ہی نہیں اور نہ ہی شیعوں کی معتبر کتابوں میں اس کا کہیں ذکر ہے۔ اور پھر قابل غور بات یہ ہے کہ بقول شیعوں کے کربلا میں ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں شاہی فوج تھی اگر وہ پانی میں رکاوٹ پیدا کرنا چاہتے تو ایک فرد واحد تو کجا سیدنا حسینؓ کے تمام ساتھی بھی مل کر پانی نہیں لا سکتے تھے۔ عباس اکیلے کا بیس۲۰ مشکیں بھر کر لے آنا ثابت کرتا ہے کہ عوام کو بیوقوف بنایا جا رہا ہے۔ اور پھر تصویر کربلا کے صفحہ ۳۲ پر جو نو۹ محرم کے واقعات درج ہیں ان سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس روز بھی پانی بند نہ تھا۔ کیوں کہ اس روز جانبین کے درمیان زیادہ کشیدگی نہ تھی۔ عمر بن سعدؓ اس کوشش میں تھے

کہ کسی طرح باہمی مصالحت ہو جائے۔ تو جو شخص صلح کرانے کے درپے ہو وہ پانی کس طرح بند کر سکتا ہے

کربلا میں دس محرم کو بھی پانی بکثرت موجود تھا

دسویں محرم جسے شیعہ عام بول چال میں قتل کی رات کہتے ہیں کے متعلق جناب زین العابدینؒ سے روایت ہے کہ" بموجب حکم آنجناب اسی شب خیمہ ہائے حرم ایک دوسرے کے نزدیک کر دیئے گئے اور ان کے گرد خندق کھود کر لکڑیوں سے بھر دی گئی ایک طرف سے اس کا دروازہ رکھا گیا۔ اور علی اکبر کو معہ تیس۳۰ سواروں اور بیس پیادوں کے بھیجا گیا۔ چنانچہ وہ پانی کی چند مشکیں اضطراب اور خوف کی حالت میں بھر لائے۔ حضرت نے اہل بیت اور اصحاب سے فرمایا پانی پیو کہ یہ تمہارا آخری توشہ ہے اور وضو و غسل کرو اور اپنے کپڑوں میں خوشبو لگاؤ کہ وہ تمہارا کفن ہوں گے (صفحہ ۳۲۱ سیرت شہید اعظم) (صفحہ ۳۰۹ منتہی الامال جلد اول) اور جلاء العیون وغیرہ بحوالہ صرت تعزیہ و سوانح سیدنا حسینؓ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ مبینہ تیس۳۰ سوار اور بیس پیادے کہاں سے آئے تھے جو پانی لائے۔ آپ کے ہمراہ تو چھوٹے بڑے صرف بہتر نفوس بیان کئے جاتے ہیں اس قسم کے قصے زیب داستان کے سوا کچھ بھی نہیں اور ثابت ہوتا ہے کہ کربلا کے تمام قصے من گھڑت ہیں۔

خیموں کے اندر بھی پانی موجود تھا

جب حسینؓ لشکر درست کر چکے تو حضرت نے حکم دیا کہ بڑا خیمہ نصب کیا جائے، خیمہ نصب کر دیا گیا۔ حکم دیا کہ بڑے کاسہ میں مشک حل کیا جائے۔ حل کیا گیا خیمہ کے اندر آپ نورا لگانے گئے۔ عبدالرحمن بن عبدربہ انصاری چاہتے تھے کہ آپ کے بعد سب سے پہلے نورہ وہ لگائیں اور بریر کہتے تھے سب سے پہلے وہ لگائیں۔ غرض کہ

جب آپ نورا لگا چکے تو سب انصار نے خیمہ کے اندر جا جا کر نورا لگایا۔ (طرز ، جلد ۲ صفحہ ۲۵۲ طبع دکن) یہاں بھی وہی سوال پیدا ہوتا ہے کہ جو رد یہ اختیار کیا گیا ہے وہ عجیب تر ہے اس نورہ لگانے اور آپ کے بعد دوسروں کے نورہ لگانے کی خواہش اور مبینہ واقعات کربلا کو مدنظر رکھتے ہوئے غور فرمادیں جن کو ایک شیعہ پیش کر رہا ہے۔ اہل نظر جانتے ہیں کہ اس قسم کے آرائشی اہتمام تو ہمیشہ پرسکون زندگی کے لوازمات ہوا کرتے ہیں۔ یہ واقعات صاف طور پر ثابت کرتے ہیں کہ یہ سب کچھ محض قصے کہانیاں ہیں جو اسلام میں تفرقہ ڈال کر مسلمان کو مسلمان سے لڑانے کے لیے وضع کئے گئے ہیں

مشہور شیعہ مؤرخ امیر علی جج لکھتا ہے کہ پانی موجود تھا

شیعہ مؤرخ سید امیر علی جج اپنی کتاب ہسٹری آف دی سارسینز طبع لندن باب ۷ صفحہ ۸۶ سطر ۶ میں لکھتے ہیں۔ کہ کربلا میں دس محرم کو بھی پانی موجود تھا۔ جب حضرت حسینؓ میں اپنے بے رحم دشمنوں کے مقابلہ کی سکت نہ رہی تو آپ تھکے ماندے اپنے خیمہ کے دروازے پر بیٹھ گئے۔ خیمہ کے اندر سے ایک خاتون نے آپ کو پانی کا پیالہ پیش کیا!! اہل نظر! دیکھ لیا آپنے یہ بیان شیعہ مورخین کے ہیں ان پر خوب اچھی طرح غور فرمادیں۔ ان کا بیان ہے۔ کہ پانی خیمہ میں موجود ہے جو سیدنا حسین کو پینے کے لئے پیالہ پیش کیا جا رہا ہے اور شک حل کر کے تمام لشکر کے جسموں پر ملنے کے لئے تو پانی بکثرت موجود تھا۔ لیکن دنیا کو بیوقوف بنانے کے لئے کہا جا رہا ہے کہ بچے پیاس سے بلبلا رہے تھے ہائے پانی ہائے پانی وغیرہ کا شور مچایا جا رہا ہے اور جھوٹ ہی دنیا کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے کہا جا رہا ہے، عمر بن سعدؓ نے پانی بند کر کے اہل بیت کو پیاسا مار دیا۔ لیکن نورا لگانے

بیہوشی دور کرنے، نہانے وضو کرنے اور پینے کو تو پانی وافر تھا لیکن پھر بھی بچوں کے پیاسے ہونے کی دہائی دے کر حقیقت کو تقیہ کے غلافوں میں لپیٹ کر دنیا کو بیوقوف بنایا جا رہا ہے۔ اس بار بار کے غلط پروپیگنڈا سے ایک دنیا کو مغالطہ میں ڈال دیا گیا ہے لیکن وہ لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ نے بصیرت اور حق سمجھنے کی صلاحیت عنایت فرمائی ہے وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ دریا کے کنارے پر کافی دور دور تک اگر تھوڑا سا زمین کو کھودا جائے تو پانی آسانی سے حاصل ہو سکتا ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ کربلا کا میدان اور مقام دریائے فرات کے کنارے پر ہے لکھا جا چکا ہے اور جس پر تقریباً تمام شیعہ مؤرخ متفق ہیں کہ سیدنا حسینؓ نے خیمہ سے باہر چند قدم پر کدال یا بیلچہ مار کر پانی حاصل کر لیا تھا اور مشکیں وغیرہ بھر لی تھیں۔ جس کو حضرت کا اعجاز اور آب زلال کا نام دے کر لوگوں کو بنایا جا رہا ہے اور حقیقت سے دور رکھنے کے لئے تقیہ ہی کو اوڑھنا بچھونا بنا کر سادہ لوح مسلمانوں کو اندھی عقیدت کی شراب پلا کر آپس میں لڑایا جا رہا ہے اور صحابہ کرامؓ جن کی قربانیوں کی وجہ سے دین حق پروان چڑھا۔ اور جن کے ذریعہ دین ہم تک پہنچا ان سے عوام کو بدظن کیا جا رہا ہے تاکہ ہر طرف تقیہ ہی تقیہ نظر آئے۔ اگر کدال مار کر پانی نکالنے کا واقعہ درست ہے جو خود شیعہ مورخین نے بیان کیا ہے تو پھر اہل بصیرت ہمارے ساتھ اتفاق کریں گے کہ حقیقت وہی ہے جو ہم نے بیان کی ہے کہ دریا کے کنارے دور دور تک تھوڑی سی زمین کھودنے سے پانی حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اور یہ بچوں کے پیاس کے مارے بلکنے اور قطرے قطرے کو ترسنے کی جذباتی داستانیں من گھڑت ہیں۔ اور اگر ان کے یہ مبینہ واقعات درست ہیں کہ بچے پانی کو ترستے تھے تو پھر کدال مار کر پانی برآمد کرنا جو شیعہ سیدنا حسینؓ کا معجزہ بیان کرتے ہیں وہ سراسر جھوٹ اور خانہ ساز داستان ہے سچ تو یہ ہے کہ پانی کی بندش کے قصے صرف سادہ لوح عوام کے جذبات کو برانگیختہ کرنے کے لئے

گھڑے گئے ہیں۔ اگر اس فرضی بندش کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو اس کا کیا جواب ہے کہ سیدنا حسینؓ تو یا آٹھ محرم کو کربلا پہنچے۔ آٹھ اور نو دو دنوں میں چشمہ بھی جاری ہوا اور حضرت عباس و علی اصغر بھی بیس بیس مشکیں بھر لائے دو دونوں میں اتنا پانی ہوتے ہوئے پانی کی کمی کا سوال پیدا کرنا تو سراسر حماقت اور ہٹ دھرمی ہے۔

سیدنا حسینؓ نے اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا

اللہ عز وجل قادر مطلق نے انسان کو کسی قدر بے بس و مجبور پیدا کیا ہے فطرت انسانی میں یہ چیز ازل ہی سے داخل کر دی گئی ہے کہ شروع شروع جب انسان کسی چیز کا طلب گار ہوتا ہے تو وہ اپنی دھن کا اتنا پکا ہوتا ہے کہ ساری دنیا کے سمجھانے سے بھی وہ اپنی رائے نہیں بدلتا۔ اور سمجھتا ہے کہ سمجھانے والے خواہ مخواہ اس کے کام میں رکاوٹیں ڈال رہے ہیں۔ لیکن جب فطری مجبوریاں اسے ہر طرف سے ناکام بنا دیتی ہیں تو پھر پچھتاتا ہے اپنے آپ کو کوستا ہے نصیحت کرنے والے مہربان دوستوں کو یاد کرتا ہے۔ سیدنا حسینؓ جب مدینہ منورہ سے چلے تو اس وقت سے لے کر مکہ مکرمہ سے روانگی تک آپ کو تمام بزرگوں، دوستوں اور بھی خواہوں نے سمجھایا کہ آپ کا خلافت کی خواہش میں کوفے جانا غلط ہے اور یہ اقدام آپ کی ہلاکت کا باعث ہو گا لیکن آپ نے کسی کی نہ سنی۔ حتیٰ کہ جب تک مسلم کے قتل کی خبر نہ ملی آپ خلافت پر قابض ہونے کی خوش فہمی میں مبتلا رہے۔ باوجود اس کے کہ سیدنا حسنؓ نے اپنی وفات کے وقت وصیت فرمائی تھی کہ دیکھنا خلافت ہمارے گھر میں آنے کی نہیں اس لئے کوفیوں کے کہنے پر خلافت کی جستجو نہ کرنا۔ لیکن سیدنا حسینؓ انسانی کمزوری کے ماتحت اس خوش فہمی میں مبتلا رہے کہ یہ کوفی ان کا ساتھ دینے کی قسمیں کھا رہے ہیں حلف اٹھا رہے ہیں بار بار اقرار کر رہے ہیں۔ لیکن

اب جب یہ کوفی اپنی اصل شکل و صورت میں نظر آئے اور اہل حرم کے خیموں سے جب بہنوں بیٹیوں کے رونے اور چلانے کی آوازیں بلند ہوئیں تو اس وقت آپکو اپنے مشفق چچا سیدنا ابن عباسؓ کا روکنا اور با اصرار منع کرنا یاد آتا۔ اس وقت آپنے کہا میں ان کی بات مان لیتا تو آج میری یہ حالت نہ ہوتی اور مجھے یہ نوبت نہ دیکھنی پڑتی۔ آپ نے کہا" واللہ ابن عباسؓ نے کیا ہی اچھی بات کہی تھی" (طبری جلد ۲ صفحہ ۲۵۵) جب حالات حد سے زیادہ گزر گئے تو وہ خوش فہمی کے بادل جو کوفیوں کے وعدوں سے آپ کے دماغ پر چھائے ہوئے تھے چھٹے۔ آپنے محسوس کیا کہ آپ واقعی غلطی پر تھے۔ فرمایا۔ وائے ہو تم پر! تم وہی لوگ ہو جنہوں نے میرے باپ میرے بھائی اور برادر عم زاد مسلم کے ساتھ یہی سلوک کیا تھا اور جو بھی تمہارے دھوکے میں آجائے وہ بڑا ہی احمق ہے۔ اگر آپ اپنے احباب و اقربا اور ہمدرد بزرگوں کی نصائح کو پہلے دن ہی مان لیتے تو کربلا میں آپ کو یہ الفاظ نہ کہنے پڑتے۔

تمام تاریخی کتب کی تفصیلات سے پتہ چلتا ہے کہ آخری دس محرم ۶۱ھ کو کربلا کے میدان میں ایک طرف سیدنا حسینؓ کے" ہمراہیوں کی مختصر سی جماعت تھی اور دوسری طرف عراقی کوفی تھے جن میں ایک شخص بھی شامی یا کسی دوسرے صوبے کا نہ تھا اس جنگ کی مثال یوں ہے۔ کہ ایک گھرانے کے چند نفوس کو ایک بہت بڑے شہر کے تمام لوگ گھیرے میں لے کر ختم کرنا چاہتے ہوں۔ لہذا ایسے طوفانِ بدتمیزی کو جنگ کا نام کس طرح دیا جا سکتا ہے۔ فی الحقیقت کربلا کا یہی نقشہ تھا۔ کوفیوں نے بہت تھوڑے عرصہ میں سیدنا حسینؓ اور آپ کے ہمراہیوں کو ختم کر دیا۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

اس کی تفصیل مورخین اس طرح بیان کرتے ہیں۔

" آخر دس محرم ۶۱ھ کو کربلا کے میدان میں جھڑپ ہوئی ایک طرف امام حسینؓ کے

اسی ہمراہیوں کی مختصر جماعت تھی اور دوسری طرف عراقی فوج تھی جس میں ایک شخص بھی شام کا نہ تھا۔ بہت تھوڑے عرصہ میں لڑائی کا فیصلہ ہو گیا۔ حضرت حسینؓ اور ان کے اکہتر ۷۱ ہمراہی مقتول ہوئے اور ابن زیاد کے اٹھاسی ۸۸ آدمی مارے گئے۔ (ناسخ التواریخ ص ۱۷۱ بحوالہ تحفہ شیعہ) (اور تاریخ اسلام اسلم جیراج پوری ص ۵۲ جلد ۳)

تمام اکابرین کوفیوں کو ہی مجرم سمجھتے ہیں۔

اہل بصیرت خوب جانتے ہیں کہ جب کسی عدالت میں کوئی قتل کا کیس دائر کیا جاتا ہے تو اصول و قانون کے مطابق استغاثہ کی طرف سے جو شہادتیں پیش کی جاتی ہیں۔ وہ اگر موقعہ کی شہادتیں نہ ہوں یا شہادت دینے والوں کی اکثریت بھی ملزم کی دشمن پارٹی سے تعلق رکھتی ہو تو پھر عدالت پر فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ دوسرے ذرائع سے واقعات کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کرے۔ انصاف کا تقاضہ یہ ہے کہ کسی کے مخالفوں کے کہنے پر اس کو مجرم نہ سمجھ لیا جائے بلکہ اگر شہادت میں کسی قسم کی خامی ہو تو ملزم کی بریت لازمی ہے۔ اور پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ اگر مقتول کے ورثا جو قتل کے موقعہ پر موجود ہوں۔ اور انہیں قتل سے از حد تکلیف برداشت کرنی پڑی ہو۔ وہ خود ملزم کی صفائی میں بیان دیدیں اور صاف صاف کہہ دیں کہ اس شخص کا قتل میں کسی طرح سے بھی ہاتھ نہیں۔ بلکہ یہ استغاثہ پیش کرنے والے ہی ہمارے دشمن ہیں۔ اور یہی قاتل ہیں۔ تو ان حالات میں اگر کوئی عدالت انصاف کرنے سے قاصر ہے اور اس مثل پر عمل کرے کہ پھانسی کا پھندا اگر ملزم کے گلے میں پورا نہیں آتا تو جس کے گلے میں پورا آئے اسے ہی پھانسی کے تختے پر چڑھا دو۔ تو پھر سمجھ لینا چاہیئے کہ انصاف کا نام و نشان ہی دنیا سے اٹھ گیا ہے اور ہر طرف ظلم ہی ظلم کا دور دورہ ہے۔ انسانیت الامان الامان

پکار رہی ہے۔ اب ہم اہل حق کے سامنے امیر المومنین یزیدؒ کے بارے میں جنہیں بعض لوگ سیدنا حسینؓ کے واقعہ کا ملزم سمجھتے ہیں حسینی خاندان کی شہادتیں پیش کرتے ہیں جو خاص شیعہ علماء کی تصدیق شدہ ہیں۔ باقی چیدہ چیدہ بزرگوں کی شہادتیں بھی اس کتاب میں آپ کے سامنے ہیں۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ قرون اولیٰ کے تمام کے تمام مسلمان کوفی شیعوں کو ہی قتل حسینؓ کا ذمہ دار سمجھتے تھے۔ اور آج کے حق پرست مسلمان بھی ان کی تائید کرتے ہیں حقیقت بھی یہی ہے کہ امیر المومنین یزیدؒ کا اس میں کسی قسم کا کوئی دخل نہ تھا۔ جیسے کہ سیدنا علیؓ کی اولاد کے عمل سے اس کتاب میں ثابت کر دیا ہے۔ اب آپ حضرات کا فرض ہے کہ سیدنا علیؓ اور خاندان علیؓ کی دوسری شہادتیں کی روشنی میں جو اب آپکے سامنے آرہی ہیں انصاف سے غور فرمادیں اور اصل مجرم کے متعلق ایمانداری سے فیصلہ کریں کہ سیدنا حسینؓ کا قاتل کون ہے

بقول شیعوں کے سیدنا علیؓ کوفیوں کو قاتل حسینؓ قرار دیتے تھے

سعید بن وہب کا بیان ہے کہ مخنف بن سلیم نے مجھے علیؓ کی طرف بھیجا۔ میں آپ کے پاس کربلا میں آیا۔ میں نے دیکھا کہ آپ اپنے دست مبارک سے ارشاد کر کے فرما رہے تھے۔ یہاں ایک شخص نے آپ سے پوچھا اے امیر المومنین یہ کیا معاملہ ہے آپ نے فرمایا ثقل آل محمد صلعم یہاں اتریں گے پس تمہارے سبب انکے لئے سختی ہے۔ اس شخص نے آپ سے پوچھا۔ اے امیر المومنین اس کلام کے کیا معنی ہیں۔ آپ نے فرمایا تمہارے سبب ان کے لئے سختی ہے کہ تم انہیں قتل کرو گے۔ اور ان کے سبب تمہارے واسطے سختی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے قتل کی وجہ سے تمہیں دوزخ میں ڈالے گا۔ (ص ۷۵ کتاب صفین مطبوعہ ایران بحوالہ تحفہ شیعہ)

سیدنا حسینؓ نے کوفیوں ہی کو مجرم قرار دیا

میرے پاس تمہارے خطوط آئے اور تمہارے قاصد تمہاری بیعت کی اطلاع دینے کے لئے آئے اور تم نے یہ اقرار کیا کہ مجھے دشمن کے سپرد نہ کرو گے اور مجھے چھوڑ کر الگ نہ ہو جاؤ گے۔ اگر تم میری بیعت پر قائم رہے تو ہدایت پاؤ گے میں حسینؓ بن علیؓ اور ابن فاطمہؓ بنت رسولؐ ہوں میری جان تمہاری جان کے ساتھ اور میرے اہل تمہارے اہل و عیال کے ساتھ ہیں۔ اور تمہارے لئے میری ذات میں ایک نمونہ ہے۔ لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا اور تم نے میرے عہد کو توڑ دیا اور میری بیعت کو فسخ کر دیا تو قسم ہے مجھے اپنی جان کی کہ یہ تمہارے لئے کوئی انوکھی بات نہیں۔ کیوں کہ تم نے اب سے پیشتر میرے باپ میرے بھائی اور برادر عم زاد مسلم بن عقیل کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا تھا۔ اور جو کوئی تمہارے دھوکے میں آجائے وہ واقعتہً بڑا ہی احمق ہے تم نے اپنے حق کو چھوڑا۔ اور اپنے حصے کو ضائع کیا اور یہ ظاہر ہے کہ جو کوئی اپنا عہد توڑتا ہے اپنے نفس ہی کے خلاف کرتا ہے (طبری جلد ۲ صـ۲۳۲) (جلاء العیون باب ۵ صـ۴۹۷) ناسخ التواریخ جلد ۲ صـ۱۹۵) (کامل ابن اثیر جلد ۴ صـ۱۷۱) ابن خلدون جلد ۵ صـ۹۸)

حضرت یزیدؓ بھی کوفیوں ہی کو مجرم ٹھہراتے ہیں

شیعہ مجتہد مجلسی لکھتے ہیں کہ حضرت یزید بن حقیر نے جو امام مظلوم کے جان نثاروں میں سے تھے کوفیوں کو اس طرح خطاب کیا۔ اے گروہ بے حیا خدا سے ڈرو کہ حرمت ذریت اہل بیت اور فرزندان حضرت علیؓ اور رسالت مآبؐ تمہاری زمین پر آئے ہیں اور تمہارے مہمان ہیں ان کی نسبت تمہارا کیا ارادہ ہے ان عشقیاء نے جواب دیا ہم چاہتے ہیں انہیں پکڑ کر ابن زیاد کے حوالے کر دیں ان کی

بابت جو چاہے کرے۔ یزید نے کہا اس پر راضی نہیں ہو کر وہ اپنے وطن واپس چلے جائیں کوفیوں نے کہا نہیں۔ بریدنے کہا اے اہل کوفہ تم پر وائے ہو تم اپنے عہد و پیمان اور وعدے اور خطوط موکدہ بقسم جو تم نے لکھے تھے، سب کو بھول گئے ہوائے بے شرمو تم نے اہل بیت پیغمبرؐ کو لکھا کہ ہمارے شہر میں تشریف لایئے ہم اپنی جانیں آپ پر سے قربان کریں گے۔ اب جب کہ وہ تشریف لائے تو چاہتے ہو پسر زیاد کو ان پر مسلط کر دو اپنے پیغمبر کی رعایت ان کے فرزندوں کے حق میں اس طرح کرتے ہو۔ تم بہت برے لوگ ہو خدا تمہیں بروز قیامت سیراب نہ کرے (جلاء العیون باب ۵ فصل ۱۴ صـ۴۶۷)

ہر بیان امیر المومنین یزیدؓ کی قتل حسینؓ سے لاتعلقی ثابت کرتا ہے۔ افسوس کہ صحابہ کرامؓ کے شیدائی اور انصاف کے رکھوالے سبائی پروپیگنڈے کا شکار ہو کر انصاف کو ذبح کر رہے ہیں۔

سیدنا حسینؓ کے خاص ہمراہی ظہیر نے بھی اہل کوفہ ہی کو مجرم سمجھا

اگر تم ان کی نصرت نہیں کرتے تو خدا کے لئے ان کے قتل سے تو باز آو۔ انہیں ان کے برادر عم یزیدؓ کی رائے پر چھوڑ دو میں قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ یزید تمہاری اطاعت پر حسینؓ کے قتل کے بغیر بھی راضی رہے گا۔ یہ سن کر شمر نے زہیر کو ایک تیر مار کر کہا خاموش خدا تیری بک بک کو خاموش کر دے تو نے ہم لوگوں کا دماغ پریشان کر دیا ہے (طبری جلد ۲ صـ۲۵۶) (ابن خلدون جلد ۵ کتاب ثانی صـ۱۱۵)

اہل بصیرت حضرات اگر انصاف اور دیانت عاری سے اس ایک بیان ہی کو سمجھ لیا جائے تو یہ فسق و فجور کے تمام الزام کافور ہو جاتے ہیں اور حقیقت روز روشن کی

طرح صاف نظر آجاتی ہے۔ زہیر کے اس مختصر بیان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت کے تمام مسلمان امیر المومنین یزیدؓ کو ایک منصف مزاج ودرگزر کرنے والے ہمدرد انسان سمجھتے تھے۔ زہیر کہہ رہے ہیں کہ اے کوفی درندو اگر تم حسینؓ کی مدد نہیں کرتے تو انہیں قتل نہ کرو اور انہیں امیر یزیدؓ کی رائے پر چھوڑ دو، اور میں تمہیں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ حسینؓ کو چھوڑ دینے پر خوش ہوں گے۔ ہم قارئین کرام کی توجہ اس طرف دلانا چاہتے ہیں کہ کیا دنیا میں ایسی کوئی مثال پیش کی جاسکتی ہے کہ جو شخص کسی حکومت کا تختہ الٹنا چاہے، اُسے اس کے خود پیدا کردہ مصائب سے آزاد کرانے میں سربراہ حکومت خوش ہو۔ لیکن کیا کیا جائے مسلمان جو دنیا میں انصاف ودیانتداری کا بول بالا کرنے کے لئے آئی تھی وہ خود حقیقت سے کوسوں دور دیانتداری کے نام کو بٹہ لگا رہی ہے اور کوئی پروپیگنڈے کا شکار ہو کر ناحق امیر المومنین یزیدؓ کو برا بھلا کہہ رہی ہے اصل واقعات کا مطالعہ نہیں کرتی کیا مخالف عقیدہ رکھنے والے لوگوں نے کبھی تاریخی حقائق کا گہرا مطالعہ کرنے کوشش کی ہے ایک سیاسی واقعہ کو بڑا چڑھا کر اور مذہب کا غلط رنگ دے کر پیش کرنے والوں کے بیانات پر بلا تحقیق ایمان لے آنا اور خود کتب تاریخ کا مطالعہ نہ کرنا کوئی معقول بات نہیں اس طرح تو بدگمانی میں ایک مسلمان کی آبروریزی ہوتی ہے اور مسلمان کی آبروریزی کرنے والے کے متعلق آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ ایسے شخص پر خدا کی تمام فرشتوں کی تمام انسانوں کی لعنت اور اس کی نہ کوئی فرض عبادت قبول ہوگی اور نہ نقل۔

(صحیح بخاری بات فضائل مدینہ)

سیّدہ زینبؓ نے بھی اہل کوفہ ہی قاتل قرار دیا

"اما بعد! اے اہل کوفہ اے اہل غدر مکر وحلیہ

سے ہم پہ گریہ کرتے ہو (یعنی ہمارا، تم کرتے ہو) حالانکہ خود تم نے ہمیں قتل کیا ابھی تمہارے ظلم سے ہمارا رونا موقوف نہیں ہوا اور تمہارے ستم سے فریاد و نالہ ساکن نہیں ہوا اور تمہاری مثال اس عورت کی ہے جو اپنے رشتہ (رسّی) کو مضبوط بٹتی ہے اور پھر کھول دیتی ہے تم نے بھی رشتہ ایمان کو توڑا، اور اپنے کفر کی طرف عود کیا اور مثل تمہاری ایسی ہے جیسی قبر سیاہ تیرہ وتار پر آرائش نقرہ کاری کی گئی ہو تم ہم پر گریہ و نالہ کرتے ہو (یعنی ماتم کرتے ہو) حالانکہ تم نے ہمیں قتل کیا۔ واللہ لازم ہے کہ تم بہت گریہ کرو اور کم ہنسا کرو۔ تم نے عیب و عار ابدی خود خرید لیا۔ اس عار کا دھبہ کسی پانی سے تمہارے جامہ سے زائل نہ ہوگا۔ (جلاء العیون فصل ۱۵ باب ۵ صفحہ ۵۰۴)

معزز قارئین! سیدہ زینبؓ نے معاملہ کو کیسا صاف کر کے اس واقعہ کی یاد میں رونے دھونے اور سینہ کوبی کرنے والوں کی نشان دہی کر دی ہے۔ یہ بیان شیعوں کی مستند کتاب سے اخذ کیا گیا ہے۔ کیا اب بھی امیر المومنین کو ناحق گستاخانہ لفظوں سے یاد کیا جائیگا۔

سیّدہ فاطمہ بنت حسینؓ بھی امیر یزیدؓ کو بری الذمہ قرار دیتی ہیں۔

"اے اہل غدر۔ مکر اور تکبر و حیلہ۔ حق تعالیٰ نے ہم اہل بیت رسالت مآب صلعم کو تمہارے ہاتھ مبتلا کیا ہے۔ تم نے ہماری تکذیب کی اور ہمیں کافر کہا اور ہمیں قتل کرنا حلال سمجھے۔ اور ہمارے مال کو غارت کیا اور ہمیں مانند اولاد ترک و کابل کے اسیر کیا۔ اے اہل کوفہ کئی کئی خون کا رسالت مآبؐ تم سے قصاص لیں گے اس پر غور کرو جو کہ تم نے میرے جد علیؓ بن ابی طالب اور ان کے فرزندوں سے کیا اور انہیں قتل کیا۔ اور تمہیں میں سے فخر کنندہ نے فخر کیا کہ میں نے علیؓ اور فرزندان علیؓ کو شمشیر ہائے ہندی سے قتل کیا (جلاء العیون باب ۵ فصل ۱۵ صفحہ ۵۰۵)

سیدہ ام کلثومؓ نے بھی امیر المومنینؓ کو مبرا ثابت کیا۔

اس کے بعد ام کلثومؓ ہمشیرہ سیدنا حسینؓ نے صدائے گریہ بلند کی اور ہودج سے آواز دی کہ اے اہل کوفہ تمہارا حال بد ہو اور تمہارے منہ سیاہ ہوں تم نے کس سبب سے میرے بھائی حسینؓ کو بلایا اور ان کی مدد نہ کی اور انہیں قتل کیا اور مال اسباب ان کا لوٹ لیا اور ان کی عصمت وطہارت کو اسیر کیا۔ وائے ہو تم پر اور لعنت ہو تم پر کیا تم نہیں جانتے کہ تم نے کیا ظلم و ستم کیا اور کن گناہوں کا اپنی پشت پر انبار لگا لیا اور خون ہائے محترم کو بہایا اور دختر از رسول مکرم کو نالاں کیا (جلاء العیون صفحہ ۵۰۶ باب ۵) (ناسخ التواریخ صفحہ ۲۴۶)

مرثیہ خوانوں کے ڈھول کا پول۔

اہل نظر! ابیان یہ بات خاص طور پر قابل غور ہے کہ کوفی جگہ جگہ اپنی فطرت کے مطابق پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ سید زادیوں کی چادریں تک چھین لی گئی تھیں اور انہیں بے پردہ اونٹوں پر سوار کر کے لے جایا گیا تھا۔ لیکن مجلسی صاحب لکھتے ہیں۔ کہ سیدہ ام کلثوم نے ہودج سے بلند آواز سے خطاب کیا۔ یعنی پردہ دار محمل سے جس سے ثابت ہوا کہ سید زادیوں کو اونٹوں پر باپردہ عزت سے سوار کیا ہوا تھا جیسا کہ "اخبار الطوال" کی یہ روایت بھی اس کی تائید کرتی ہے اس نے لکھا ہے۔ اور عمر بن سعدؓ نے حکم دیا کہ حسینؓ کی بیبیوں، بہنوں، کنیزوں اور خاندان کی دوسری مستورات کو پردہ محملوں میں اونٹوں پر سوار کر کے لے جایا جائے (اخبار الطوال صفحہ ۲۴۸) شاید یہ لوگ یہاں تقیہ کرنا بھول گئے۔

سیدنا زین العابدینؓ نے کوفیوں ہی کو قاتل قرار دیا

تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کیا تم نہیں جانتے کہ میرے

پدر بزرگوار کو تم نے خطوط لکھے اور انہیں فریب دیا ان سے عہد کیا اور ان سے بیعت کی آخر کار ان سے جنگ کی پس لعنت ہو تم پر تم نے اپنے پاؤں سے جہنم کی راہ اختیار کی اور برا ہ بد اپنے واسطے پسند کی اور کن آنکھوں سے حضرت رسولؐ کی طرف دیکھو گے جس روز وہ تم سے فرمائیں گے تم نے میری عزت کو قتل کیا اور میری ہتک وحرمت کی، کیا تم میری امت سے نہ تھے۔

پھر دوبارہ صدائے گریہ ہر طرف سے بلند ہوئی آپس میں ایک دوسرے سے کہتا تھا کہ ہم لوگ ہلاک ہوئے ہیں۔ جب صدائے فغاں کم ہوئی حضرت نے فرمایا۔ خدا اس پر رحم کرے جو میری نصیحت قبول کرے۔ سب نے فریاد کی یا ابن رسولؐ اللہ ہم نے آپ کا کلام سنا ہم آپ کی اطاعت کریں گے، جو آپ سے جنگ کرے گا اس سے ہم جنگ کریں گے۔ اور جو آپ سے صلح کرے گا اس سے ہم صلح کریں گے۔ اگر آپ کہیں تو آپ کے ستمگاروں سے خون کا مطالبہ کریں۔ حضرت نے فرمایا ہیہات ہیہات اے غدار و اے مکار و اب میں تمہارے فریب میں نہ آؤں گا۔ اور تمہارے فریب میں نہ آؤں گا۔ تم چاہتے ہو کہ مجھ سے بھی وہ سلوک کرو جو میرے بزرگوں سے کیا ہے۔ بحق خداوند آسمان دوار میں تمہارے قول و قرار پر اعتبار نہ کروں گا کیونکہ دروغ بے فروغ کو یاد رکروں حالاں کہ تمہارے زخم ہائے دل ہنوز تازہ ہیں۔ میرے پدر اور ان کے اہل بیت کل کے روز تمہارے مکر سے قتل ہوئے۔ اور ہنوز مصیبت حضرت پدر و برادر وغیرہ و اقربا میں نہیں بھولا اور اب تک ان مصیبتوں کی جلن میری زبان پر ہے اور میرے سینے میں ان سختیوں کی آگ بھڑک رہی ہے (جلاء العیون باب ۵ فصل ۱۵ صفحہ ۵۰۷)

امیر المومنین یزیدؓ کے سیاسی مخالف سیدنا عبد اللہ بن زبیرؓ نے بھی کوفیوں ہی کو مجرم قرار دیا

اس سلسلہ میں امیر المومنین یزید رض کے بہت بڑے سیاسی حریف عبد اللہ بن زبیر رض کی شہادت بھی پیش کرنا ضروری ہے۔ اس لئے کہ ابن زبیر رض امیر کے خلاف ہونے کے علاوہ سیدنا حسین رض کے بعد یہی وہ واحد انسان ہیں جو امیر یزید رض کے مقابلہ میں خلافت کے امیدوار تھے۔ لہذا امیر کے اس مخالف کی شہادت بھی پیش کرنا ضروری ہے اور یہ شہادت طبری جیسا شیعہ مورخ بیان کر رہا ہے جس کے متعلق یہ شبہ تو ہو سکتا ہے کہ طبری نے اسے اپنے مسلک کے مطابق بنا لیا ہو۔ لیکن یہ ناممکن ہے کہ اس نے ایک لفظ بھی امیر کے حق میں بڑھایا ہو۔ حضرت حسین رض جب قتل ہوئے تو ابن زبیر رض نے اہل مکہ سے حمد و صلوٰۃ کے بعد اس باب میں ایک تقریر کی اور اس واقعہ کو بہت عظمت دی اہل کوفہ کو خصوصاً اور اہل عراق کو عموماً ملامت کی۔ اور کہا کہ اہل عراق چند لوگوں کے سوا سب کے سب غدار و بدکار ہیں اور بدترین اہل عراق کے کوفی ہیں۔ حسین رض کو انہوں نے اس لئے بلایا کہ ان کی نصرت کریں گے اور انہیں اپنا فرمانروا بنائیں گے جب وہ ان کے چلے گئے تو وہ ان سے لڑنے اٹھ کھڑے ہوئے۔" (اور انہیں قتل کر دیا) (طبری جلد ۲ صہ ۳۰۶)

شیعوں کے امام محمد باقر رض نے تو معاملہ بالکل صاف ہی کر دیا۔

"امام محمد باقر سے روایت ہے کہ "جب انہوں نے (کوفی شیعوں نے) امیر المومنین علی المرتضیٰ کی بیعت کی تو بیعت توڑ کر آپکے خلاف تلوار کھینچی (یعنی آپ کو قتل کر دیا) پھر انہوں نے آپ کے صاحبزادے امام حسن رض کی بیعت کی اور بیعت کے بعد حضرت سے بے وفائی کی اور مکر کیا۔ اور چاہا کہ انہیں دشمن کے حوالے کر دیں اور اہل عراق ان کے خلاف اٹھے اور ان کے پہلو پر خنجر مارا خیمہ لوٹ لیا یہاں تک کنیزوں کے خلخال

پاؤں سے اتار لئے اور انہیں یہاں تک مجبور کیا کہ آپ نے معاویہ رض سے صلح کر لی اپنے اور اپنے اہل بیت کے خون بچا لئے اور آپ کے اہل بیت بہت تھوڑے تھے۔ پس اہل عراق میں سے بیس ہزار نے حضرت حسین رض کی بیعت کی اور آپکے خلاف تلوار کھینچی ابھی حضرت کی بیعت ان کی گردنوں میں تھی کہ آپ کو شہید کر دیا گیا۔ اس کے بعد وہ ہمیشہ اہل بیت پر ظلم کرتے رہے انہوں نے ہمیں ذلیل کر دیا۔ اور اپنے حق سے دور کر دیا اور اپنے مالوں سے محروم کر دیا۔ ہمارے قتل کرنے میں کوشش کی وہ (کوفی) ہمیں خوفزدہ رکھتے تھے اور ہم اپنی جانوں اور دوستوں کی جانوں سے بے خوف نہ تھے۔ جھوٹ بولنے والوں اور انکار کرنے والوں نے ہمیں اپنے انکار اور جھوٹ کا محل قرار دیا اور ہر شہر اور ہر ولایت میں ہم پر جھوٹ تھوپے اور افترا کرنے سے اپنے حاکموں اور قاضیوں کا تقرب ڈھونڈا اور ہمارے ضرر کے لئے حدیثیں وضع کیں اور جھوٹی روائتیں جو ہم نے بیان نہ کی تھیں ہمارے سر تھوپ دیں اور لوگوں کو ہمارا دشمن بنانے کے لئے کئی کام جو ہم نے نہ کئے تھے ہم سے منسوب کر دیئے۔ (ص ۱۴۱ تنقیح المسائل بحوالہ تحفہ شیعہ)

شیعہ بھی یہی کہتے ہیں کہ سیدنا حسین رض کے قاتل کوفی شیعہ ہی ہیں

آپ اپنی اولاد اور اہل بیت کو لے کر حرمین شریفین سے عراق کی طرف متوجہ ہوئے تاکہ آپ اپنے شیعوں سے جنہوں نے آپ کو بلایا تھا دشمنوں کے خلاف مدد لیں اور آپ نے اپنے آگے اپنے چچیرے بھائی مسلم بن عقیل کو بھیجا تاکہ وہ آپ کے لئے بیعت لے۔ پس اہل کوفہ نے اس بات پر مسلم کی بیعت کی اور اس سے معاہدہ کیا اور اس کی نصرت و خیر خواہی کا اقرار کیا اور اس بارے میں اس سے عہد و پیمان کئے

پھر کچھ زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ انہوں نے مسلم کی بیعت توڑ دی اس کی مدد نہ کی اس کا ساتھ چھوڑ دیا اور وہ ان کے درمیان قتل ہوئے مگر انہوں نے نہ بچایا پھر وہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے گرد جمع ہوئے۔ یہاں تک آپ کو قتل کر دیا۔ (کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ ص۱۷ بحوالہ تحفہ شیعہ)

شیعوں کے روحِ رواں ملا مجلسی شہادت دیتے ہیں کہ کوفی ہی قاتلِ حسینؓ ہیں

بیس ہزار مرد عراقی نے امام حسینؓ سے بیعت کی اور جنہوں نے بیعت کی تھی خود انہوں ہی نے شمشیر آپ پر کھینچی۔ اور ہنوز بیعت ہائے امام حسینؓ ان کی گردنوں میں تھی کہ امام حسینؓ کو شہید کر ڈالا۔ (جلاء العیون ص۲۷۹ جلد۲ بحوالہ آفتاب ہدایت)

مولانا توکلی صاحب بھی کوفی شیعوں کو مجرم قرار دیتے ہیں

مولانا مولوی محمد نور بخش صاحب توکلی ایم۔ اے۔ پروفیسر منیشنر اپنی مشہور کتاب تحفہ شیعہ جلد دوم میں ہمارے اس خیال کی تائید فرماتے ہیں کہ حادثہ کربلا کے اصل ذمہ دار سبائی کوفی شیعہ ہیں آپ لکھتے ہیں "حقیقت یہ ہے کہ اس واقعہ کا اصل سبب خود شیعان حسین ہیں۔ جیسا کہ ہم اس کتاب میں پہلے بیان کر آئے ہیں۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ واقعہ کربلا کے اصل ذمہ دار شیعہ کے اسلاف یعنی منافقین یہود تھے جو بظاہر اہل بیت کی محبت کے مدعی تھے مگر حقیقت میں وہ اہل بیت کے ایسے ہی دشمن تھے۔ جیسا کہ دوسرے مسلمانوں کے۔ ان کا مقصد صرف تخریب دین اسلام تھا جس کے لئے تقیہ آلہ کار تھا اور زمانہ مابعد میں بھی یہ آلہ کار موجود رہا تقیہ کے بھیس میں وہ سنی کہلائے کبھی محدث

کبھی صوفی کبھی فقیہ کبھی مؤرخ کبھی حکومت میں دخیل بنے اور کبھی سنیوں کے نام سے کتابیں لکھیں اور کبھی کتب اہل سنت میں الحاقات کئے۔ غرض جس طرح ممکن ہو سکا انہوں نے تخریب دین اسلام اور ترویج مذہب سبائی کا سامان بہم پہنچایا۔ اسی تقیہ کے سہارے وہ آئمہ اہل بیت پر خوب افترا کیا کرتے تھے۔ جب کسی امام نے اس کی تکذیب کی تو کہہ دیا کہ امام کا یہ انکار تقیہ پر محمول ہے (ص۵۲۷ جلد۲ تحفہ شیعہ)

معزز اہل بصیرت قارئین! عام طور پر امیر المومنین یزیدؓ اور سیدنا حسینؓ کو واقعہ کربلا کے سب سے بڑے وہ کردار قرار دیا جاتا ہے۔ جس میں اول الذکر کو ظالم غاصب، فاجر و فاسق اور نا معلوم کیا کیا کچھ قرار دیا جاتا ہے۔ اور موخر الذکر کو مظلوم اور خلافت کا صحیح حقدار بتایا جاتا ہے۔ شیعہ حضرات کے علاوہ اہل سنت والجماعت کے ایک گروہ کا بھی یہی خیال ہے۔ لیکن اہل سنت غلط پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر اس عقیدے کے حامل ہوئے ہیں اور افسوس یہ ہے کہ انہوں نے کبھی جذبات سے الگ ہو کر تاریخ کا مطالعہ کرنے کی زحمت ہی نہیں اٹھائی کہ وہ سچ اور جھوٹ میں تمیز کر سکیں۔ اور نہ ہی انہوں نے کبھی اس پر غور کیا ہے کہ صحابہ کرامؓ جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اسلام کو سب سے زیادہ سمجھنے والے اور اسلام کی حفاظت کرنے والے اور حق بات پر مر مٹنے والے تھے، انہوں ہی نے اسلام کو دنیا میں پھیلایا اور ہم تک پہنچایا، ان کے سامنے ایک ظالم کیا شئے تھا وہ تو قیصر و کسریٰ کا تختہ الٹ چکے تھے۔ وہ اگر امیر المومنین یزیدؓ میں کسی طرح کا کوئی بھی نقص ہوتا تو کس طرح برداشت کر سکتے تھے۔ ان کا امیر یزیدؓ کے ساتھ تعاون کر کے اسلام کا تمام کا تمام نظام ان کے سپرد کر دینا ہی امیر یزیدؓ کی پرہیزگاری اور صداقت کا زندہ ثبوت ہے۔

اگر سیدنا حسین اس اقدام میں حق پر ہوتے تو صحابہ کرامؓ کبھی بھی انہیں اس سے نہ روکتے۔ اور پھر اگر قتل حسینؓ میں امیر المومنین یزیدؓ کی غلطی ہوتی تو وہ کس طرح انہیں معاف کر سکتے تھے۔ اور پھر سیدنا حسینؓ کے بیٹے شیعوں کے امام ہمارے بزرگ سیدنا زین العابدینؒ اور آپ کے بھائی اور دوسرے نزدیکی رشتہ دار قتل حسین کے بعد امیر یزیدؓ سے تعاون کیوں کرتے۔ کیوں ان سے عطیے لے لے کر کھاتے۔ آخر یہ تمام واقعات و حالات کس بات کی نشان دہی کر رہے ہیں۔ اہل حق کا فرض ہے کہ ان تمام باتوں پر غور فرمادیں۔ مندرجہ بالا چند حوالہ جات قتل حسینؓ پر پوری پوری روشنی ڈالتے ہیں، جو یقیناً صحیح حالات سے ناواقف لوگوں کے لئے حقیقت افروز ثابت ہوں گے، جن میں سے اکثر خود شیعوں کی کتابوں سے لئے گئے ہیں۔ انکے مطالعہ کے بعد امید ہے کہ کوئی صحیح العقل انسان بھی امیر المومنین یزیدؓ کو سیدنا حسین کا قاتل قرار نہیں دیگا۔ اور وہ اگر غیر جانبدارانہ اور ایمان داری سے ان پر غور کرے تو یقیناً اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ سیدنا حسینؓ کے اصل قاتل کوفہ کے سبائی آپ کی محبت کا دم بھر کر آپ کو دھوکہ دینے والے ہی تھے۔ حقیقت میں یہ لوگ تمام مسلمانوں کے دشمن تھے انہوں نے سیدنا حسینؓ کو قتل کر کے محض مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کے لئے غلط پروپیگنڈا سے خلیفۃ المسلمین امیر المومنین یزیدؓ کو خواہ مخواہ ملوث کر کے سارے واقعہ کی ذمہ داری ان پر ڈال دی ہے۔ ان بیانات کے مطالعہ کے بعد اہل حق کا فرض ہے کہ امیر المومنین یزیدؓ کے متعلق اپنی رائے کی اصلاح کر لیں کیوں کہ اس واقعہ سے ان کی ذات ستودہ صفات کا قطعاً کوئی تعلق نہ تھا یہ سب کچھ مسلمانوں میں انتشار و افتراق پھیلا کر اسلام دشمن کوفی سبائیوں کی مسلمانوں کے خلاف اپنے دل کی بھڑاس نکالنے اور تفرقہ ڈالنے کے لئے ایک شر انگیز تحریک ہے۔

دمشق میں سیدنا حسینؓ کے پسماندگان سے امیر المومنین یزیدؓ کا حُسنِ سلوک

اب اہل بصیرت ان کوفی شیعوں کے ظلم و ستم کے شکار اور لٹے ہوئے قافلے کو امیر المومنین یزیدؓ کے دربار میں پیش ہونا اور قتل حسینؓ کا سن کر امیر کو جو رنج و ملال ہوا وہ اور جس حسن سلوک سے امیر اس بے یار و مددگار قافلہ سے پیش آئے وہ اور جس پدرانہ شفقت اور ہمدردی سے پیش آکر جناب زین العابدینؒ کو ہر روز اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاتے رہے اور وہ جس مہربانی اور انعامات سے نواز کر دمشق سے مدینہ منورہ روانہ کیا وہ یہ سب کچھ شیعہ کتب سے ملاحظہ فرمادیں۔ اور پھر ذرا ٹھنڈے دل و دماغ سے جذباتی عقیدت اور خدا واسطے کے تعصب سے ہٹ کر فیصلہ کریں۔ کہ امیر المومنین یزیدؓ آپ کو کس مقام پر نظر آتے ہیں۔ مولوی محمد ظفر صاحب ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ مہتمم رفیق الاسلام سرگودھا لکھتے ہیں"۔ انگریز مؤرخ گب و کریمرس اپنی انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں لکھتا ہے۔ یزیدؓ کو جو کیفیت اس واقعہ کی دی گئی جو اس کے مطابق معرکہ کے اختتام پذیر ہونے میں کچھ دیر نہیں لگی۔ صرف اتنی دیر لگی تھی صرف اتنا وقت صرف ہوا جتنا اونٹ ذبح کرنے میں ہوتا ہے یا آدمی کی آنکھ جھپک جاتی ہے، خلیفہ نے اس انجام پر بہت غم کیا اسے نہ تو یہ خواہش تھی۔ اور نہ ہی اس کا یہ حکم تھا۔ اس نے تو صرف حسینؓ کو اس کے پاس لے آنے کی ہدایت تھی تاکہ وہ حق خلافت کی خطرناک جدوجہد کو طول نہ دیں۔ انہوں نے حادثہ کربلا کے علوی پس ماندگان سے عزت و آبرو کا برتاؤ کیا ان کی ضروریات فیاضی سے مہیا کیں۔ مدینہ تک پہنچانے کے لئے معاون دستہ دیا"۔ (صـ ۹۲ دو پھول)

شیعہ مورخین امیر المومنین یزیدؓ کے حسنِ سلوک کے قائل ہیں۔

طبری اور طراز مذہب مظفری لکھتے ہیں (۱) جب اہل حرم کا داخلہ دربارِ یزیدؓ میں ہوا تو انہیں دیکھ کر گھر کے تمام لوگ اور گھر کی تمام عورتیں اور معاویہؓ کی بیٹیاں (یعنی تمام گھر والے نالہ و فریاد کرنے لگے (طبری جلد ۲ ص۲۹۲) (۲) یزیدؓ نے اسیرانِ اہل بیت کو دمشق پہنچنے کے بعد بڑے عزت و احترام سے اپنے محل خاص میں ٹھہرایا اور بنی امیہ کی سب عورتوں کو حکم دیا کہ ان کے ساتھ غم گساری اور سوگواری کریں۔ (ص۴۵۷ طراز مذہب مظفری طبع بمبئی) دورِ حاضر کے مورخ سید عبدالقادر مرحوم لکھتے ہیں "طبری کا بیان ہے کہ یزیدؓ کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ وہ ابن زیاد کو لعن طعن کرنے لگا کہ میں نے اسے صرف بیعت لینے کا حکم دیا تھا، لڑنے یا حسینؓ کی ذات کو نقصان پہنچانے کی اجازت نہیں دی تھی (ص۲۹ تاریخ اسلام عبدالقادر بحوالہ گل خنداں لاہور سید الشہداء نمبر) اور (ناسخ التواریخ ص۲۶۹ کتاب دوم جلد دوم جلد ۶ ایران) (طراز مذہب مظفری ص۴۵۶ خلاصۃ المصائب میں لکھا ہے کہ جب حرم محترم یزیدؓ کے روبرو لائے گئے تو انہوں نے حکم دیا کہ انہیں فوراً حرم سرائے میں لے جایا جائے اس کے ہاتھ میں رومال تھا جس سے آنسو پونچھتا تھا۔ ہندہ بنت عامر کے محل سرائے میں حرموں کو لے گئے۔ اور جب اندر داخل ہوئے تو رونے اور چلانے کی صدا بلند ہوئی ص۳۰۳ المصائب طبع نول کشور) ذیل کے مورخین نے لکھا ہے کہ "یزیدؓ ان کے قتل پر راضی نہ تھا ۔ اس (اہل بیت کو اپنے گھر میں رہنے کی جگہ دی۔ اور ہر صبح و شام

زین العابدین کو دستر خوان پر بلاتا اور بغیر ان کے کھانا نہ کھاتا۔ (طبری جلد ۲ ص۲۹۲) (ابن اثیر جلد ۴ ص۲۱۸) جلاء العیون ص۵۲۷ باب ۵) (ناسخ التواریخ ص۲۷۵) (ابیح ص۳۳۶) (مذہب طراز مظفری ص۴۵۷) (تنقیح ص۱۶)

شیعوں کے مجتہد مجلسی لکھتے ہیں کہ "مخدرات اہل بیت با عصمت و طہارت اس (یزیدؓ) کے گھر میں داخل ہوئی آلِ ابوسفیانؓ نے اپنے زیورات اتار دیئے اور لباس ماتمی پہن کر آوازِ نوحہ و گریہ بلند کیا اور تین روز ماتم رہا۔ (جلاء العیون ص۵۲۶ باب ۵)

جب قتل حسینؓ کی خبر امیر المومنین یزیدؓ کو پہنچی تو آپ آبدیدہ ہو گئے

یزیدؓ کربلا کی خبر سن کر آب دیدہ ہو گیا اور عبید اللہ کے نمائندے سے بولا۔ تمہارا برا ہو حسینؓ کو قتل کئے بغیر ہی میں تمہاری کارگزاری سے خوش ہو جاتا۔ ابن مرجانہ (عبید اللہ) پر خدا کی لعنت ہو۔ قسم خدا کی اس کام کی کارگزاری کی سربراہی اگر میرے سپرد ہوتی تو میں ابو عبد اللہ (حسینؓ) کو معاف کر دیتا۔ پھر بچوں اور عورتوں کو اس نے حرم میں بھیج دیا۔ اور دو پہر کا کھانا علی اور عمر (بن حسینؓ) کے ساتھ کھاتا (اخبار الطوال ص۱۲۷ بحوالہ قرن اول کا ایک مدبر طبع دہلی)

امیر المومنین یزیدؓ نے حسینؓ کے پسماندگان کو باعزت رخصت کیا

طبری اور دوسرے مورخین لکھتے ہیں۔ جب یزیدؓ نے انہیں مدینہ بھیجنے کا ارادہ کیا تو نعمان بن بشیرؓ کو حکم دیا کہ ان کے لئے مناسب حال سامان تیار کرے اور اہل شام میں سے کسی ایماندار شخص کو کچھ سوار دیکر مدینہ تک ان کے ہمراہ روانہ کریں۔ رخصت کرتے وقت اس نے علی بن حسینؓ (زین العابدین) سے کہا کہ خدا کی پھٹکار ہو ابن مرجانہ پر

خدا کی قسم اگر حسینؓ میرے قبضہ میں ہوتے تو وہ مجھ سے جو طلب کرتے میں انہیں دیتا۔ اور خواہ میرے کسی بچے کی ہلاکت کی ضرورت ہوتی تو میں ان کی موت کو ضرور دفع کرتا لیکن بٹیا کیا کیا جائے جو کچھ خدا نے چاہا وہی ہوا تمہیں جو ضرورت پیش آئے مجھے لکھا کرو (طبری جلد ۲ صفحہ ۲۹۳) (ابن اثیر جلد ۴ صفحہ ۲۱۹) (ابن خلدون کتاب ثانی جلد ۵ صفحہ ۱۲)

حسنِ سلوک اور شیعی مؤرخین کی تصدیق

سید قاسم رضا نسیم امروہوی۔ زبور آل محمد میں لکھتے ہیں کہ صاحب طبری صاحب ارشاد اور مؤلف ناسخ التواریخ وصاحب اخبار الطوال اور صاحب حیات الحیوان سب نے متفقہ طور پر یہ لکھا ہے کہ یزیدؓ نے علی بن حسین اور اہل حرم کو نعمانؓ بن بشیرؓ صحابی کو جو کہ محب اہل بیت اور شاعر بھی تھے حکم دیا کہ وہ اپنی نگرانی اور حفاظت میں علی بن حسینؓ اور ان کی بہنوں کے قافلے کو دمشق سے مدینہ پہنچا دیں۔ بتیس سواروں کے دستہ کے ساتھ اور ہدایت کی کہ بچوں اور عورتوں کی خبر گیری کرنا اور آرام و آسائش سے لے جانا۔ دو جہاں کہیں منزل کرنا تاکہ وہ آرام کریں اور رات کے وقت چلنا دن کے وقت قیام کرنا۔ تاکہ بچے گرمی کی تکلیف سے محفوظ رہیں۔ اور جب قافلہ روانہ ہوا تو (امیر المومنین یزیدؓ نے زین العابدین کو) فرمایا علی بن حسینؓ! اگر میرے بس میں ہوتا تو میں حسینؓ کی موت پر راضی نہ تھا مگر حکم خدا یہی تھا آپ کو جب کسی چیز کی ضرورت درپیش آئے تو مجھے اطلاع کیجیے (صفحہ ۱۳۵ صحیفہ کاملہ زبور آل محمد طراز مذہب مظفری کے صفحہ ۴۶۱) پر اس طرح لکھا ہے یزیدؓ نے حرم ہائے محترم کے لئے خاص طور پر محمل آراستہ کرائے اور بروایت ۵۰۰ سو اور بروایت دیگر ایک ہزار سواروں کو ان کی خدمت کے لئے مقرر کر کے کمال عزت

واحترام کے ساتھ شام سے مدینہ روانہ کیا۔"

ایک مومن کی شان

صاحب بصیرت قارئین! یہ ایک شیعہ صاحب لکھ رہے ہیں ذیل کے اس بیان پر اچھی طرح غور فرمائیں دراصل حقیقت تو یہ ہے کہ اس طرح کی باتیں صرف مومن خدا سے ڈرنے والے انسان ہی کیا کرتے ہیں۔ خدا اور رسولؐ کے باغی اور ظالم انسان کب ایسی باتیں کرتے ہیں اس مضمون کو بار بارہ پڑھیں اور ایک مومن کی شان دیکھیں۔ کیونکہ کوئی پروپیگنڈے کے زیر اثر کہا جا رہا ہے کہ امیر المومنین یزیدؓ دین حق سے منحرف ہو چکے تھے، اور کسی کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ اگر بہ نظر غائر دیکھا جائے تو جب کوئی شخص کسی مذہب سے دل برگشتہ ہو جاتا ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ اس مذہب کے بانیوں کا مذاق اڑاتا ہے اور فخریہ طور پر ہر بات کو اپنی طاقت کا کرشمہ ظاہر کرتا ہے۔ برعکس اس کے جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتا ہو تو وہ ہر بات کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتا ہے۔ ہر چھوٹے اور بڑے کام کو منشائے الٰہی کے بغیر پورا ہونا ناممکن سمجھتا ہے مؤرخین نے لکھا ہے کہ جب امیر المومنین یزیدؓ کے سامنے واقعہ کربلا پیش کیا گیا تو آپ نے افسوس کیا قاتلوں کو برا کہا، لوگوں کے سامنے وہ اسباب جو قتل حسینؓ کے بنے بیان کیے۔ سیدہ فاطمہ زہرا کی عظمت وطہارت صاف صاف بیان کی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اصل مقام بیان کیا اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو ایک مومن کی طرح تسلیم کیا۔ اپنے ایمان کی بنیاد قرآن کریم کو قرار دیا۔ اب یہ آپ تاریخ کی زبان سے ملاحظہ فرما دیں۔

امیر المومنین یزیدؓ کی زبانی جناب حسینؓ کے قتل کی اصل وجوہات

اس سلسلہ میں طبری اور ابن اثیر

لکھتے ہیں۔ (امیر المومنین) یزیدؓ نے کہا خدا کی قسم اے حسینؓ اگر تم میرے پاس آتے تو میں تمہیں ہرگز قتل نہ کرتا۔ پھر لوگوں سے کہا، کیا تم جانتے ہو حسینؓ کیوں ہلاک ہوئے۔ (دراصل) بات یہ ہے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ ان کا باپ علیؓ اس کے (امیر یزیدؓ کے) باپ سے بہتر ہیں۔ اور ان کی ماں فاطمہؓ اس کی (امیر یزیدؓ کی) ماں سے بہتر ہیں۔ اور انکا نانا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے (امیر یزیدؓ کے) نانا سے بہتر ہیں۔ اور وہ خود اس سے یعنی امیر سے بہتر ہیں۔ اور خلافت کا اس سے (یزیدؓ سے) زیادہ حقدار ہیں۔ ان کا یہ کہنا کہ ان کا باپ میرے باپ سے بہتر ہے اس بارے میں میرے باپ اور ان کے باپ دونوں نے خدائے تعالیٰ کے پاس احتجاج کیا اور لوگوں نے بخوبی جان لیا کہ فیصلہ کس کے حق میں صادر ہوا۔ ان کا یہ کہنا ان کی ماں میری ماں سے بہتر ہیں۔ تو مجھے اپنی جان کی قسم کی فاطمہؓ بنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری ماں سے بہتر ہیں۔ ان کا یہ کہنا کہ ان کا نانا میرے نانا سے بہتر تھے۔ تو یاد رکھو جو شخص بھی اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ ہم میں سے کوئی ایک شخص بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مثل و نظیر یا ہمسر نہیں ہو سکتا۔ لیکن وہ اپنی سمجھ کی وجہ سے گھائل ہو گئے۔ (جو یہ کہتے رہے کہ میں یزیدؓ سے بہتر ہوں اس لئے خلافت مجھے ملنی چاہیئے) اور قرآن کریم کی یہ آیت نہ پڑھی۔

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ہ

ترجمہ۔ اے پیغمبر کہہ دیجیے۔ اے اللہ تو جسے چاہتا ہے بادشاہی یعنی حکومت دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے۔ اور تو ہی جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے

اور جس کو چاہے ذلت دیتا ہے اور تیرے ہی دست قدرت میں نیکی ہے۔ اور تو ہی ہر شے پر قادر ہے (طبری جلد ۲ صفحہ ۲۹۴) (کامل ابن اثیر جلد ۴ صفحہ ۲۱۶)

قارئین محترم! یہ ہم نہیں کہہ رہے بلکہ یہ طبری شیعہ مورخ کا بیان ہے جو اپنے عقیدہ کے مطابق سیدنا امیر معاویہؓ اور امیر المومنین یزیدؓ کے بارے میں اکثر گستاخانہ الفاظ استعمال کرتا رہا ہے جیسا کہ ہم شروع کتاب میں درج کر چکے ہیں یہ وہ پہلا مورخ ہے جس نے ابو مخنف جیسے کذاب اور بنی امیہ کے ازلی دشمن کے جھوٹ کے پلندوں کو اپنی کتابوں میں درج کر کے سادہ لوح مسلمانوں کو غلط راستے پر ڈالنے کی راہ ہموار کی۔ لہٰذا امیر المومنین یزیدؓ کے دشمنوں کی زبانی سے آپ کی تعریف امیر کی صداقت کا زندہ ثبوت ہے۔ کیا اس کے بعد بھی امیر المومنین یزیدؓ کے خلاف کسی کو زبان کھولنے کا حق پہنچتا ہے۔ اور کیا وہ لوگ جو آپ کے خلاف گستاخانہ رائے رکھتے ہیں وہ ان صحیح واقعات کو دیکھ کر اپنی رائے تبدیل کرنے کی کوشش کریں گے اور غور فرمادیں گے کہ ان کی معلومات کے وسائل کیا ہیں اور تاریخ زبان حال سے کیا کہہ رہی ہے۔ خدا سے ڈرنا چاہیئے، کیوں کہ کسی پر بہتان باندھنا مسلمان کا شیوہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا کرنے سے قرآن کریم میں منع فرمایا ہے۔

باب ششم

ہر اہل ایمان حق بات کی تائید کرتا ہے

جیسا کہ گذشتہ اوراق میں کتاب و سنت کی روشنی میں دلائل و براہین سے صحابہ کرامؓ اور علمائے عظامؒ نئے اور پرانے مورخین کے بیانات سے ثابت کیا جاچکا ہے کہ امیر المومنین یزیدؓ سچے مسلمان اور جنتی ہیں ان سے جو واقعات منسوب کئے جاتے ہیں وہ سراسر بے بنیاد اور سبائی پروپیگنڈے کا نتیجہ ہیں۔ واقعہ کربلا سے ان کا قطعاً کوئی تعلق نہیں ہے امیر کی خلافت پر وقت کے تمام مسلمان متفق الرائے تھے۔ بڑے بڑے صحابہ کرامؓ نے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلیم یافتہ اور دوسرے اکابرین جو صحابہ کرامؓ کی صحبت سے بہرہ مند تھے۔ تمام نے انہیں صدق دلی کے ساتھ اپنا امیر و امام اور خلافت اسلامیان کا صحیح اہل سمجھتے ہوئے ان کی مدد کی ان سے ہر طرح کا تعاون فرمایا ان سے وظیفے اور عطیئے حاصل کئے، عہدے اور مناصب قبول کئے۔ گویا وقت کے تمام بزرگوں اور مسلمانوں نے (سوائے چند ایک کے) متفقہ طور پر اپنے اعمال واطوار اور اسلوب زندگی سے امیر المومنین یزیدؓ کا دست بازو بن کر ان کی حمایت کی ان کے نام کے خطبے پڑھے۔ اور ان کی خلافت کے حق دعائیں کیں۔ ان لاتعداد خاص و عام مسلمانوں میں سے کسی ایک نے بھی ان کی خلافت کے دوران ان سے اختلاف کر کے ان کی جان پر حملہ نہیں کیا۔ ان کا تمام دور خلافت بغیر کسی ڈر

اور خوف کے امن و امان اور ترقی و ترفع کا دور رہا۔ البتہ ان سے اختلاف کی ایک استثنائی مثال صرف سیدنا حسینؓ کی ملتی ہے اور ان کے جو حامی تھے ان کے متعلق بھی گذشتہ اوراق میں وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے۔ کہ کچھ تو اسلام کے دشمن سبائی تھے اور باقی سوائے گھر کے گنتی کے چند افراد کے کسی نے بھی ان کا ساتھ نہ دیا۔ بلکہ خود آپ کے حقیقی بھائی اور دوسرے بہت سے قریبی عزیز بھی آپ سے اختلاف کرتے ہوئے امیر المومنین یزیدؓ کی خلافت سے متعلق تھے۔ افسوس کہ سیدنا حسینؓ سبائی فریب کاری کا شکار ہو کر بعد آنے والے مسلمانوں کیلئے فرقہ آرائیوں اور مصیبتوں کے راستے کھول گئے۔ کاش آپ بزرگوں کا کہا مان لیتے تو قوم کا آج یہ حال نہ ہوتا نہ ہوتا۔ بدقسمتی سے اسلام دشمن عناصر نے سالہا سال سے مسلسل غلط پروپیگنڈا کے ذریعہ عامۃ المسلمین کے ایک گروہ کو امیر موصوف کے متعلق غلط فہمی میں مبتلا کر رکھا ہے۔ اب وہ نہیں سمجھتے کہ ہم ان تمام مسلمانوں اور صحابہ کرامؓ پر اعتراض کر رہے ہیں۔ جنہوں نے امیر یزیدؓ سے تعاون فرمایا تھا۔ اپنے بھائیوں کو صحیح حالات سے آگاہ کرنے کے لئے ہم نے یہ کتاب لکھی ہے۔ اور ضروری خیال کیا گیا ہے۔ کہ ایسے لوگوں کی تسلی کے لئے موجودہ علماء کرام کی رائے بھی حاصل کر کے شامل کتاب کر دی جائے تاکہ قارئین کرام یہ خیال نہ کریں کہ مندرجہ خیالات کا اگرچہ وہ بھی مستند ہیں صرف راقم الحروف ہی حامل ہے۔ بلکہ انہیں یقین ہو جانے کہ درحقیقت آج بھی علمائے حق مسلمانوں میں موجود ہیں جو حق بات کہنا ایمان کا جزو سمجھتے ہیں اور امیر المومنین یزیدؓ کے بارے میں صحیح عقیدہ رکھتے ہیں۔ لیکن خدا جانے کن وجوہات کی بناء پر اس موضوع کو عوام کے سامنے صحیح رنگ میں پیش کرنے کا موقعہ نہیں دیتے۔ بہر حال ہم نے موجودہ علماء کرام سے ایک سوالنامہ کے ذریعہ جو جوابات

حاصل کئے ہیں ان کا مطالعہ قارئین کرام کے لئے یقیناً سبق آموز ثابت ہوگا۔ اور انہیں یقین ہو جائے گا کہ واقعہ کربلا اور امیر المومنین یزید رضؓ کے متعلق خیالات کی جو ایک خالص رو چلتی رہی ہے وہ سراسر غلط اور بے بنیاد سبائی پروپیگنڈے کا نتیجہ ہے

وہ سوال جو علماء کرام سے دریافت کیا گیا ہے۔

خطوط ← بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! مکرمی جناب مولانا صاحب دام ظلکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ عرض خدمت اقدس میں یہ ہے کہ آپ عالم دین متین اور وارث انبیاء ہیں بدیں وجہ جب بھی کوئی مسئلہ درپیش وجہ نزاع بنا تو مجھ جیسے لوگوں کو آپ کی طرف رجوع کرنا پڑا۔ اب جب کہ ایک مسئلہ درپیش ہے آپ کا فرض عین ہے کہ آپ نائب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت سے آنحضور صلعم کے اس فرمان پر عمل کرتے ہوئے "کہ میری ایک بات بھی اگر جانتے ہو تو دوسروں تک پہنچا دو۔" فرمان نبویؐ کے مطابق آنحضور صلعم کی عدم موجودگی میں مجھ ایسے افراد کی صحیح رہنمائی فرماتے ہوئے اپنی رائے سے آگاہ فرمادیں۔ مسئلہ وجہ نزاع یہ ہے۔

ہمارے اپنے سنی بھائی شیعوں کی پیروی اور کوفی پروپیگنڈا سے متاثر ہو کر امیر المومنین یزید رضؓ کو۔ نعوذ باللہ، فاجر و فاسق بلکہ کافر تک کہہ دیتے ہیں لیکن میرے خیال میں قرآن کریم اور احادیث نبویؐ کی روشنی میں درج ذیل دلائل کو پیش نظر رکھتے ہوئے امیر المومنین صحیح العقیدہ مسلمان تھے۔

(۱) من قال لا الہ الا اللہ فدخل الجنت

(۲) امیر المومنین یزید رضؓ نے مسلمان ہونے کی حیثیت سے جہاد میں حصہ لیا اور بڑے بڑے اجل صحابہ کرامؓ ان کے ماتحت جہاد میں لڑتے رہے اور حدیث

مغفور میں امیر کی حیثیت سے شامل تھے۔

(۳) آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کی جو پہلی فوج قیصر کے شہر قسطنطنیہ پر جہاد کرے گی اس کے لئے مغفرت ہے (صحیح بخاری)

(۴) بڑے بڑے اجل صحابہ کرامؓ مثل عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن جعفرؓ نے امیر المومنین یزید رضؓ سے خلافت کی بیعت کی تھی۔ اس کے علاوہ یہ فرمان الٰہی بھی اس کی تائید کرتے ہیں "جو کوئی لڑے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں وہ مارا جائے یا غالب آئے پس البتہ دیں گے ہم اس کو اجر بہت زیادہ۔" سورۃ نساء آیت ۷۵ اس کے علاوہ سورۃ نساء آیت ۹۵، ۹۶ اور سورۃ صف آیت ۴ بھی ملاحظہ فرمادیں۔ میرا عقیدہ ہے کہ ان دلائل کی روشنی میں امیر یزید رضؓ یقیناً جنتی ہیں۔ میں آپ سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ پھر ان فرامین خدا اور رسولؐ کے ہوتے ہوئے امیر موصوف کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔ براہ کرم جواب سے جلد مطلع فرما کر شکریہ کا موقعہ دیں، آپ کا بیحد ممنون ہوں گا۔

والسلام السائل۔ ابو یزید بٹ

اس خط کے جواب میں جن علماء کرام نے راست گوئی حق پرستی اور جرات سے کام لے کر اپنے عقیدے کا واشگاف اظہار فرمایا ہے۔ ان جوابات کے مطالعہ سے حقیقت روز روشن کی طرح آشکارا ہو جائے گی۔ جوابات درج ذیل ہیں۔

(۱) حضرت مولانا مولوی سید اظہار الحق سہیل شاہ صاحب خطیب جامع و مہتمم مدرسہ عربیہ اسلامیہ ٹوبہ ٹیک سنگھ لائل پور۔

آپ نے اس سلسلہ کی تائید میں چار اشعار تحریر فرمائے ہیں جن میں امیر یزید رضؓ کی ذات

بسم اللہ تعالیٰ

محترمی زادہٗ و علیکم اسلام۔ خداوند تعالےٰ کے بے نظیر محبوب بے نظیر رسولؐ بے مثال نقیب حق پہلے اور آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مندرجہ بالا ارشادات کے بعد آپ کا یہ استفسار کہ "ان مندرجہ بالا فرامین کے ہوتے ہوئے تمہارا کیا خیال ہے" بہت بڑی جسارت ہے۔ البتہ خدا کرے میرا اور باقی تمام کے تمام مسلمانوں کا اسی پر خاتمہ ہو کر آنحضور پر نور صلعم کے تمام ارشادات انمٹ اور ناقابل تردید ہیں۔ ان کتاب و سنت کے دلائل کی روشنی میں جو الزامات امیر یزیدؓ پر لگائے جاتے ہیں، وہ غلط اور بے بنیاد ہیں۔ یہ سب کچھ سبائی کوفی پروپیگنڈا ہے۔ کیونکہ آنحضور صلعم کی صحبت بابرکت میں بیٹھ کر تعلیم حاصل کرنے والے صحابہ کرامؓ نے یزیدؓ کی بیعت کر کے اپنا امیر و امام تسلیم کیا اور ہر طرح سے اس کے ساتھ تعاون فرمایا۔ لہٰذا امیر یزیدؓ کی صداقت کا اس سے زیادہ اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے

والسلام غلام مرشد بھاٹی گیٹ

حضرت مولانا مولوی عبد الجلیل صاحب مدظلہ العالیٰ خطیب منٹگمری

محترم عزیز، اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اللہ آپ کو خوش رکھے

میں سفر حج پر گیا ہوا تھا، پرسوں آیا اور آپ کا خط پڑھا۔ حقیقت ہے کہ آپ کے سوال کا جواب خط میں تحریر کرنے سے آپ کی تشفی نہیں ہو سکتی یہ دریا کو کوزے میں بند کرنے کا سوال ہے۔ آپ کی تسلی کی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں یا تو آپکو زبانی گفتگو کرنے سے مطمئن کرنے کی کوشش کی جائے یا اس سلسلہ کی تصنیف کا مطالعہ کریں۔ علامہ محمود احمد عباسی کی کتاب خلافت معاویہؓ و یزیدؓ ہی آپ کی صحیح رہنمائی کر سکتی ہے۔ عباسیؒ صاحب اس سلسلہ میں وقت کے مجدد ہیں۔ ان کا اسلامی تاریخ پر بڑا احسان ہے۔ اسلامی تاریخ کا سب

سے مظلوم دور یہی دور ہے۔ اکثر مورخین اور اصحاب درادیان اس سلسلہ میں ذہنی عقیدت اور دوسری طرف بغض کے جذبات کا شکار ہیں مظلومیت میں امام حسین اور یزیدؓ دونوں یکساں ہیں امام حسین کے متعلق تو ہر کوئی جانتا ہے لیکن یزید بچارا مظلوم اس وجہ سے کہ دنیا، جہان کی جھوٹی اور موضوع روایات اس غریب کو بدنام کرنے کے لئے اور ناکردہ گناہ اس غریب کے سر تھوپے گئے حالانکہ وہ ایک مسلمان بادشاہ تھا۔ اسلامی تاریخ میں یزیدؓ سے پہلے اور اس کے بعد ایسے ایسے حاکم گزرے ہیں جن کی برائیوں کے مقابلہ میں یزیدؓ کی طرف جھوٹے واقعات جو منسوب ہیں ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ یزیدؓ کا صرف یہی قصور ہے کہ اس کے زمانہ میں بغیر اس کے حکم اور اس کی رضامندی کے امام حسینؓ شہید ہوئے۔ جس کا اس نے افسوس کیا اور کرتا رہا اس کے مقابل میں اس کا جہاد اور اسلامی کارنامے بھی ہیں اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہو سکتی ہے کہ وہ رومی سلطنت مدینہ قیصر، قسطنطنیہ کا بہترین غازی اور حملہ آور ہے جس کی مغفرت کی بشارت خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔ آپ کو یہ معلوم نہیں کہ بنی امیہ کا دور ایک اسلامی تعلیمات اور عقائد اور مفتوحات کے لحاظ سے بہترین دور ہے جس کے ختم کرنے کے لئے عباسیوں نے ابو مسلم خراسانی مجوسی النسل کے ذریعہ چھ لاکھ آدمی قتل کرائے اور عباسی سلطنت قائم کر کے خود ابو مسلم کے ساتھ دھوکہ کر کے اسے قتل کیا اگر آج ہارون الرشید و مامون الرشید مہدی و منصور چھ لاکھ آدمی قتل کرا کے امیر المومنین کہلا سکتے ہیں تو یزیدؓ کیوں نہیں کہلا سکتا۔ اس سلسلہ میں آپ کو یقین کرنا چاہیئے کہ سنیوں کی اکثریت بھی شیعہ ہے۔ جو دونوں طرف کی غلط روایات سے مرعوب و متاثر ہیں۔

والسلام علیکم۔ عبد الجلیل خطیب منٹگمری

(۶) حضرت مولانا ملک عطا محمد صاحب مدظلہٗ العالیٰ۔ منیجر سیل ڈپو گورنمنٹ پریس لاہور و خطیب جامع مسجد گورنمنٹ پریس لاہور۔

میرے واجب الاحترام بھائی . . . . . وعلیکم السلام۔ جس مسئلہ کے متعلق آپ نے استفسار کیا ہے، اس کا جواب علمائے دین ہی کو زیب دیتا ہے۔ بندہ جیسے ہیچمدان اور مبتدی سے استفسار بندہ کو آزمائش میں ڈالنا ہے۔ تاہم چونکہ آپ نے اس مسئلہ کے متعلق روشنی ڈالنے کے لئے تحریر کیا ہے۔ چند ایک باتیں احاطہ تحریر میں لا کر فیصلہ آپ پر چھوڑوں گا۔ یہ مسئلہ دراصل ایک تاریخی واقعہ ہے لیکن بدقسمتی سے عجمیوں نے اس کو مذہبی رنگ دے دیا ہے۔ اور مسلمانوں نے اس کو اعتقاد میں داخل کر لیا ہے۔ یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ جو چیز اعتقاد میں داخل ہو جائے اور مذہب کا جزو دین جائے خواہ وہ کتنی ہی غلط کیوں نہ ہو اسکے خلاف آواز خواہ کتنی ہی حقیقت پر مبنی ہو مخالف کو سننے اور برداشت کرنے کی تاب نہیں ہوتی۔ اور اس کے خلاف آواز اٹھانا بڑے دل گردہ کا کام ہے۔ خاص کر جب وہ عوام کا اعتقادی مسئلہ بن جائے تو وہ بھی مشکل بن جاتا ہے۔ ابتداء میں شاید شیعہ حضرات کا اعتقادی مسئلہ ہو جو حالصتہً عجمی ہے۔ جس کو عرب کے مسلمانوں نے نہ اعتقادی مسئلہ بنایا ہوا اور نہ عجمی تاثرات کو جو بالکل غیر اسلامی ہیں، ان کو قبول کیا ہے لیکن دیگر ممالک کے مسلمانوں نے غیر شعوری طور پر اس کو اعتقاد میں داخلہ دے دیا ہے اب ان حالات میں تاریخ کا ایک طالب علم نہ تاریخ پیش کر سکتا ہے اور نہ تاریخ سے ہٹ کر عوام کے سامنے آسکتا ہے۔ گویا اہل سنت والجماعت نے بھی اسی کو معلمات بلکہ معتقدات میں شامل کر لیا ہے۔ اب آپ ہی فیصلہ کریں کہ کس مسلمان کو یہ یارا ہے کہ

ایک کھلی حقیقت پیش کر سکے۔ اور پھر اسے گوارہ بھی کیا جا سکے گا اب چند ایک باتیں جن کا اوپر وعدہ کر چکا ہوں ملاحظہ ہوں۔

(۱) امام حسینؓ اور یزیدؓ کے مابین مذہبی اور دینی نزاع تھی کہ یزیدؓ کو کافر کہا جائے یزیدؓ مسلمان سلطان تھا۔ حسینؓ نے بیعت نہ کی اور متوازی حکومت قائم کرنے کی کوشش کی، جن کوفیوں کے بل بوتے پر خلافت حسینؓ کی کوشش ہوئی تھی وہ در حقیقت نہ حسینؓ کے بھی خواہ تھے اور نہ یزیدؓ سے انہیں لگاؤ تھا۔ وہ اسلام دشمن تھے جو اسلام کا لبادہ اوڑھ کر مسلمانوں میں نمودار ہوئے۔ جب انہوں نے صدق دل سے اسلام ہی قبول نہ کیا تھا۔ بلکہ اسلام اور مسلمانان عرب کے خلاف ایک سوچی سمجھی سکیم کے ماتحت اپنا انتقام لینے کے لئے اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ اب حسینؓ ہو یا یزیدؓ وہ لوگ ان کے برابر دشمن تھے۔ یہ بھی ایک سکیم تھی کہ عرب کو عرب سے لڑا کر انتقام کی آگ بجھائی جائے جس میں وہ کامیاب ہوئے۔ حسین رضؓ کو مع اقارب شہید کیا اور یزیدؓ کو ذمہ دار گردانا اور خود محبانِ اہل بیت بن بیٹھے۔ حسینؓ کو دعوت خلافت دی، بیعت کی اور جب آپ کوفہ پہنچے تو آپ سے بے وفائی کی۔ غدار ہوئے بیعت توڑ دی اور شہید کر کے سیاہ لباس پہنا رونا اور پیٹنا شروع کر دیا اور جماعت توابین بنائی اور حسینؓ کے انتقام لینے کا ڈھونگ رچایا۔ اور شیعانِ حیدرؓ۔ اور محبان حسینؓ ہیں ران کو کافر کیوں نہیں کہا جاتا)

(۲) حسینؓ نے اپنی زندگی میں کسی وقت نہ یزیدؓ کو فاسق و فاجر اور نہ کافر کہا ہے اگر یزیدؓ ایسا ہی تھا تو حسینؓ نے مکہ میں یا کم از کم کوفہ ایسا اعلان کیا ہوتا۔ ایسا نہیں ہوا

(۳) صحابہؓ رسول اللہ جنہوں نے حضورؐ سے صحبت پائی۔ حضور سے دین کا فیض

پایا حضورؐ کے ساتھ ہو کر جہاد فی سبیل اللہ کیے، جن سے ہم مسلمان دین کی سند لیتے ہیں۔ انہوں نے شہادت حسینؓ سے پہلے اور نہ شہادت حسینؓ کے بعد یزیدؓ کو کافر کہا بلکہ بیعت کی اور یہی صحابہؓ تھے جنہوں نے حسینؓ کو کوفہ کی روانگی پر نہ فقط منع کیا بلکہ اصرار بھی کیا۔ اس وقت بھی یزیدؓ کا کردار سامنے تھا۔

(۴) کوفہ پہنچ کر جب کوفیوں کی غداری کا علم امام حسینؓ کو ہوا تو بدلے ہوئے حالات میں آپ نے تین شرائط پیش کیں۔ مکہ کو واپسی۔ کسی سرحد پر جانا۔ یزیدؓ کے پاس جانا۔ اب اس آخری شرط میں آنکھوں سے تعصب کی پٹی اتار کر دیکھا جائے تو یزیدؓ کافر معلوم ہوتا ہے یا حسینؓ کے نزدیک ایک دیندار بھائی۔ کیا حسینؓ نے کافر سمجھ کر یزیدؓ کے پاس جانے کی درخواست کی تھی؟ یا بھی خواہ اسلامی اور نسبتی بھائی سمجھ کر؟

(۵) شہادت حسینؓ کے بعد آپ کے صاحبزادے زین العابدین جو واقعہ فاجعہ کربلا میں موجود تھے، یزیدؓ کو کافر کہا ہے؟ آپ کی عمر اس وقت ۲۳ سال تھی۔ آپ ہی سے "سادات" کی نسل چلی ہے۔ شیعہ حضرات آپ کو امام معصوم مانتے ہیں۔ اگر آپ نے یزیدؓ کو کافر ہونے کا فتویٰ دیا ہے تو ہم بھی یزیدؓ کو کافر کہیں گے۔ اور اگر نہیں کہا اور یقیناً نہیں کہا بلکہ بیعت کی۔ ساری زندگی یزیدؓ سے مواصلات رہے۔ وظیفہ لیا اور عبداللہ بن زبیرؓ۔ مختار ثقفی کذاب کا ساتھ نہ دیا جس نے شہادت حسینؓ کا انتقام لینے کا ڈھونگ رچایا اور علی بن حسینؓ (زین العابدین) کو دعوت بھی دی۔

(۶) حضرت زینب دختر حیدر کرارؓ، امام حسینؓ کی ہمشیرہ جو کربلا میں حسینؓ بھائی کے ساتھ تھی اور کربلا کے لئے قافلے کی سالار تھی۔ دشمن اسلام کوفیوں کے تمام کارہائے نمایاں دیکھ چکی تھیں۔ یزیدؓ کے ہاں موجود تھی۔ آپ نے اپنی زندگی میں کبھی یزیدؓ کو کافر کہا ہے؟

اگر نہیں کہا، اور یقیناً نہیں کہا تو آج تیرہ سو سال کے بعد کسی مسلمان کو یزیدؓ کو کافر کہنے کا کیا حق ہے اور وہ کیوں تجاوز کرتا ہے۔ حالانکہ حضرت زینب نے آخری زندگی دمشق میں گزاری اور وہیں آپ کا مدفن ہے۔

(۷) عباس علمبردار جو کربلا میں شہید ہوئے۔ ان کے لڑکے کا نام معاویہ اور پوتے کا نام یزیدؓ تھا۔ کیا بیٹے اور پوتے کا نام اپنے دشمنوں کے نام پر تھا اور بالخصوص پوتے کا نام کافر کے نام پر رکھا۔ پوتا کربلا کے واقعہ کے بعد ہوا ہوگا۔

(۸) کیا یزیدؓ نے کسی ہاشمی عورت کو کنیز بنایا ہے بلکہ تاریخ شاہد ہے کہ جب حسینؓ کے پس ماندگان یزیدؓ کے محل میں داخل ہوئے تو ان کی مصیبت پر ایک ماتم بپا ہوا۔ یزیدؓ ان کے ساتھ نہایت مہربانی سے پیش آیا۔ اور انہیں اختیار دیا کہ چاہیں تو زندگی بھر اس کے ساتھ رہیں اور اگر چاہیں تو مدینہ لوٹ جائیں انہوں نے آخری صورت اختیار کی اور یزیدؓ نے پورے عزت و احترام اور مروت سے واپس مدینہ پہنچا دیا۔ اور ہمیشہ وظائف بھیجے جاتے رہے۔ کیا حضرت سکینہ اور حضرت فاطمہ دختران حسین نے کبھی یزیدؓ کو کافر کہا؟

(۹) پھر صحیح بخاری میں عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے۔ نبی صلعم نے فرمایا، سب سے پہلے قسطنطنیہ پر جو فوج لڑے گی اس کی بخشش ہو گی۔ جیسا کہ آپ نے لکھا ہے اس فوج کا سپہ سالار یزیدؓ ہی تھا جس فوج کی بخشش کی خوشخبری اس مخبر صادق نے دی ہو اس کے سپہ سالار کو کافر کہا جا سکتا ہے؟

(۱۰) میرے بھائی بٹ صاحب! آپ تو یزیدؓ کے متعلق پوچھ رہے ہیں بعض من چلے مسلمان جو اسلام کی الف، بے سے نابلد ہیں کسی کی تقلید میں تمام بنی امیہ کو کافر اور ان پر لعنت کا وظیفہ بھیج رہے ہیں۔ نہ عثمانؓ کا پاس ہے۔ نہ ابوالعاص بن ربیعہ کا لحاظ ہے،

نہ معاویہ رضؓ جن کو علی رضؓ نے بھی مومن بھائی کہا ہے، کا لحاظ اور نہ عمر بن عبدالعزیز ہی کا پاس ہے حالانکہ اسلام کی نشر و اشاعت میں امیہ خاندان کا کوئی ہمسر نہیں ہے۔ یہ عجمیوں کا زہر ملا پروپیگنڈہ تھا جس کو اپنی کم فہمی سے مسلمانوں نے قبول کر لیا ہے۔

(۱۱) حجۃ الاسلام کا فتویٰ یزید رضؓ کے متعلق۔ ترجمہ:۔ یزید رضؓ صحیح الاسلام تھا۔ اور یہ صحیح نہیں کہ اس نے حسین رضؓ کو قتل کرایا، یا اس کا حکم دیا یا اسی پر راضی ہوا۔ پس جب کہ یہ قتل اس سے (یزید رضؓ) سے پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتا۔ تو پھر اس کے ساتھ ایسی بدگمانی حرام ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ بدگمانی سے بچتے رہو۔ اسلئے کہ بدگمانی سخت گناہ ہیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مسلم کا مال اسکی جان کو نقصان پہنچانے اس کی آبروریزی اور اس کے ساتھ بدگمانی کرنے کو حرام کو ٹھہرایا ہے۔ جو شخص یہ گمان رکھتا ہو کہ یزید رضؓ نے قتل حسین رضؓ کا حکم دیا اس پر رضامندی کا اظہار کیا تو جاننا چاہیئے کہ وہ پرلے درجے کا احمق ہے۔

نوٹ:۔ اب انہی دلائل پر ختم کرتا ہوں، پہلے بھی کافی طویل ہو گیا ہے۔ اسلام علیکم

احقر العباد۔ عطاء

(۷) حضرت مولانا مولوی ظہیرالدین صاحب نقشبندی مدظلہ العالی چک نمبر ۲۱۵ گ ب ضلع لائل پور۔

مکرمی محترمی جناب بٹ صاحب زید مجدہٗ وعلیکم اسلام ورحمۃ وبرکاۃ، مزاج اقدس۔ آپ کا لفافہ ملا پڑھ کر حالات سے آگاہی ہوئی، آپنے یزید رضؓ کے متعلق دریافت کیا ہے کہ وہ کیسے شخص تھے۔ ان کے بارے میں ہمیں کیا عقیدہ رکھنا چاہیئے۔ ان کے متعلق عرض ہے کہ جس نتیجے پر میں پہنچا ہوں وہ یہ ہے کہ لوگوں کی

سنی سنائی باتوں پر بالکل کان نہیں دھرنا چاہیئے۔ عام لوگوں نے اور بہت پڑھے لکھے لوگوں نے بھی یہ بات دل میں بٹھا رکھی ہے کہ یزید رضؓ جیسا بدتر اور کافر شخص دنیا کے اندر کوئی پیدا نہیں ہو گا حالانکہ اس بچارے کا اس معاملے (یعنی قتل حسین رضؓ) میں کوئی دخل ہی نہیں ہے اس کو علم تک نہیں کہ کیا حسن حضرت حسین رضؓ کے ساتھ ہو رہا ہے نہ تو یزید رضؓ نے حضرت امام حسین رضؓ کے قتل کا حکم صادر فرمایا اور نہ ہی بعد اپنی رضامندی کا اظہار فرمایا بلکہ یہ واقعات رونما ہو جانے کے بعد بہت غیض و غضب سے پیش آیا اور حصہ لینے والوں کو بہت سرزنش کی، اور اہل بیت سے بہت حسن سلوک سے پیش آیا اور ان کی بہت دلجوئی اور خاطر و مدارات کی اور ان سے بہت رحیمانہ اور کریمانہ سلوک کیا۔ اہل بیت کے وضائف مقرر کر دیئے۔ بتلایئے بھلا کوئی اپنے دشمنوں کے ساتھ ایسا رویہ اختیار کرتا ہے اگر یزید رضؓ کو حضرت امام حسین رضؓ سے دشمنی ہوتی تو اس کے اہل و عیال کو بھی تہ تیغ کر ڈالتا بے شک یزید رضؓ خلیفہ برحق تھے اور جو لوگ انہیں فاسق و فاجر کہتے ہیں۔ انکے پاس کوئی شرعی دلیل نہیں شریعت مطہرہ میں الزام ثابت کرنے کے لئے چار گواہ رکھے گئے ہیں اندریں حالات یہ سب شیعی پروپیگنڈا ہے۔ رافضی تو تمام اصحابہ رضؓ کو ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ رافضی ٹولے کی باتوں سے متاثر ہو کر اور بے علمی کی بناء پر سنی لوگ بھی بھٹک گئے ہیں۔ حضرت یزید کی خلافت پر اجماع امت ہو چکا تھا فتح الباری مطبوعہ انصاری دہلی صفحہ ۶۲ جلد ۲" حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ اس مدت میں حضرت ابن زبیر رضؓ یا عبدالملک سے بیعت کرنے میں رکے رہے جیسا کہ وہ حضرت علی رضؓ یا حضرت معاویہ رضؓ سے بیعت کرنے میں رکے رہے پھر جس وقت امام حسن رضؓ اور حضرت معاویہ رضؓ کی صلح ہو گئی تو انہوں نے حضرت معاویہ رضؓ سے بیعت کر لی اور اس پر لوگوں کا اجماع ہو گیا۔" اور حضرت معاویہ رضؓ اور حضرت یزید رضؓ کے بارے میں سرکار دو عالم کی مغفرت

کی بشارت بھی موجود ہے اور جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے یہ سب کچھ عدم واقفیت کی بناء پر ہو رہا ہے۔ اور بہت سے مولوی اس مصیبت اور مصیبت میں گرفتار ہیں خود تو تحقیق کرتے نہیں اور عوام الناس کی سنی سنائی باتوں پر ایمان لے آتے ہیں۔ اور عوام الناس کو خوش کرنے کے واسطے اسٹیجوں پر چڑھ کر حضرت یزیدؓ کو برا بھلا کہہ دیتے ہیں اب وہ وعظ، وعظ ہی نہیں ہے جس میں حضرت یزیدؓ کو لعن تشنیع کا نشانہ نہ بنایا جائے۔ خود میرا بھی پہلے یہی عقیدہ تھا جو عوام الناس کا لیکن کتابوں کا مطالعہ کیا تو آنکھیں کھلیں کہ ادھر دنیا کدھر سے کدھر جاری ہے۔ حضرت امام حسینؓ کے بارے میں حضرت یزیدؓ کا ذرہ بھر قصور نہیں ہے۔ ان کا دامن اس سے بالکل پاک صاف ہے لوگوں نے حضرت امام حسینؓ کو غلطی سے مبرا و منزہ سمجھ رکھا ہے۔ حضرت امام حسین کوفے کے رافضیوں کے دھوکے میں آ گئے اور انہیں تقدیر کھینچ کر میدان کربلا میں لے گئی اور جو کچھ ہونا تھا ہو گیا اور آپ لقمہ اجل ہو گئے۔ یہ کوئی مذہبی جھگڑا نہ تھا اور نہ ہی کوئی حق و باطل کا مقابلہ تھا اور نہ ہی کفر اسلام کی ٹکر تھی جب کربلا میں امام اور ابن سعدؓ کی فوج کا آمنا سامنا ہوا تو حضرت حسینؓ نے ان کے آگے تین شرطیں پیش کیں اور کہا کہ میں لڑنے کے لئے نہیں آیا۔

(۱) یا تو مجھے اسلامی سرحد پر جانے دو یا مجھے یزیدؓ کے پاس جانے دو یا جہاں سے میں آیا ہوں، واپس اس جگہ جانے دو عمر بن سعدؓ تو مان گیا مگر عبید اللہ بن زیاد نے کہا حضرت امام حسینؓ اور ان کے تمام رفقاء اپنے ہتھیار ہمیں دیدیں تو پھر ہم حضرت یزیدؓ کے پاس لے چلیں گے اور حضرت امام حسینؓ نے جواب دیا کہ ہم یہ ذلت گوارہ نہیں کر سکتے ہتھیاروں سمیت یزیدؓ کے پاس چلیں گے۔ انہوں نے کہا ایسا نہیں ہوگا۔ لیجئے اس بناء پر ایک جھڑپ ہوئی پھر جو کچھ ہونا تھا چند منٹوں میں ہو گیا۔ اب حضرت یزیدؓ پر لعن طعن کے تیر برسانا کہاں

کی ایمان داری اور عقل مندی ہے۔ اگر کسی کے دماغ میں عقل و فکر کا مادہ ہو تو وہ سمجھ سکتا ہے۔ کہ بات کیا تھی۔ اور لوگوں نے کس طرح من گھڑت قصے گھڑ لئے۔

احقر:۔ ظہیر الدین عفی عنہ

چک نمبر ۳۱۵، گ، ب ضلع لائل پور

(۸) حضرت مولانا مولوی عبدالحی صاحب۔ مولوی فاضل دارالعلوم دیوبند خاص شہر جام پور ضلع ڈیرہ غازیخان، بندہ کے مراسلہ کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔

محترم المقام برادرم ابو یزید بٹ صاحب اسلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ مزاج شریف، یاد آوری اور تفصیلی تحریر کا مشکور ہوں رہا قرن اول کے ہمارے محسن مسلمان تو ان کی خوبی کس کو یاد ہے، قدرت کا یہ ضابطہ ہے کہ ذی عزت اور ذی شان کی مخالفت شروع ہی سے طاغوتی طاقتیں کرتی رہی ہیں۔ جب ہی آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی۔ ابلیس نے پوری قوت سے مخالفت کی اگرچہ ملائکہ باز آ گئے۔ اور پھر ہر نبی کے وقت اس کا دشمن اس شان سے ظاہر ہوا کہ دنیاوی حشمت اسکے ساتھ تھی۔ حضرت موسیٰؑ کے حالات کی طرف توجہ فرمائیں کہ فرعون، ہامان، قارون اور سامری جیسے غداروں سے بیک وقت مقابلہ ہے اسی طرح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے وقت سرکشان قریش نے مقابلہ کیا۔ وہ بحیثیت محمدؐ بن عبداللہ کا مقابلہ نہ تھا۔ بلکہ بحیثیت محمدؐ رسول اللہ صلعم کے مقابلہ تھا۔ اور رسالت کی تکمیل اور ترویج صحابہ رضی ہی سے ہوئی۔ اسلئے جہاں مقابلہ سرکار دو عالم سے تھا وہاں مقابلہ صحابہ کرامؓ سے بھی کیا گیا۔ قرآن کریم کا دوسرا رکوع ان لوگوں کے بیان میں ہے۔ پھر جب مدینہ کے دوسرے سال سرکار دو عالم کو اللہ تعالیٰ نے حکومت اور امارت سے سرفراز فرمایا، تو تکمیل حکومت خاندان بنی امیہ سے ہوئی۔ آنحضور

صلعم کی وفات کے وقت اکثر گورنریوں پر یہ بنی امیہ ہی قائم المکرام تھے۔ اسی خاندان کی قوت فیصلہ، قوتِ جنگ اور شہسواری و لیڈری تمام عرب میں مسلّمہ تھی۔ جو لوگ اسلام کی شوکت کے مخالف تھے، انہیں ان ہی کی تلوار نے نیچا دکھا کر قوت اور شوکتِ اسلام کو تسلیم کرا لیا تھا۔ یہ منافق یہودی۔ ابن سبائی سب جل کر راکھ ہو گئے، سرمایا سیدنا عثمانؓ کا تھا، جس سے اسلام نے ترقی کی۔ اور تلوار خالدؓ۔ یزیدؓ بن ابوسفیان معاویہؓ بن ابی سفیان وغیرہ کی تھی مکہ کی سرزمین میں اسید بن خصیر (اموی) گورنر نے امن قائم کرنے کے بعد انہیں سیدھا کر دیا نجران جیسے مرکزِ عیسائیت میں ابی سفیانؓ کے تدبر اور حشمت نے انہیں کمزور کر کے رکھ دیا تھا۔ پھر بحری جنگ کے اسلوب کے اولین موجد حضرت معاویہؓ اور قسطنطنیہ کا پہلا جرنیل امیر یزیدؓ ہی ہے۔ پھر یزیدؓ کے عہد میں چشمہ (ماء الفرس) عقبہؓ کے گھوڑے سے ظاہر نہیں ہوا۔ بلخ بخارا وغیرہ علاقے کی متحدہ کفار کی فوجوں کو شکست اور چھ کروڑ مال غنیمت یزیدؓ کے عہد میں نہیں آیا۔ لہٰذا آج جن اسلامی فتوحات اور رقبہ جات پر فخر کیا جاتا ہے۔ انہیں ناپا جائے تو ان میں سے اکثر بنی امیہ کا مفتوحہ علاقہ ہے۔ اور یہی بنی امیہ کا دور ہی فاتحانہ اور کامیاب دور ہے۔ اسلامی تحقیق سے محبت اور اس زمانہ فتنہ میں قوتِ مقابلہ آپ کی ایمانی قوت پر دلالت کرتا ہے اور آپ کے مرسلہ دلائل بالکل صحیح ہیں۔ سبائی پروپیگنڈا در حقیقت اسلام کی روح کے خلاف ہے اور انٹی اسلام تحریک ہے

والسلام۔ مخلص محمد عبدالحیٔ

حضرت مولانا مولوی عبدالحمید صاحب خطیب جامع اہلحدیث شیخوپورہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۰ محترم المقام ابویزید بٹ صاحب، السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ! مکتوب گرامی موصول ہوا یاد آوری کا تہ دل سے شکریہ! آپ نے ایک ایسا مسئلہ موضوع بحث بنایا ہے، جس کا صحیح حل اور اس کی اشاعت فی زمانہ بڑی جرأت ہی نہیں بلکہ ایک بہت بڑی صبر آزما گھاٹی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق آپ کے شامل حال ہو، کہ آپ تاریخ اسلام کے انتہائی قابل رحم، عظیم مظلوم کے ساتھ کم از کم ہمدردی کا سامان فراہم کر سکیں۔

یہ حقیقت ہے کہ اسلام سے پہلے عرب قوم کے قبیلوں میں قریش خاندان کو تمام عرب میں عزت و بزرگی کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ بنوامیہ اور بنو ہاشم قریش کے دو مشہور قبیلے تھے، دونوں میں مذہب کی سربراہی اور چودھراہٹ کے لئے کشمکش چلی آ رہی تھی باوجود کہ یہ آپس میں ایکدوسرے سے دست گریباں رہتے لیکن مذہب کے بارے میں ایک تھے۔ جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت پر آپ کے چچا ابوجہل و ابولہب اور سیدنا عباسؓ ہاشمی اور سیدنا ابوسفیانؓ اموی نبوت کا مقابلہ کرنے میں ایک جان تھے ابوجہل، ابولہب تو فتح مکہ سے پہلے ہی ہلاک ہو چکے تھے اور حضرت ابی طالب گو حضورؐ کے طرفدار تھے لیکن یہ بھی حضورؐ پر ایمان لائے بغیر فوت ہو چکے تھے اور انکے صاحبزادے طالب سیدنا علیؓ کے بڑے بھائی بھی اسلام کے مقابلے میں ہلاک ہو چکے تھے۔ فتح مکہ کے بعد حضرت عباسؓ اور حضرت ابی سفیان ایمان لا کر اسلام میں داخل ہوئے تو آنحضورؐ صلعم نے حکومت کے بارے میں ہاشمیوں کو تو عدم مہارت کی بناء پر انتظامی امور میں نظر انداز کر دیا۔ اور تکمیل حکومت حکومت بنی امیہؓ سے کی جس کا ثبوت یہ ہے کہ آپؐ نے نجران جیسے مرکز عیسائیت میں حضرت ابوسفیانؓ کو گورنر بنایا۔ اور مکہؓ میں حضرت اسید بن خصیرؓ اموی کو امیر و امام بنایا۔ کیونکہ اس خاندان کی قوت فیصلہ، قوتِ

جنگ، شہسواری ولیڈری تمام عرب قوم میں مسلم تھی۔ آنحضور صلعم کی وفات کے بعد اکثر گورنری عہدوں پر اموی بزرگ ہی مقرر تھے۔ جو لوگ اسلام کے مخالف تھے ان ہی کی تلوار نے انہیں نیچا دکھا کر شوکت و عظمتِ اسلام کو تسلیم کرایا۔ سرمایہ حضرت عثمان کا تھا اور تلوار حضرت خالدؓ اور حضرت یزیدؓ بن ابی سفیان و امیر معاویہؓ وغیرہ کی تھی۔ جس سے اسلام نے ترقی کی منزلیں طے کیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم نے بنی امیہ کی خدمات کے پیش نظر اور آنحضور صلعم کے طریقے کے مطابق اسلامی حکومت کے عہدے ان ہی کے سپرد کیے۔ بنی امیہ کی جان نثاری سے اسلام ہر قدم پر ترقی کرتا چلا گیا۔ جسے دیکھ کر یہ یہودی سبائی منافق جل کر راکھ ہو گئے۔ اور انہوں نے اپنی اسلام دشمنی سے اسلام میں تفرقہ ڈالنے کے لئے اسلام کے اس خادم خاندان بنی امیہ کو اسقدر بھیانک بنا کر دنیا کے سامنے پیش کیا کہ آج اس خاندان کو اسلامی تاریخ سے ناواقف لوگ غلط طور پر اسلام کا دشمن خیال کرتے ہیں۔ اور اس خاندان کے بقول سیدنا عبداللہ بن عباسؓ "صالح انسان"۔ اور بقول غیر جانب دار مورخ پروفیسر فلپ کے تھی۔ "اسلام میں یزید بن معاویہؓ وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے عربوں کے دل جیت کر بہادر ترین عرب کا خطاب حاصل کیا"۔ (صفحہ ۱۹۴ تاریخ عرب انگریزی طبع لندن)

اس بہادر اور صالح انسان امیر یزیدؓ کے بارے میں تو دنیا کو یہاں تک غلط راہ پر ڈال دیا گیا ہے کہ آج اسلام کے اس سپوت کا نام لینا بھی بڑی جرأت اور صبر آزمائی کا کام ہے۔

(۱) میری دانست میں دنیا اسلام کے اس "بہادر ترین عرب" امیر یزیدؓ کا کردار بہت بلند تھا یعنی پابند شریعت، صوم و صلوٰۃ میں گہرا احتیاط، علم کا شیدائی، نیکی کا خوگر، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی منہ بولتی تصویر تھا۔ کما قال محمد بن علی بن ابی طالب۔ فوایتہ مواظبا علی الصلوٰۃ متحریا للخیر السائل عن الفقہ ولاثباً للسنۃ (البدایۃ والنہایۃ صفحہ ۲۳۳ جلد ۸)

(۲) کتب تاریخ کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ امیر یزیدؓ کے لئے بیعت خلافت کی تحریک ان سینکڑوں بزرگ صحابہ رضوان اللہ علیہم نے کی جنہوں نے حق و باطل کے معرکوں میں ہمیشہ

حق کی شہادت اپنے خون سے دی پھر اسلامی مملکت کا فرمانروا تسلیم کیا اور اس کا ہر مشکل مقام پر ساتھ دیا۔ (۳) اور یہ بھی تسلیم شدہ بات ہے کہ یزیدؓ صحابہؓ کی موجودگی میں امیر حج مقرر ہوئے۔ پھر اس میں بھی شک نہیں کہ حضرت حسینؓ کی بھتیجی ام محمد بنت عبداللہ بن جعفرؓ اور حضرت فاروقِ رضؓ اعظم کی پوتی امیر یزیدؓ کے حبالہ عقد میں تھی۔

(۴) قسطنطنیہ ایسے اہم جہاد جس کی اہمیت و عظمت پر حدیث رسول صلعم ناطق ہے اور اس کی شمولیت پر غفران الٰہی کا دروح پرور مژدہ ہی تو اسّی سالہ بوڑھے مجاہد ابو ایوب انصاریؓ اور ابن عباسؓ ابن عمرؓ، ابن جعفرؓ، ابن زبیرؓ، اور حسینؓ بن علیؓ کو میدان جہاد میں کھینچ لایا تھا ان بزرگوں کی موجودگی میں یزیدؓ کو اس مہم کا کمانڈ بنایا گیا، ان بزرگوں نے یزیدؓ کی قیادت کو بطیب خاطر قبول فرمایا، اور اس فوج میں امیر یزیدؓ کی سپاہیانہ زندگی کو ان بزرگوں نے فخریہ طور پر محسوس کیا۔ اور یہ عظیم بزرگ یزیدؓ کی اقتدا میں نمازیں پڑھتے رہے۔

(۵) یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ امیر یزیدؓ کا دور خلافت ان پاکیزہ و بابرکت زمانوں میں سے ہے جن کی خیریت و عظمت کی تعین خود آنحضور صلعم نے بایں الفاظ فرما دی۔ خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم الخ۔

(۶) اس حقیقت سے بھی انکار ناممکن ہے کہ صحابہؓ کرام معیار حق تھے۔ ان میں سے کسی ایک نے بھی حضرت حسینؓ کے موقف کی تائید نہیں کی، اگر وہ حسین کے خروج کو صحیح سمجھتے تو لازماً شریک ہوتے بلکہ انہوں نے بجائے شرکت کے امیر یزیدؓ کی مخالفت سے باز رکھنے میں امکان کی حد تک نمایاں کردار ادا کیا، جیسا کہ کتب تاریخ میں صراحت سے منقول ہے۔

(۷) ان واضح شہادتوں کے بعد یزیدؓ کو ظالم و فاسق وہی باور کر سکتا ہے جس نے عقل و دانش کو جواب دے رکھا ہو۔ اور انصاف، دیانت و اعتدال پسندی کا دشمن ہو اور صحابہؓ رسول صلعم کو غیر منصف راہ حق سے ہٹے ہوئے سمجھتا ہو، اور یہی سبائی مسلک ہے

(۸) عموماً بغیر سوچے سمجھے پروپیگنڈا کیا جاتا ہے کہ امیر یزیدؓ نے حضرت حسینؓ کو ظالمانہ

طریقہ سے قتل کرا دیا۔ اگر انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یزیدؓ نے مسلمانوں کی خیر خواہی کیلئے، محتاط اقدام کیا، انہوں نے تو سلطنت اسلامی اور مسلمان قوم کو پارہ پارہ ہونے سے بچا کر مسلمانوں پر رفیع الشان، عدیم النظیر احسان کیا اور یار لوگوں نے اسے ظلم سے تعبیر کر لیا۔

(۹) اصل میں حضرت حسینؓ سبائی تحریک کے خونخوار درندوں (۱) ایرانی تحریک کے علم برادران فتنہ و فساد سبائی کوفیوں کی سازش میں اپنے بھولے پن کی بنا پر پھنس گئے تھے۔ اسکا جب انہیں علم ہوا تو انہوں نے اپنے موقف سے رجوع فرما لیا۔ جیسا کہ تمام کتب تواریخ متفق ہیں کہ حضرت حسینؓ نے یہ تین شرطیں پیش کیں (۱) یہ کہ مجھے واپس جانے دیا جائے یا جہاد پر بھیج دیا جاتے یا مجھے یزیدؓ کے پاس جانے دیا جائے تاکہ میں اپنے بھائی حسنؓ کی طرح جس طرح انہوں نے حضرت معاویہؓ سے فیصلہ کر لیا تھا، میں بھی یزیدؓ سے فیصلہ کر لوں۔ لیکن سبائیوں نے حالات خراب ترکر دیئے تھے۔ ان سبائیوں نے جو حضرت حسینؓ کے ساتھ رفیق سفر تھے جب دیکھا کہ عبید اللہ بن زیاد پیش کردہ شرائط کو تسلیم کر چکا ہے، اب سبائیوں کی خیر نہیں ہے تو انہوں نے اچانک عمر بن سعدؓ کی فوج پر حملہ کر دیا لہٰذا جھڑپ ہوئی اور حسینؓ جاں بحق ہوئے اگر یہ جرم سبائیوں کے علاوہ امیر یزیدؓ کی غلطی کا نتیجہ ہوتا تو صحابہؓ کرام اور خاص طور پر آپکے سگے بھائی اور بیٹے سیدنا زین العابدینؒ یقیناً کبھی بھی یزیدؒ کو معاف نہ کرتے۔ لیکن صحابہ کرامؓ اور خاندان علیؓ بلکہ اس وقت کے تمام مسلمان ماسوا کوفیوں کے امیر یزیدؓ کو قتل حسینؓ سے مبرا اور پاک سمجھتے تھے، جس کا ثبوت ان بزرگ ترین ہستیوں کے عمل اور کوفیوں کی توابین جماعت سے واضح طور پر ملتا ہے۔ تاہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی اول جیش من امتی یغزون مدینۃ القیصر مغفور لہم (بخاری) کے مطابق امیر یزیدؓ بیدالشی جنتی ہیں۔ اور جنتی پر صرف گیری جنتی نہیں بلکہ دوزخی ہی کر سکتا ہے۔

(۱۰) یہ حقیقت ہے کہ امیر یزیدؓ نے جماعت المسلمین اور سلطنت کی شیرازہ بندی اور مسلمہ اصول از بویہ لخلیفتین فاقتلوا الاخر منہما (مسلم شریف عن ابی سعید) کے مطابق جو کچھ کیا وہ اس میں حق بجانب تھے۔

(عبد الحمید خطیب شیخوپورہ)

(۹) حضرت مولانا مولوی عبد الغنی صاحب شید امدظلہ تعالی خطیب چونیاں ضلع لاہور

محترم و مکرم جناب الویزیڈیٹ صاحب اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

ہم کجی کی وجہ سے جائیں بائیں نہیں چلتے اور صراط مستقیم سے کنارا کش نہیں ہوئے۔ اور ہم ایسے کب بھی نہیں کہ نصاریٰ کی طرح غلو کریں۔ ہم متوسطہ امت ہیں۔ اور ہمارا مذہب ہی یہ ہے کہ حد سے نہ گذریں، بلکہ اعتدال پر رہیں۔ ہم اہل سنت ہیں تقیہ کرنا ہمارا شیوہ نہیں اور ہم اپنی بات خفیہ اور اعلانیہ ایک ہی کرتے ہیں۔ کسی سے مرعوب ہو کر اختلاف کلام نہیں کرتے جو بزدلوں کا شیوہ ہے۔

اکثر علماء اور عوام کا آجکل موضوع یہی ہے کہ یزیدؓ بن معاویہؓ پر لعنت کہنی جائز ہے یا ناجائز لو کانو ا یعلمون (کاش کہ وہ جانتے) آخر اس مسئلہ کے محرکات کیا ہیں، جو اس کو شہرت دی جارہی ہے۔ آخر انبیاء کرامؑ کے قاتل بھی اس دنیا میں گزرے ہیں۔ اور پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص محبوب سیدنا عمر فاروقؓ، سیدنا عثمان غنیؓ سیدنا علی رضوان اللہ علیہم اجمعین کے قاتلوں کا ذکر بھی کبھی سننے میں نہیں آیا۔ دراصل اس واقعہ کو شہرت دینے والوں کی مثال یہ ہے کہ برادران یوسفؑ اپنے باپ کے پاس روتے ہوئے آئے۔ خود ہی کنوئیں میں ڈال آئے اور خود ہی رو رہے ہیں۔ ہم اس کا مشاہدہ ہر سال کرتے ہیں۔ حقیقت ہے کہ آیک سازش ہے جو اندر ہی اندر اپنا کام کر رہی ہے۔ امیر یزیدؓ کو برا کہنا صرف اس لئے ہے کہ آپ سیدنا معاویہؓ کے فرزند ہیں۔ جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب وحی ہیں۔ کلام وہ میں جن کا شمار ہوتا ہے۔ ہم صرف علمائے کرام کی خدمت میں عرض کرتے ہیں۔ کیا مردوں کے برا کہنے کی ممانعت جو آپ لوگوں کے لئے آنحضور صلعم نے ارشاد فرمائی تھی۔ وہ بھول گئے ہو اے علمائے کرام آپ یزیدؓ کو برا کہہ کر۔ آنحضور صلعم کی لعنت کر رہے ہیں۔ اور جن صحابہ

کرامؓ نے امیر یزیدؓ کی بیعت کی تھی ان کے خلاف چل رہے ہیں۔ قرآن کریم کی سورۃ حجرات میں ہے کہ "مومن لعنت کرنے والا نہیں ہوتا" اور آنحضور صلعم کا ارشاد گرامی ہے کہ "تم اپنے مسلمان بھائی کی عزت کرو" یہ اکرام حیات اور موت کے بعد تک ہے۔ ہم علمائے کرام سے دریافت کرتے ہیں کہ اس شخص کو کیوں برا کہا جاتا ہے جس کو حجۃ الاسلام حضرت امام غزالیؒ نے مومن تسلیم کیا ہے: "اور یزیدؓ صحیح الاسلام ہے اور یہ بھی صحیح نہیں کہ اس نے حضرت حسینؓ کو قتل کرایا۔ اور نہ یہ درست ہے کہ اس نے قتل کا حکم دیا اور نہ ہی اس پر راضی ہوا۔۔ اور جو شخص یہ گمان کرے کہ یزیدؓ نے (حضرت) حسینؓ کے قتل کا حکم دیا یا اس پر راضی ہوا۔ تو جاننا چاہیئے کہ ایسا شخص اول درجے کی حماقت پر ہے۔ اور یزیدؓ کے لئے دعائے رحمت طلب کرنا جائز بلکہ مستحب ہے، بلکہ وہ ہماری ہر دعا میں جو ہر نماز میں پڑھی جاتی ہے اس میں داخل ہے۔ اس لئے کہ وہ بلاشبہ مومن تھا۔ (وفیات الاعیان وابن خلکان ص۶۵ جلد۱ طبع مصر)

سب سے بڑھ کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص کیلئے مغفرت کی بشارت ارشاد فرمائی ہوئی ہو۔ کیوں اس کو برا کہا جا رہا ہے "میری امت کا پہلا لشکر جو قسطنطنیہ پر جہاد کرے گا ان کیلئے مغفرت ہے۔" (بخاری پارہ ۲ باب الجہاد
حضرت امام ابن تیمیہؒ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں۔ کہ "پہلی اسلامی فوج جس نے قسطنطنیہ پر جہاد کیا تھا اس کے سردار یزیدؓ تھے۔ اور لفظ فوج ایک معین تعداد ہے۔ مطلق نہیں اور اس فوج کے ہر شخص کا مغفرت میں شامل ہونا ذی تر ہے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یزیدؓ نے اس بشارت مغفرت کی وجہ

سے قسطنطنیہ پر جہاد کیا تھا۔ (ص۲۵۲ جلد۲ منہاج السنۃ) باذق وغیرہ کے الزامات تو جاننا چاہیئے کہ جب صحابہ کرامؓ باریک قمیص پہننے پر اپنے گورنر کو فاسق کہنے لگے تھے۔ یہ روایت ترمذی میں موجود ہے۔ تو اگر امیر یزیدؓ میں کسی طرح کا کوئی بھی نقص ہوتا تو صحابہ کرامؓ کس طرح برداشت کر سکتے تھے۔ امیر یزید کو برا کہنے سے صحابہ کرامؓ کی حیثیت پر حرف آتا ہے۔

یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ سیدنا حسینؓ کے سگے بھائی محمد بن علیؓ (ابن حنیفہ) واقعہ کربلا کے تین سال بعد واقعہ حرہ کے موقعہ پر بغاوت کرنے والوں کے سوال وجواب میں امیر المومنین یزیدؓ کے نیکوکار - پابند نماز اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شیدائی ہونے کی شہادت دیتے ہیں۔ (ص۲۳۳ جلد۸ البدایہ النہایہ) اور (حاشیہ العواصم من القواصم ص۲۲۴ (۲۲۸) اس سے بڑھ کر امیر المومنین یزیدؓ کی صداقت کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ اور پھر اس سے بھی بڑھ کر سیدنا عبداللہ بن عمرؓ رضی اللہ عنہ واقعہ حرہ کے موقعہ پر آپ اپنے بھائیوں، بیٹیوں، رشتہ داروں اور دوستوں کو جمع کر کے فرماتے ہیں کہ اگر تم نے میرے امیر و امام یزیدؓ کی بیعت توڑ دی اور ان کے خلاف بغاوت میں کسی طرح کا حصہ لیا تو ایسا کرنے والے کے ساتھ میرے تعلقات ہمیشہ ہمیشہ کے لئے منقطع ہو جائیں گے۔ (بخاری شریف پارہ ۲۹ باب الفتن
آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ اسلام برابر غالب رہے گا جب تک کہ بارہ ۱۲ خلفاء نہ ہوں گے اور وہ سب قریش میں سے ہوں گے (مسلم شریف (باب الامت ص۱۱۹ جلد۱) اور یہ مسلمہ امر ہے کہ امیر یزیدؓ ان قریشی خلفاء

ہیں سے تھے۔ جن کا اس حدیث میں ذکر ہے۔ اس لئے موافقین اور مخالفین سب ہی نے آپ کی خلافت کو تسلیم کیا تھا۔ یہاں تک کہ سیوطی حنیوں کو بھی آپ کی خلافت کا اقرار کرنا پڑا۔ ہر حالت میں بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ اسلام آپ کی خلافت میں غالب رہا۔ اور امر واقعہ بھی یہی ہے کہ کہاں عرب اور کہاں افریقہ و اُنڈلس اور سندھ اسی دَور کے متعلق ڈاکٹر محمد اقبالؒ مرحوم نے فرمایا ہے۔

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے / بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

اور ہم کہتے ہیں ؎ جہاں جن کی ہمت سے نکھر گیا تھا۔ انہی غازیوں کو ترستی ہیں راہیں۔

یہی وہ اموی قریشی خلفاء تھے۔ جنہوں نے اسلام کا جھنڈا بلند کیا۔ اگرچہ خلفائے ثلاثہ کے دور حکومت کو تو کوئی بھی نہیں پہنچ سکتا۔ لیکن بعد والوں میں اس کامیاب اموی دور کی مثال پیش کرنا بھی ناممکن امر ہے۔ خلاصہ یہ کہ امیر یزیدؓ بارہ[12] خلفاء والی حدیث میں شامل ہیں جیسا کہ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی تسلیم کرتے ہیں"۔ اور شرح اس حدیث کے معنی کی یہ ہے کہ بلاشبہ صحابہؓ اس میں شامل نہیں ہو سکتے کیونکہ ان کے دَور میں ضعفِ اسلام کا احتمال ہی نہیں۔ اور اس طرح وہ وہ شخص بھی داخل نہیں ہے جو حسب قواعد شرعیہ خلیفہ نہ بنا ہو۔ پس جب ہم شمار کرتے ہیں تو بارہ[12] خلفاء دولت امویہ کے زوال تک ہوتے ہیں۔ اور ان خلفاء میں سے سب سے پہلے خلیفہ (جو بمصداق حدیث ہے) یہی یزیدؓ بن معاویہؓ ہے (ص[12] تلخیصات عشر مطبع مجتبائی دہلی)

الفاظ میں یہی مضمون ترمذی کے حاشیہ العتذی میں بھی ہے (ترمذی باب الخلفاء ص[2] جلد ۲) اس بیان سے دو خبریں صاف ہو گئیں۔ اول یہ کہ امیر یزیدؓ ان بارہ[12] خلفاء میں سے ایک ہیں اور دوم یہ کہ ان کی خلافت قواعد شرعیہ کے مطابق تھی اب ہم

اس کے سوا کیا کہیں کہ۔ کوئی ہے نصیحت کرنے والا (قرآن کریم) خلاصہ یہ ہے کہ امیر یزیدؓ خلیفہ برحق تھے۔ ان میں کوئی فسق نہ تھا بعض ان کو بدنام کرنے کی غرض سے سبائیوں نے غلط پروپیگنڈا کیا ہے۔ امیر المومنین یزیدؓ اپنے اسم اور مسمیٰ اور اخلاق عالیہ کے اعتبار سے کسی سے کم نہیں۔ اور وہ ایک روشن مینار ہیں جس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے

احقر الانام: عبد الغنی شیدا

نوٹ:۔ ہم جناب مولانا شیدا صاحب سے معافی کے خواستگار ہیں۔ اس لئے کہ کتاب کا حجم زیادہ ہونے کی وجہ سے ہم جناب کے مضمون کو من و عن کتاب میں درج نہیں کر سکے۔ امیر المومنین یزیدؓ کی شان میں جناب کا مضمون تقریباً ستر صفحات پر مشتمل تھا۔ جو مولانا صاحب نے نہایت ہی محنت اور تحقیق اور علمی رنگ میں لکھا تھا ہم مولانا صاحب کی تحقیق، شوق۔ اور دین سے محبت کی داد دینا بھی ضروری سمجھتے ہیں۔ (احقر ابو یزید بٹ)

(۱۰) حضرت مولانا مولوی محمد اسماعیل صاحب مدظلہ العالی، ناظم اعلیٰ جمعیت اہل حدیث مغربی پاکستان، ابدہ کے سوال کی تائید میں فرماتے ہیں۔ کہ امیر المومنین یزیدؓ کی تکفیر اور ان پر لعنت کرنے کو کوئی بھی سمجھدار اور اہل عقل ٹھیک نہیں سمجھتا اور پھر اگر بفرض محال جو کچھ لوگ بیان کرتے ہیں تاریخی واقعات سے ثابت بھی کر دیا جائے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی مغفور لہم کے پیش نظر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت مغفرت کو کون روک سکتا ہے۔

محترم و مکرم بٹ صاحب السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ،

مکتوبِ گرامی ملا، یزید (رض) کی تکفیر اور اس پر لعنت کو ہر متین آدمی ناپسند کرتا ہے لیکن زندگی کے تاریخی حوادث جن کی تاریخ میں صراحت موجود ہے ان کا انکار یا اقرار دلیل کا محتاج ہے واقعات ثابت ہو جانے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی رحمت کو کون روک سکتا ہے۔ امام سیوطی نے ابو محمد عبداللہ بن زید مالکی کا قول نقل فرمایا ہے۔

رحم اللہ بنی امیہ لم یکن فیھم قط خلیفۃ اللہ نے الاسلام بدعتہ وکان اکثر عمالھم واصحاب الامیتھم العرب اھ صون المنطق والکلام

اللہ تعالیٰ بنی امیہ پر رحم فرمائے ان کے کسی خلیفہ نے اسلام میں کوئی (سیوطی ص بدعت نہیں کی، ان کے اکثر عمال عرب تھے۔

والسلام۔ محمد اسماعیل گوجرانوالہ

(۱۱) حضرت مولانا قاضی علامہ شمس الدین صاحب مدظلہ العالی تھانہ بازار گوجرانوالہ۔

محترم اسلام علیکم۔

(۱) حضرت امام حسین (رض) شہید کیا شیعان عراق نے، یہ کہیں نہیں ملتا کہ یزید (رض) نے حضرت امام کو شہید کرنے کا حکم دیا۔

(۲) اور یہ بات آپ کے صاحبزادے حضرت امام زین العابدین کے ذہن میں پوری طرح جاں نشین تھی اس لئے شہادت کے واقعہ کے بعد یزید (رض) سے پورے مراسم جاری رکھے، اور شیعان عراق کی طرف منہ تک نہ کیا۔

(۳) اہل حق کے نزدیک کسی کا نام لے کر لعنت کرنا منع ہے۔ البتہ یوں کہہ سکتا ہے کہ شرابیوں پر لعنت ہو، چوروں پر لعنت ہے۔ گو دبان بد کا ذکر کر کے یہ مسئلہ

منہاج السنۃ میں بھی لکھا ہے اور تفسیر خازن میں بھی

(۴) اول جیش یغزو القسطنطنیہ مغفور لھم حدیث ہے۔ اور یزید (رض) بھی اس لشکر میں میدان جہاد میں شریک تھا اور ان الحسنات یذھبن السیات۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اس میں کسی کا کیا دخل ہے، معاملہ اللہ تعالیٰ سے ہے۔

(والسلام العبد شمس الدین عفی عنہ،

(۱۲) حضرت مولانا مفتی بشیر احمد صاحب نقشبندی قادری مدظلہ العالیٰ خطیب جامع مسجد پسرور ضلع سیالکوٹ

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ

عزیز محترم مزاج شریف۔ شیعہ مذہب میں فاسق اور ظالم کی بیعت بدترین گناہ ہے۔ اگر یزید (رض) فاسق و کافر تھا تو سیدنا امام زین العابدین (رض) نے یزید (رض) کی بیعت کیوں کی اور اس کی حکومت میں کیوں مقیم رہے۔ وہ بزدل اور عاجز بھی نہیں تھے۔ کیونکہ وہ امام تھے اور امام کا اشجع الناس ہونا سخت ضروری ہے، یہ باتیں مجلس میں ثابت ہو سکتی ہیں۔

والسلام۔ بشیر احمد عفی عنہ

(۱۳) حضرت مولانا مولوی محمد سلیمان صاحب انصاری مدظلہ العالیٰ خطیب جامع مسجد مصری شاہ لاہور۔

الجواب:۔ مکرمی بٹ صاحب وعلیکم اسلام

امیر یزید رض کے بارے میں جو کچھ امام غزالیؒ نے فرمایا ہے۔ وہ بالکل درست ہے یزید رض صحیح الاسلام تھا۔ اور یہ صحیح نہیں کہ اس نے حسین رض کو قتل کرایا۔ اور نہ ہی اس پر

راضی ہوا۔ جو شخص یہ گمان رکھے کہ یزیدؓ نے حسینؓ کے قتل کا حکم دیا یا اس پر راضی ہوا تو جاننا چاہیئے کہ ایسا شخص اول درجہ کی حماقت کر رہا ہے۔ مزید لکھتے ہیں کہ یزیدؓ پر رحمت اللہ کہنا جائز بلکہ مستحق ہے۔ بلکہ وہ ہماری ہر دعا میں جو ہر نماز میں پڑھی جاتی ہے اس میں وہ شامل ہے اس لئے کہ وہ بلاشبہ مومن تھا۔ (وفیات الاعیان وابن خلکان صـ۶۵ـ۲ طبع مصر)

راقم آثم۔ محمد سلیمان انصاری

(۱۴) حضرت مولانا سید نور الحسن صاحب بخاری مدظلہ العالی مرکزی تنظیم اہل سنت بیرون لوہر گیٹ ملتان۔

محترم المقام۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ، یاد فرمایا، شکریہ! جواباً عرض ہے۔

(۱) یزید (رض) کے مسلمان ہونے پر مسلمانوں کا اتفاق ہے جو لوگ اس زمانہ میں یزید رض کو کافر کہتے ہیں۔ ان کا اپنا ایمان مشتبہ ہے۔

(۲) البتہ فسق وفجور کے متعلق اختلاف ہے، بعض اکابر امت نے ان کے فسق کو تسلیم کیا ہے اور فاسق لکھا ہے۔

(۳) اس فسق وفجور کی "مہم" میں زیادہ تر اعدائے دین کا ہاتھ کام کرتا معلوم ہوتا ہے۔

(۴) اگر (فرض محال) فاسق تسلیم کر بھی لیا جائے تو آج کے فاسق کہنے والوں سے زیادہ فاسق تو قطعاً نہ ہوگا۔ پہلے فاسق کہنے والوں کو اپنے گریبان میں جھانک کر اپنے متعلق فتویٰ صادر کرنا چاہیئے۔

(۵) فاسق ہونے کی صورت میں بھی یزید (رض) کی مغفرت میں کسی مسلمان کو قطعاً کوئی شبہ نہیں ہو سکتا۔ ایک تو اصولاً کہ ہر مومن کی مآل کار مغفرت ہوگی اور وہ

داخل جنت ہوگا۔ دوسرے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی خصوصی بشارت کے پیش نظر جو صحیح بخاری میں متعدد ابواب ومقامات پر موجود ہے۔ واللہ تعالےٰ اعلم۔

دعا گو۔ سید نور الحسن بخاری خادم تنظیم اہل سنت ملتان شہر

(۱۵) حضرت مولانا مولوی ملک عبد العزیز صاحب مدظلہ العالی مہتمم مدرسہ محمدیہ ملتان

یزیدؓ کا فاسق ہونا بھی مغفرت کو مانع نہیں ہے۔ مغفور لہم کا فقرہ بتا رہا ہے کہ فسق بھی قابل معافی ہے۔ جو لوگ یزیدؓ کے متعلق فسق وغیرہ کے باعث اسے ایمان سے خارج کرتے ہیں، وہ سخت غلطی پر ہیں جو کتاب وسنت کے صریح اور سراسر خلاف ہے۔

والسلام۔ عبد العزیز ملتان

(۱۶) حضرت مولانا جناب مفتی عبد الحمید صاحب مدظلہ العالیٰ لدھیانوی حال ٹوبہ ٹیک سنگھ لائل پور۔

جناب بٹ صاحب وعلیکم السلام"۔ احوط یہ ہے کہ حدیث مغفور لہم کے پیش نظر یزیدؓ کو برا کہنے اور ملامت کرنے سے اجتناب کرنا چاہیئے۔ صحابہ کرامؓ اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم کی غالب اکثریت نے بلا جبر واکراہ یزیدؓ کے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔ اس لئے یزیدؓ کو برا کہنا ان سب حضرات کو مجروح کرنے کے مترادف ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

احقر: عبد الحمید عفی عنہ ٹوبہ ٹیک سنگھ

(۱۷) حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہٗ العالی کراچی میرے سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔

(الجواب) یزیدؓ کے بارے میں علماء محققین کے نزدیک سکوت احوط ہے علماء محققین یزیدؓ کو مومن جانتے ہیں۔ اس کو کافر نہ سمجھنا چاہیے

فقط واللہ اعلم وعلمہٗ اتم۔ بندہ محمد شفیع عفی عنہ

(۱۸) حضرت مولانا محمد شفیع صاحب مدظلہ العالی سرگودھا

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ یزیدؓ کا مسئلہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس کو خواہ مخواہ کھینچ تان کر بہت لمبا کردیا گیا ہے (۲) ورنہ یہ کوئی اعتقادی مسئلہ نہیں (۳) اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے ایمان ہے تو کسی کے بے ایمان کہنے سے جاتا نہیں۔ اگر ایمان نہیں تو کسی کے ایمان دار کہنے سے بنتا نہیں حقیقت میں ہر ایک آدمی کا یہی حال ہے (۴) باقی یزیدؓ کے بارے میں اُمت میں تین گروہ ہیں (اوّل) مومن کامل۔ (دوم) کافر خالص (سوم) توقف۔ یہی مسلک اچھا ہے۔ اور اس کو اکثر علماء نے اختیار کیا ہے اور احادیث جو آپ نے لکھی ہیں وہ درست ہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت وسیع ہے۔

واللہ اعلم۔ احقر محمد شفیع عفی عنہ، از سرگودھا

(۱۹) حضرت مولانا مولوی ابوحفص عثمانی صاحب مدظلہ العالی خوشاب ضلع سرگودھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم. نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہِ الکریم۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ معذرت کے .... ماشاءاللہ آپ کی معلومات کافی وسیع ہیں۔ مجھے بڑی مسرت محسوس ہو رہی ہے کہ بہت حد تک آپ نے دلائل مہیا فرما دیئے ہیں۔ اس لئے بندہ مزید کدوکاوش کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ فی الحقیقت یہ کوفی اور سبائی پروپیگنڈہ ہی ہے کہ ایک ناکردہ گناہ کے سر مختلف انواع الزامات یہی نہیں بلکہ افتراءات تھپکائے جا رہے ہیں جب کہ اس کا دامن ان الزامات سے بالکل پاک ہے۔ ہمارے

بعض اہل سنت مورخین اور مولفین بھی اسی سبائی پروپیگنڈے کا شکار ہو گئے۔ لیکن پھر بھی بعض محققین نے اپنی اپنی تصانیف میں حق کو بلاخوف واضح فرما دیا ہے۔ ملاحظہ ہو فتاویٰ بزہنہ صد۱۲ شرح لاآیہ میں فرمایا کہ یزیدؓ کو لعنت اور گالی گلوچ دینا صحیح نہیں کیونکہ اس کے حال سے صحیح آگاہی نہیں اور اگر یقین ہو جائے کہ قرار واقعی اس نے قتل کیا اور کافر ہوا ہے اگر ایسا نہیں تو نہیں۔ کہ نبی کے غیر کا قتل کفر نہیں۔ اور اگر اس نے ایسا نہیں کیا تو اسے بے گناہ جان کر فسق و فجور اس پر مت کہنا چاہیے۔ اور اسی پر محققین نے انتہا کی ہے اسی طرح صاحب فتاویٰ غرائب قلمی نے صد۱۷۹ پر تحریر کیا ہے کہ نہیں جائز ہے لعنت کرنا یزیدؓ بن معاویہؓ پر اور نہ ہی کافر کہنا پس بیشک وہ جملہ مومنین میں سے ہے اور بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ جو شخص اہل قبلہ سے ہو اس پر لعنت کرنا بھلائی نہیں ہے۔ سوائے پیغمبر کے کسی کو کیوں کہ وہ لوگوں کی حالت کو اللہ تعالیٰ کے بتانے سے جانتا ہے، اور پیغمبر کے سوا کوئی دوسرا نہیں جانتا۔ اور پھر یزیدؓ کے پکے نمازی ہونے کی شہادت سے خود حضرت حسینؓ کے سگے بھائی محمد بن علیؓ ابن حنفیہ دے رہے ہیں بلکہ سنت کے شیدائی بتا رہے ہیں۔ دیکھو البدایہ والنہایہ صد۲۳۳ جلد۸) اور پھر حضرت زین العابدین۔ پسر حضرت حسینؓ کا اس کے ہاتھ پر بیعت کرنا (روضہ کافی صد۱۱) یہ باتیں صاف ثابت کرتی ہیں کہ یزیدؓ اس وقت کے جملہ مسلمانوں میں ایک بہترین مسلمان تھا۔ باقی تمام باتیں یاروں نے اڑا رکھی ہیں۔ مزید برآں بالفرض وہ مستحق لعنت ہو بھی تو ہم سے قیامت کے دن قطعاً یہ سوال نہ ہوگا کہ تم نے یزیدؓ کو لعنتی وغیرہ کیوں نہیں کہا تھا برخلاف اس کے اگر وہ اس کا مستحق اور سزاوار نہ ہوا۔ اور یقیناً نہیں ہے تو پھر یہی لعنت بحکم رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وسلم آسمان سے واپس آکر خود ان کو ملعون

بنا دیتی ہے۔ چنانچہ سجادہ نشین کوٹ مٹھن ضلع ڈیرہ غازی خان بھی اپنے ایک ملفوظ میں لکھتے ہیں (خواجہ غلام فرید متوفی ۱۳۱۹ھ) کو لعنت کرنی کسی پر جائز نہیں تو پھر یزید بن معاویہ رضؓ پر کیسے جائز ہوگی۔ اگر کسی نے دوسرے کو لعنت کی اور وہ حقدار لعنت نہ ہو، پس وہ لعنت آسمان پر جائے گی اور آسمان کے دروازے بند ہو جائیں گے وہی لعنت اب لوٹ کر لعنت کرنے والے پر پڑے گی (المجالس صفحہ ۱۶۸ جلد ۲)

یعنی روایات سب جو بھی رطب و یابس سے ہو وہ ان کے خلاف پایا جاتا ہے وہ درجہ صحت کو ہرگز نہیں پہنچ سکتا اور جس کسی میں ہمت اور رنگ و تاز ہو وہ ثابت کر کے دکھائے۔ کذب زور، افتراء و اختراع اور دجل و فریب سے مملو روایات ثابت ہوں گی۔ وہ ہی رافضی سبائی ان واقعات کے واضع و جاعل۔ دہرانے والے اور پھیلانے والے ثابت ہوں گے۔ اور امام ابو زرعہ الرازی متوفی ۲۱۶ھ کے قول کے مطابق ان رافضیوں کا مقصود یہ ہے کہ وہ ہمارے گواہوں (صحابہ کرام رضؓ) پر جرح کر کے کتاب و سنت کو باطل اور مجروح کر دیں۔ ابو زرعہ فرماتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے نزدیک برحق ہیں۔ اور قرآن کریم بھی برحق ہے۔ اور یہ قرآن کریم اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتیں صحابہ کرام رضؓ سے ہی ہم کو پہنچی ہیں یہ زندیق چاہتے ہیں کہ ہمارے ان حق و صداقت پر شہادت دینے والے صحابہ کرام رضؓ کو مجروح کر دیں تاکہ یہ لوگ قرآن و سنت کو باطل ٹھہرا دیں، حالانکہ جرح ان لوگوں پر ہونی چاہیئے اور یہی اسکے مستحق ہیں۔ (الکفایہ للخطیب صفحہ ۴۹)

(والسلام ابو حفص عثمانی خوشاب)

(۲۰) حضرت مولانا مولوی محی الدین لکھوی مدظلہ العالی سابق امیر جماعت اہل حدیث

دفتر جماعت مرکز اسلام نزد دیپال پور ضلع منٹگمری۔

(الجواب) محترم بٹ صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

والحمد اللہ، آپ کے مطلوبہ دلائل کتاب و سنت کے بارے میں یہی عرض کر دینا کافی سمجھتا ہوں کہ جو دلائل آپ نے از خود تحریر فرما دیئے ہیں مجھے ان سے پورا پورا اتفاق ہے آن میں تو اس بات کا قائل ہوں تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُم مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ہ کو مدنظر رکھتے ہوئے ہر انسان کو اپنی اصلاح کرنی چاہیئے۔ والسلام محی الدین

(۲۱) حضرت مولانا مولوی عبد الستار صاحب تونسوی لائل پور۔

باسمہ تعالیٰ وعلیکم السلام ورحمۃ وبرکاتہ، خیریت مطلوب، اہل سنت کے نزدیک ہر وہ شخص یقیناً بہشتی ہے جس کے متعلق بہشتی ہونے کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما گئے ہیں۔ اس کے سوا کیلئے قطعی فیصلہ کرنا خلاف شریعت ہے۔ العبد محمد عبد الستار تونسوی، بقلم خود

(۲۲) حضرت مولانا محمد علی صاحب کاندلوی مدظلہ العالی دار العلوم رنگ پورہ، سیالکوٹ

مکرمی وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ۔ آپ کی بات کا مختصر جواب یہ ہے کہ یزید رضؓ مسلمان ہے اور اہل سنت والجماعت کے مذہب کے مطابق اس پر لعنت ناجائز ہے باقی رہا اعمال کا معاملہ تو اس کا روز قیامت اللہ سبحانہ فرمائیں گے نہ کہ میں اور آپ، اس کا کیس ہماری عدالت میں پیش نہ ہوگا۔ عملی گناہ خواہ کیسا سنگین ہو علاوہ شرک کے اس کے ارتکاب سے کوئی مسلمان دائرہ ایمان سے نہیں نکلتا مرنے کے بعد گناہ کو اچھالنا نہ چاہیئے، بلکہ اس کیلئے دعائے مغفرت کرنی چاہیئے۔ والسلام محمد علی کان اللہ عنہ،

(۲۲) حضرت مولانا مولوی ابو الاعلیٰ مودودی صاحب مدظلہ العالی۔ امیر جماعت اسلامی پاکستان

محترم ومکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کا عنایت نامہ ملا، آپکے سوال کا مختصر جواب یہ ہے کہ یزید رضؓ کی تکفیر غلط اور اس کے لئے دعائے مغفرت جائز ہے۔ اس سے زیادہ قیل و قال کے بجائے

ہمیں اپنی عاقبت کی فکر کرنی چاہیئے اور یزیدؓ کے انجام کو اللہ پر چھوڑ دینا چاہیے۔

وھو اخیر الفاصلین۔ ابو الاعلیٰ مودودی

(۲۳) حضرت مولانا مولوی شمس الحق صاحب افغانی مدظلہ، جامعہ اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور (الجواب) یزیدؓ کے متعلق اہل سنت کے نزدیک صحیح قول یہ ہے کہ لعنت نہ کی جائے کیونکہ جس شخص کا خاتمہ بالکفر یقینی معلوم نہ ہو تو اس پر لعنت حرام ہے اور خطرناک ہے، بلکہ جس کا خاتمہ کفر پر وحی کے ذریعہ یقینی بھی معلوم ہو تو اس پر بھی لعنت نہ کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے، یزیدؓ کے بارے میں امام غزالی نے احیاء العلوم میں تصریح کی ہے، (۱) ہم کہتے ہیں کہ یہ بات بالکل غلط ہے کہ یزیدؓ نے حسینؓ کو قتل کرایا یا قتل کا حکم دیا اس لئے کہ یہ بات ہرگز ثابت نہیں ہے۔ تو لعنت کیسے جائز ہو سکتی ہے (احیاء العلوم جلد ۳ صفحہ ۱۰۸) (۲) ان پر رحمت اللہ کہنا جائز بلکہ مستحب ہے اور وہ (یزیدؓ) ہماری سرکار کے اس قول اللھم اغفر للمومنین والمومنات میں داخل ہے کیونکہ وہ مومن تھا (صفحہ ۴۶۵ جلد ۳ وفیات الاعیان ابن خلکان) ہمارے علم عقائد کے معتبر کتاب قصید الحال میں بھی نفی لعنت کی تصریح موجود ہے۔ از شمس الحق افغانی عفی عنہ۔ نوٹ۔ یہ خط ہم نے رئیس الجامعہ ڈاکٹر بلگرامی صاحب کی خدمت میں لکھا تھا لیکن انہوں نے جواب دینے کی بجائے یونیورسٹی کے اپنے نائب صاحب مولانا افغانی صاحب سے دلوا دیا ہے۔

(۲۴) حضرت مولانا جناب مولوی سید احمد حسین سجاد بخاری مدظلہ العالی، مدیر تعلیم القرآن راولپنڈی مولانا غلام اللہ صاحب مدظلہ العالی کے دست راست۔

محترم اسلام علیکم ورحمۃ اللہ، کسی شخص کے حق میں جنتی ہونے کا قطعی حکم لگانا تو نص قطعی کی بناء پر ہی صحیح ہو سکتا ہے بہر حال یزیدؓ مسلمان تھا اس پر لعن کرنا قطعاً ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم حقر سجاد بخاری عفی عنہ۔ حضرت مولانا صاحب کی خدمت میں گذارش ہے کہ کیا آپ نہیں جانتے کہ ہر نبی کی خبر اس کی صداقت کی کسوٹی ہوتی ہے۔ اگر خبر غلط ہو تو خبر دینے والے کی تکذیب بھی لازمی ہے۔ لہٰذا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی مغفور لہم سے بڑھ کر اور کیا نص قطعی ہو سکتا ہے۔

(۲۵) جناب مولانا پیر محمد بہار الحق صاحب قاسمی جامع مسجد ماڈل ٹاؤن لاہور۔

مکرمی بٹ صاحب وعلیکم اسلام ورحمۃ اللہ، آپ کے ملفوف خط کے جواب میں مرقوم ہے کہ یزیدؓ کے بارے میں مجموعہ روایات کی بناء پر علماء اہل سنت کا مسلک یہ ہے اور یہی مسلک میرا ہے کہ وہ نہ تو کافر تھا، اور نہ ہی مرتد (گویا کہ پکا مومن تھا) محمد بہار الحق قاسمی از جامعہ مسجد ماڈل ٹاؤن لاہور۔

(۲۶) جناب مولانا خیر محمد صاحب ملتان۔ "یزید اہل سنت والجماعت کے نزدیک تو مسلمان تھا" ہماری نظر میں گناہ گار آخرت کا معاملہ خدا کو معلوم بس یہ اعتقاد کافی ہے۔ والسلام۔ خیر محمد۔ ماشاء اللہ مولانا صاحب نے دونوں باتیں سچ کہیں۔ اس لئے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی کہ قسطنطنیہ کی پہلی فوج کیلیے مغفرت ہے اور امیر المومنین یزیدؓ اس فوج کے کمانڈر تھے پھر اہل سنت کے نزدیک مسلمان کیوں نہ ہوں۔ وہ مولانا کے نزدیک گناہ گار تو آخر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئیوں کو جھٹلانے والا ہی تو کوئی ہونا چاہیئے ۔ بڑھے جس سے نفرت وہ تحریر کرنی ، جگر جس سے شق ہو وہ تقریر کرنی

گناہ گار بندوں کی تحقیر کرنی ۔ مسلمان بھائی کی تکفیر کرنی

یہ ہے عالموں کا ہمارے طریقہ ، یہ ہے ہادیوں کا ہمارے سلیقہ ، مولانا حالی مرحوم

آخری اپیل۔ ہم اہل بصیرت حضرات سے ملتجی ہیں کہ مہربانی فرما کر ان دلائل کو جو ہم نے اس کتاب میں بیان کئے ہیں ان پر ٹھنڈے دل ودماغ سے غلط عقیدت اور تعصب سے دور رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاک صلعم پر ایمان رکھتے ہوئے اچھی طرح غور فرمادیں اور پھر انصاف و دیانتداری سے فیصلہ کریں کہ کیا یہ بات صحیح نہیں کہ اگر امیر المومنین یزیدؓ میں خرابیاں تھیں تو جن لوگوں نے ان سے خلافت کی بیعت کی یا ان سے دنیاوی فوائد حاصل کیے یا کسی مصلحت کے تحت خاموش رہے ان کی قدر و منزلت ہی کیا باقی رہ جاتی ہے کیوں کہ ان بزرگوں کے سپرد تو کام ہی یہی کیا گیا تھا کہ دنیا سے ظلم اور زیادتیاں ختم کریں اگر انہوں نے ایک "ظالم اور زیادتیاں کرنے والے" کی اطاعت قبول کر لی تھی۔ تو پھر وہ مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے جو ان کے سپرد کیا گیا تھا۔ اگر سبائیوں کے اس استدلال کو تسلیم کر لیں جائے تو اس وقت کے تمام تمام مسلمان اللہ و رسولؐ کے نافرمان ثابت ہوتے ہیں اور یہی سبائیوں کا ایمان ہے۔ حضور صلعم کے بعد

مدنی لائبریری
ضلع قصور
پنجاب پاکستان

دشمنوں کی لگائی ہوئی آگ سے اپنے کم علم بھائیوں کو بچائیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مسلک و عمل کو ٹھیک اور صحیح سمجھتے ہوئے لوگوں کو بد عقائد سے روکیں۔ اور کسی ناحق ملامت کرنے والے سے نہ ڈریں۔ کیوں کہ یہ دنیا ہے، یہاں ہر نیک کار اور سچی بات کہنے والے کو اکثر برا ہی کہا جاتا ہے۔ اور ہمیشہ حق بات کہنے والوں کو بعض لوگوں کی تلخ باتیں سننا ہی پڑتی ہیں اگر آپ لوگوں نے نیک اور پاک ہستیوں کے خلاف بہتان تراشی کرنے والے پروپیگنڈے کو روکنے کی کوشش نہ کی۔ تو پھر یاد رکھئے کہ محشر کے میدان میں آپ کے پاس اس فعل کا کوئی صحیح جواب نہ ہوگا۔ دریں حالات آیئے ان دشمنانِ اسلام کی غلط فرقہ بندی کی لعنت کو خیر باد کہہ کر رہبر اعظم محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین مبین اللہ کی رسی کو واعتصموا بحبل اللہ جمیعا۔ کے ارشاد عظیم کے مطابق، نفاق، افتراق اور فرقہ بندی کو چھوڑ کر صحیح راستے پر جمع ہو جائیں تاکہ جہاں آخرت میں راحت چین نصیب ہو وہاں دنیا میں بھی جنت نظیر فضا میسر آئے اور آج پھر یکجہتی، اتفاق و اتحاد اور یگانگت کی وجہ سے دنیا میں ہم بحیثیت ایک قوم کے سر بلند ہو سکیں کوئی دشمن آنکھ اٹھا کر بھی اس طرف نہ دیکھ سکے۔ اور پھر ہمارا ملک وطن عزیز شاداں و فرحاں منزل کی طرف قدم زن نظر آئے اور دنیا ہماری اس بے مثال ترقی و عروج پر رشک ہی نہ کرے بلکہ انگشت بدنداں رہ جائے۔ اور مسلمان پھر چودہ سال پیشتر دنیا کو ظلمت سے نکال کر روشنی اور ترقی کی راہ پر چلا کر اپنی عاقبت سنوار لیں، اللہ تعالیٰ کی جناب میں دعا ہے کہ وہ میری اس پیش کش اور التجا کو قبولیت کا شرف عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر
مرد ناداں پر کلام نرم و نازک بے اثر (اقبال مرحوم)

وما علینا الا البلاغ ——— احقر العباد "ابویزید بٹ"

——— ختم شد ———